خطبات منور

(جلدِ دوم)

ABDUSSAMAD RASHIDI
S/o M. Altaf Khura Afgan
(Saharanpur)

افادات

واعظ شیریں بیان حضرت مولانا منور حسین صاحب سورتی

(امام مسجد بالہم لندن)

ترتیب واصلاح

ادیب شہیر مولانا عبدالحفیظ رحمانی

رفیق شیخ الہند اکیڈمی دارالعلوم دیوبند

زیر سرپرستی

حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب بستوی

استاد تفسیر ومنطق دارالعلوم دیوبند

ناشر

دارالاشاعت دیوبند

شب برأت

ابوثعلبہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب نصف شعبان کی رات ہوتی ہے تو خداوند تعالیٰ اپنی مخلوق پر نظر رحمت ڈال کر مسلمانوں کی مغفرت فرمادیتے ہیں اور کافروں کو مہلت دیتے ہیں اور کینہ پروروں کو ان کے کینہ کی وجہ سے چھوڑ دیتے ہیں تاوقتیکہ وہ اپنا کینہ چھوڑ دیں۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص نے جمعہ کی رات میں سورہ دخان پڑھی اس کے لئے ستر ہزار فرشتے استغفار کرتے ہیں اور اس کے تمام گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔

شب برأت

الحمد لله،الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا من يهده الله فلامضل له ومن يضلله فلاهادى له ونشهد ان لا اله الاالله ونشهد ان سيد نا ونبينا ومولانا محمداًعبده ورسوله ارسله الله تعالیٰ بالحق الی كافة اللناس بشيراً ونذيراًوداعياًالی الله باذنه و سراجاً منيرا.امابعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم.بسم الله الرحمن الرحيم .حم.والكتٰب المبين انا انزلنٰه فی ليلة مبٰركة ان كنا منذرين. فيها يفرق كل امرحكيم امراً من عندنا انا كنا مرسلين .صد ق الله العظيم .وصدق رسوله النبی الحبيب الكريم ونحن علیٰ ذلک لمن الشاهدين والشاكرين والحمد لله رب العٰلمين.

شب برأت کے نام

بزرگان محترم وعزیزان مکرم! اللہ کے فضل وکرم سے ہمیں آج پندرھویں شعبان کی رات ہاتھ لگی ہے جس کو شب براءت بھی کہتے ہیں اور اس رات کو لیلۃ الرحمہ یعنی رحمت والی رات بھی کہتے ہیں اور اس کا نام لیلۃ الصک (دستاویز والی رات) اور اس کا نام لیلۃ المبارکۃ (مبارک رات) بھی ہے۔حدیث میں اس کے کئی نام آئے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے یہ رات ہم سب کو نصیب فرمائی ہے،تو اللہ تعالیٰ قبول بھی فرمائے اور دعا کیجئے اللہ تعالیٰ رمضان کی برکات سے بھی ہم سب کو مالا مال فرمائے اور پورا رمضان المبارک ہم سب کو نصیب فرمائے،آمین۔اللہ تعالیٰ نے شعبان کے مہینہ کو بھی بڑی برکت اور رحمت والا مہینہ بنایا ہے۔

رجب کا چاند دیکھ کر حضور ﷺ دعا فرماتے تھے

رسول اللہ ﷺ رمضان المبارک کا اہتمام رجب المرجب سے شروع فرمادیتے

تھے۔آپ ﷺ فرماتے تھے کہ ہر مہینہ کا چاند دیکھو لیکن خاص کر رجب کا چاند اہتمام سے دیکھو تاکہ رمضان کا صحیح پتہ چل سکے اور اسی طرح فرماتے تھے کہ شعبان کا چاند دیکھو اور آپ ﷺ رجب المرجب کا چاند دیکھ کر یہ دعا پڑھتے تھے "اللھم بارک لنا فی رجب وشعبان وبلغنا شھر رمضان" اے اللہ ہمارے ماہ رجب میں بھی برکت عطا فرما اور ماہ شعبان میں بھی برکت عطا فرما اور ہمیں رمضان تک پہنچا، رمضان نصیب فرما۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب رجب المرجب آتا تھا تو اپنی عمر میں برکت و درازیٔ عمر کے لئے دعا فرماتے تھے۔

رمضان کی برکات اور نماز میں خشوع وخضوع پیدا ہونیکا ایک طریقہ

رمضان المبارک کا مہینہ قرآن کریم کی سالگرہ اور قرآن کریم کے نزول کا مہینہ ہے اور بڑی رحمت وبرکت والا مہینہ ہے۔اس مہینہ سے صحیح معنوں میں وہی شخص فیض حاصل کر سکے گا جو رجب اور شعبان سے اس کی تیاری شروع کر دے، جیسے کہ فرض نماز میں خشوع وخضوع اور نماز کی روح اسے ملتی ہے جو آگے پیچھے کی سنتیں بھی پڑھتا ہے۔آپ اس کا تجربہ فرمالیں جو شخص نماز کے آگے پیچھے کی سنتیں پڑھتا ہے اس کی نماز میں وہ خشوع، خضوع اور روح ہوتی ہے جو نہ سنت پڑھنے والے کی نماز میں نہیں ہوتی۔رسول اللہ ﷺ نے یہ سنتیں مقرر فرمائی ہیں۔اس کے بعد فرض کی ادائیگی ہے تو سنت کی برکت سے فرض نماز میں خشوع، خضوع نصیب ہوتا ہے۔بعض اہل اللہ تو نماز سے تھوڑی دیر پہلے مسجد میں آجاتے اور سنت پڑھ کر تھوڑی دیر بیٹھتے تھے۔کسی نے پوچھا آپ اس طرح کیوں کرتے ہیں، جلدی کیوں تشریف لاتے ہیں۔تو انہوں نے فرمایا تاکہ میرے اعضاء کو سکون مل جائے۔اسکے بعد جب میں نماز میں کھڑا ہوں تو میری توجہ پوری اللہ کی طرف ہو جائے، اعضاء کو سکون ملنے کے بعد نماز میں وہ لطف آئے گا جو فوراً آکر شامل ہونے والے کو نہیں ملے گا۔اگر فوراً نماز شروع کرے گا تو تھکن بھی ہوگی سانس چل رہا ہوتا اس حالت میں نماز شروع کریگا تو ظاہر ہے کہ لطف نصیب نہیں ہوگا۔تو شعبان اور رجب ہی سے تیاری شروع کر دی جائے تو رمضان کا پورا پورا مہینہ لطف حاصل ہوگا۔

میرے استاذ حضرت شیخ الحدیث مولانا احمد اللہ صاحب اس کو ایک مثال سے یوں فرمایا کرتے تھے کہ دیکھو بھائی کبھی گھر میں رنگ وروغن کرنا ہوتا ہے تو پہلے پرانے رنگ وروغن کو کھرچ دیا جاتا ہے، صاف کیا جاتا ہے۔پھر نیا رنگ اچھا چڑھتا ہے۔ٹھیک اسی طرح رجب وشعبان سے قلب کی صفائی شروع کر دو تاکہ رمضان المبارک میں قرآن کریم کا صحیح رنگ چڑھ جائے۔

اللہ کے رسول ﷺ کا اہتمام

اللہ کے رسول ﷺ اس کا بڑا اہتمام فرماتے تھے۔حضرت اسامہؓ فرماتے ہیں ہم نے رسول اللہ ﷺ کو جس قدر کثرت سے شعبان المعظم میں روزے رکھتا ہوا دیکھا، اتنا کسی اور مہینے میں نہیں دیکھا صحابہؓ نے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ اور مہینوں میں اتنی کثرت سے روزے نہیں رکھتے جتنی کثرت سے شعبان میں روزے رکھتے ہیں اور گاہے گاہے تو رسول اللہ ﷺ پورے شعبان میں روزے رکھتے تھے تو صحابہؓ نے دریافت کیا یا رسول اللہ! اس کی کیا وجہ ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا شعبان کا مہینہ جو رجب اور رمضان کے درمیان ہوتا ہے اس میں ہمارے اعمال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عالی میں پیش کئے جاتے ہیں لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ جب میرے اعمال اللہ کی بارگاہ میں پیش ہوں تو اس وقت میں روزہ کی حالت میں ہوں۔

صوم وصال

لیکن قربان جائیے رحمۃ للعالمین سید الاولین والآخرین محبوب رب العالمین تاجدار مدینہ جناب رسول اللہ ﷺ پر کہ امت پر کتنی شفقت فرمائی، کیونکہ آپ ﷺ تو مسلسل روزے رکھتے تھے اور کبھی کبھی اس طرح روزے رکھتے کہ نہ سحری تناول فرماتے، نہ افطار فرماتے جسے صوم وصال کہتے تھے۔جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب توراۃ دینے کا ارادہ فرمایا تو فرمایا ایک مہینے کا پہلے اعتکاف کرو اور ایک مہینے کے روزے رکھو، پھر کوہ طور پر آؤ اور ایک مہینہ تک کچھ کھاتا ہے نہ پیتا نہ افطاری نہ سحری۔آپ کہیں گے

کہ ایک مہینہ تک نہ کھائیں تو بھوکے مرجائیں۔نہیں، بھوکے نہیں مرے۔اصل میں ہم اپنے آپ کو دیکھتے ہیں تو دل میں یہ خیال آتا ہے کہ مرجائیں گے کیونکہ ہماری روح اس کی عادی نہیں ہوئی۔میں نے ایک مرتبہ شب قدر کے بیان میں اپنے دوستوں سے یہ سوال کیا کہ آپ کو چیلنج کے ساتھ بتاؤں کہ آج ہی شب قدر ہے تو آپ کیا انعام دیں گے۔تو ایک صاحب مجمع میں سے بولے بکرا کھلائیں گے، میں نے اس پر کہا کسی بھوکے سے پوچھا ''دو اور دو کتنے'' تو اس نے کہا چار روٹی۔تو بھوکے کو تو یہی سمجھ میں آئے گا۔احقر نے کہا کہ بھائی کیا پیٹ ہی کی پڑی ہے؟ یہ کہتے کہ اس کا انعام یہ ہے پوری رات اللہ اللہ کریں گے، بکرا کیا نہیں کھاتے؟ بکرا یہ کوئی انعام ہے؟ انعام تو یہ ہے کہ یوں کہیں آج پوری رات اللہ اللہ کریں گے، غفلت سے نہیں گذاریں گے، حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک مہینہ گذارا۔ایک دور قیامت سے قبل وہ بھی آئے گا۔

یاجوج ماجوج کا نکلنا

کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا میں تشریف لائیں گے اور یاجوج ماجوج قوم نکلے گی۔یہ لوگ دنیا میں فساد مچائیں گے، سب چیزیں کھاجائیں گے، کھانے پینے کا کوئی سامان نہ ہوگا۔حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ساتھیوں کو لیکر پہاڑوں پر چلے جائیں گے، صحابہؓ نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ ان کا کھانا پینا کیا ہوگا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں گے تو ان کا پیٹ بھر جائے گا۔

تو موسیٰ علیہ السلام ایک مہینہ تک اعتکاف میں تھے، ایک مہینے تک مسلسل نہ کھایا، پیا، نہ انکو بھوک لگی اور ایک مہینے کے بعد منہ سے بو آنے لگی معدہ خالی ہوتا ہے تو بو آتی ہے۔

روزہ دار کے منہ کی بو

انہوں نے سوچا کہ اللہ سے ہم کلامی کرنا ہے، اس حال میں ہم کلامی مناسب نہیں مسواک کرلی۔اللہ پاک نے فرمایا مسواک کیوں کرلی، روزہ دار کی منہ کی جو بو ہے ہمارے نزدیک مشک سے زیادہ پیاری ہے، تم نے مسواک کیوں کرلی، اب اس وجہ سے

دن اور روزے رکھو۔قرآن میں ہے ''وواعدنا موسیٰ ثلثین لیلۃ'' ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے تیس راتوں کا وعدہ لیا تھا ''واتممنٰھا بعشر فتم میقات ربہ اربعین لیلۃ'' ہم نے دس راتیں اور بڑھادیں تو چالیس دن پورے فرمائے۔اس کو صوم وصال کہتے ہیں۔اس درمیان نہ ان کو پیاس لگی، نہ بھوک لگی اور نہ کچھ ہوا اور شاید آپ کے علم میں ہوگا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک سفر ہوا تھا مصر سے مدین کی طرف جبکہ فرعون نے آپ کے نام وارنٹ گرفتاری جاری کردیا تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دو سفر

جب آپ مصر سے مدین روانہ ہوئے اور مدین پہنچے تو آپ ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔مدین کی طرف سفر فرعون کے وارنٹ کی وجہ سے ہوا تھا۔خیر مدین پہنچے تو ایک سایہ کی جگہ میں بیٹھ گئے، سایہ درخت کا ہوگا یا کسی پہاڑ کا۔اس سفر میں چونکہ کچھ کھانے پینے کو نہ ملا تھا، بھوک لگی ہوئی تھی، آپ نے بارگاہ الٰہی میں دعا فرمائی ''رب انی لما انزلت الی من خیر فقیر'' اے میرے پروردگار اس وقت جو نعمت بھی قلیل ہو یا کثیر آپ میرے پاس بھیج دیں، میں اس کا سخت حاجتمند ہوں۔ایک سفر یہ ہے اور ایک دوسرا سفر وہ ہے جو آپ نے حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات کیلئے کیا، ناشتہ اور توشہ دان ساتھ لے کر چلے تھے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کی ایک نشانی بتائی تھی کہ جس جگہ پہنچ کر یہ مچھلی گم ہوجائے بس وہی جگہ ہمارے اس بندے سے ملاقات کی ہے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ پاک کے حکم کے مطابق ایک مچھلی اپنی ٹفن میں زنبیل میں رکھ لی اور اپنے خادم حضرت یوشع علیہ السلام کے ساتھ روانہ ہوگئے۔دوران سفر ایک پتھر کے پاس پہنچ کر اس پر سر رکھ کر لیٹ گئے۔یہاں مچھلی میں حرکت پیدا ہوئی اور زنبیل سے نکل کر دریا میں سرنگ بناتی ہوئی چلی گئی۔حضرت یوشع علیہ السلام یہ عجیب واقعہ دیکھ رہے تھے، جب موسیٰ علیہ السلام بیدار ہوئے تو آپ سے پورا واقعہ بتانا بھول گئے اور اس جگہ سے آگے روانہ ہوگئے۔پورے ایک دن ایک رات کا مزید سفر کیا۔جب دوسرے روز صبح ہوئی تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رفیق سے کہا کہ ہمارا ناشتہ لاؤ ''فلما جاوزا قال لفتٰہ اٰتنا غداء نا لقد

لقینا من سفرنا ھذا نصبا" جب وہ دونوں وہاں سے آگے بڑھ گئے تو آپ نے اپنے خادم سے فرمایا کہ ہمارا ناشتہ لاؤ ہم کو تو آج اس سفر سے بڑی تکلیف ہوئی، تھک گئے، اس سے پہلے کی منزلوں میں اور سفر میں کچھ بھی تھکن نہیں مگر یہاں ہوئی۔ خادم نے اوہو" قال ارءیت اذاوینا الی الصخرۃ فانی نسیت الحوت" لیجئے دیکھئے، عجیب بات ہوئی جب ہم اس پتھر کے قریب ٹھہرے تھے اور وہاں آرام کیا تھا، آپ سو گئے تھے تو اس وقت مچھلی کا عجیب قصہ ہوا کہ وہ مچھلی زندہ ہو کر سمندر میں سرنگ بناتی ہوئی چلی گئی اور میرا ارادہ آپ سے ذکر کرنے کا تھا لیکن کسی دوسرے دھیان میں لگ گیا اور شیطان نے وہ بات بالکل بھلادی اور آپ سے تذکرہ کرنا رہ گیا۔" قال ذلک ما کنا نبغ" حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ بات سن کر فرمایا یہی وہ موقع تھا جس کی ہم کو تلاش تھی، چلو اب پچھلے قدم واپس لوٹیں۔" فارتدا علی اثارھماقصصا" سو وہ دونوں اپنے قدموں کے نشان دیکھتے ہوئے الٹے لوٹے۔ ان دونوں سفروں کا قرآن مجید میں تذکرہ ہے۔ پہلا سفر جو میں نے بیان کیا وہ بیسویں سپارہ سورہ قصص میں ہے اور دوسرا سفر جس کا ذکر ہوا، سورہ کہف میں ہے۔ ان دونوں سفروں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھوک لگی اور وہاں یعنی کوہ طور پر تیس یا چالیس رات گذاری مگر ان دنوں میں نہ بھوک لگی نہ پیاس۔

بھوک کا احساس ہوا، اس کی عجیب حکمت

اس پر مفسرین نے عجیب بات لکھی ہے اور یہی بات سنانے کے لئے اس کا ذکر کیا۔ فرمایا کہ مصر سے مدین کا سفر ہوا یا حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات کیلئے سفر ہوا۔ یہ دونوں سفر ایسے ہیں کہ ان میں مخلوق کا سفر مخلوق کی طرف تھا اس لئے بھوک لگی اور کوہ طور پہ مخلوق سفر خالق کی طرف تھا اس لئے نہ بھوک لگی نہ پیاس تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کوہ طور پر صوم وصال تھا۔ حضور اقدس ﷺ بھی صوم وصال رکھتے تھے، نہ افطاری نہ سحری۔ صحابہ تو حضور اقدس ﷺ کے عاشق تھے، آپ کے ایک ایک عمل کی نقل فرماتے تھے صحابہؓ نے بھی صوم وصال شروع کر دیا مگر کمزور ہو گئے۔

حضور ﷺ کی شفقت

تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا "ایکم مثلی" کیا تم میری برابری کرنا چاہتے ہو، کیا تم میری طرح ہو۔ "یطعمنی ربی ویسقینی ربی" میرا رب تو کھلاتا بھی ہے، پلاتا بھی ہے، تم صوم وصال کی طاقت نہیں رکھ سکتے، تم تو سحری بھی کرو، افطاری بھی کرو۔ تو آپ ﷺ ماہ شعبان میں گاہے پورا مہینہ روزہ رکھتے تھے مگر آپ نے اپنی امت کو کتنا بہترین سبق دیا۔ یہ حضور اقدس ﷺ کی اپنی امت پر بے حد شفقت ہے۔ آپ ﷺ نے امت کا کس قدر خیال فرمایا۔

حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا "اذاانتصف الشعبان فلاتصوموا او کماقال علیہ الصلوٰۃ والسلام" اے میرے امتیو! اگر تم شعبان میں روزہ رکھنا چاہتے ہو اور زیادہ روزے رکھنا چاہتے ہو تو پندرہ دن شعبان میں رکھو اور جب نصف شعبان ہو جائے تو اب روزہ مت رکھو۔ اگر روزہ رکھو تو رمضان کا رکھو اس لئے کہ امت کمزور ہے، ضعیف ہے۔ اگر یہ روزہ مسلسل رکھے گی تو ممکن ہے کہ ضعیف ہو جائے اور شعبان کا روزہ نہ فرض ہے نہ واجب ہے، نفل ہے اگر رکھے تو ثواب ہے، نہ رکھے تو کوئی گناہ نہیں لیکن رمضان المبارک کا روزہ فرض ہے۔ ایسا نہ ہو کہ فرض کی ادائیگی میں کمزوری آجائے، ضعف اور کمزوری پیدا ہو جائے اسلئے امت کو سبق دیا کہ پندرہ سے زیادہ روزے نہ رکھو۔

رجب وشعبان میں بیٹری چارج کرلو

تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ حضور اقدس ﷺ رمضان المبارک کا اہتمام شعبان اور رجب سے فرماتے تھے۔ تو جو لوگ ابھی سے رمضان کی تیاری شروع کریں گے توبہ استغفار کر کے اپنے دل کے آئینہ کو صاف اور چمکدار بنائیں گے تو صحیح معنی میں ان پر رمضان المبارک کا رنگ چڑھے گا اور رمضان کی برکتوں سے مالامال ہو سکیں گے۔ میں اپنے دوستوں سے کہا کرتا ہوں کہ ابھی سے تیاری شروع کرنے سے بیٹری چارج ہو جائے گی، یعنی قلب کی بیٹری چارج ہو جائے گی۔

رمضان کی برکات کا اثر

اور جس نے رمضان کی برکتیں صحیح معنی میں لوٹ لیں تو پھر پورا سال اس کے لئے انشاء اللہ، اللہ پاک کے ہر حکم کو پورا کرنا آسان ہوگا اور پورے سال اس کی برکتوں کا اثر رہے گا۔ تو اللہ رب العزت نے یہ آج کی نصف شعبان کی بہت مبارک رات عطا فرمائی ہے، اس رات کی بھی بڑی فضیلت ہے۔

شب جمعہ میں سورہ دخان کی تلاوت کی فضیلت

جو آیتیں میں نے تلاوت کی ہیں یہ قرآن کی مشہور سورت سورہ دخان کی ابتدائی آیات ہیں۔ یہ سورت پچیسویں سپارہ میں ہے۔ جمعہ کی رات میں اس سورت کی تلاوت کے بڑے فضائل ہیں۔ ایک حدیث میں ہے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص نے جمعہ کی رات میں سورہ دخان پڑھی اس کے لئے ستر ہزار فرشتے استغفار کرتے ہیں اور اس کے تمام گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔ یہ ترمذی شریف کی روایت ہے اور ایک کتاب ہے ''جنت کی کنجی'' اس میں بھی جمعہ کی نماز کے بیان میں یہ روایت نقل فرمائی ہے۔

لیلۃ مبارکہ کی فضیلت

اس سورہ دخان کی ابتدائی آیتوں میں اس رات کی فضیلت کا تذکرہ ہے۔ مفسرین کی ایک جماعت کی تفسیر کے مطابق اس سورت میں اللہ تعالیٰ قرآن مجید کی قسم کھا کر ارشاد فرماتے ہیں ''حم والکتاب المبین'' حم، قسم ہے کتاب مبین کی۔ اللہ تعالیٰ جس چیز کی قسم کھاتے ہیں اس سے اس چیز کی عظمت کا اظہار کرنا ہوتا ہے۔ انسان اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتا ہے اور انسان کے لئے غیر اللہ کی قسم کھانا جائز بھی نہیں ہے، حرام ہے کوئی اگر یوں کہے میری قسم، میرے باپ کی قسم، میرے دادا کی قسم، میرے بچے کی قسم تو یہ حرام ہے۔ سب سے بڑی عظمت والے اللہ تعالیٰ ہیں۔ لہٰذا اللہ کے علاوہ کسی کی بھی قسم نہ کھائے۔

لیلۃ مبارکہ کی تفسیر

اولاً تو قسم کھانا ہی نہ چاہئے۔ اس کی عادت نہ بنائے اور اگر قسم کھانے کی ضرورت پیش آئے تو اللہ تعالیٰ کی قسم کھائے، غیر اللہ کی قسم کھانا جائز نہیں ہے۔ تو اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں جن چیزوں کی قسم کھاتا ہے وہ اللہ کے نزدیک احترام والی اور عزت والی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ کتاب حکیم کی قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ ہم نے اس قرآن کریم کو مبارک رات میں نازل فرمایا ہے ''انا کنا منذرین فیها یفرق کل امر حکیم'' اس میں بڑے بڑے معاملات کے فیصلے کئے جاتے ہیں ہمارے حکم سے۔ مفسرین کی ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ ''لیلة مبٰركة'' سے نصف شعبان یعنی پندرہویں شعبان کی رات مراد ہے اور اکثر مفسرین یہ فرماتے ہیں لیلۃ مبارکہ سے مراد لیلۃ القدر ہے اس لئے کہ قرآن مجید میں ایک جگہ یہ فرمایا ہے ''انا انزلنٰه فی لیلة القدر وما ادرٰک مالیلة القدر'' ان آیتوں میں ارشاد فرمایا کہ ہم نے قرآن مجید لیلۃ القدر میں نازل فرمایا اور بالاتفاق لیلۃ القدر رمضان میں ہوتی ہے۔ لہٰذا لیلۃ القدر مبارکہ سے مراد پندرہویں شعبات کی رات نہیں ہوسکتی بلکہ انا انزلنه فی لیلة مبارکة سے مراد بھی شب قدر ہی ہے۔

آیتوں میں تطبیق

جو مفسرین لیلۃ مبارکہ سے پندرہویں شعبان کی رات مراد لیتے ہیں وہ یہ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کی منزلیں تین ہیں ایک ہے قرآن کریم کے نزول کا فیصلہ اور منظوری، تو فیصلہ اور منظوری پندرہویں شعبان کو ہوئے اور قرآن مجید کا نزول لوح محفوظ سے پہلے آسمان پر شب قدر میں ہوا۔ پہلے آسمان پر ایک مقام ہے جسے ''بیت العزة'' کہتے ہیں اس بیت العزت میں شب قدر میں پورا قرآن پاک نازل ہوا۔ اور پھر بیت العزت سے نبی کریم ﷺ کے قلب مبارک پر تئیس ۲۳ سال میں نازل ہوا تو قرآن مجید کی تین منزلیں ہوگئیں۔ ایک اس کے نازل کئے جانے کا فیصلہ، یہ فیصلہ پندرہویں شعبان میں ہوا یوں سمجھو کہ پندرہویں شعبان کو قرآن مجید کے نزول کا بل پاس ہوا، اس اعتبار سے اس رات کو

فضیلت حاصل ہوئی اور اس کی فضیلت میں دس بارہ روایتیں ہیں۔ان تمام کا خلاصہ یہ ہے کسی روایت میں حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ جتنے بچے پیدا ہونے والے ہیں ان کی فہرست لکھ دی جاتی ہے اور جتنے دنیا سے جانے والے ہیں، انتقال کرنے والے ہیں ان کی فہرست تیار کر دی جاتی ہے اور جن جن لوگوں کا نکاح ہونے والا ہے ان کی لسٹ تیار ہو جاتی ہے۔غرض جتنے بڑے بڑے اہم کام ہیں ان کی فہرست بنا دی جاتی ہے اور یہ سب کچھ اس رات یعنی شب براءت میں ہوتا ہے اور شب قدر میں اللہ تعالیٰ یہ کام فرشتوں کو سپرد کر دیتے ہیں کہ آئندہ سال یہ سب کام کرنا ہیں، اتنوں کو اتنا اتنا رزق دینا ہے، اتنوں کو موت آئے گی، اتنوں کی وفات ہوگی، اتنے پیدا ہوں گے، ان کے نکاح ہوں گے۔اگر یہ تفسیر کی جائے اور یہ مراد لی جائے تو دونوں آیتوں میں تطبیق بھی ہو جائے گی اور خلجان بھی باقی نہ رہے گا اور تضاد بھی نہ رہے گا۔تو آج رات ساری اہم باتوں کا فیصلہ ہوتا ہے اس لئے آج کو "لیلۃ الصک" بھی کہا گیا ہے، یعنی دستاویز کی رات۔

لیلۃ مبارکہ کے فضائل، روایات کی روشنی میں

اور اگر یہ مان لیا جائے کہ "لیلۃ مبارکۃ" سے مراد بھی شب قدر ہی ہے تو بھی آج کی اس رات کی فضیلت کے ثبوت کے لئے حضور اقدس ﷺ کی بہت ساری حدیثیں ہیں، تقریباً دس روایتیں ہیں۔

پہلی روایت

حضرت عطاء بن یسارؒ (ان کی وفات ۱۰۳ھ میں ہوئی ہے) آپ فرماتے ہیں "مامن ليلة بعد ليلة القدر افضل من ليلة نصف شعبان" کہ شب قدر کے بعد شعبان کی پندرہویں رات سے افضل کوئی رات نہیں ہے۔

(لطائف المعارف از علامہ ابن رجب حنبلی ص ۱۴۵)

دوسری روایت

عن عائشه رضی الله عنها عن النبی ﷺ قال هل تدرين مافی هذه الليلة يعنی

ليلة النصف من شعبان قالت مافيها يارسول الله ﷺ فقال فيها ان يكتب كل مولود بنی آدم فی هذه السنة وفيها ان يكتب كل هالک من بنی آدم هذه السنة وفيها ترفع اعمالهم وفيها تنزل ارزاقهم.

یہ روایت مشکوٰۃ شریف ص ۱۱۵ پر ہے۔اس حدیث میں حضرت عائشہ صدیقہؓ روایت فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا اے عائشہ! کیا تمہیں معلوم ہے کہ اس رات میں یعنی پندرہویں رات میں کیا کیا ہوتا ہے؟ حضرت عائشہؓ نے دریافت کیا یا رسول اللہ! کیا کیا ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس شب میں یہ ہوتا ہے کہ اس سال جتنے بھی پیدا ہونے والے ہیں سب لکھ لئے جاتے ہیں اور جتنے اس سال مرنے والے ہیں وہ بھی لکھ دیئے جاتے ہیں اور اس رات میں سب بندوں کے اعمال اٹھائے جاتے ہیں، اس رات میں مقررہ روزی اترتی ہے۔

تیسری روایت

عن عطاء بن يسارؒ قال اذا كان ليلة النصف من شعبان دفع الى ملك الموت صحيفة فيقال اقبض من فی هذه الصحيفة فان العبد ليغرس الغراس وينكح الازواج ويبنی البنيان وان اسمه قد نسخ فی الفوتی.

یہ روایت بھی لطائف المعارف ص ۱۴۸، ماثبت بالسنۃ عربی اردو دونوں میں ہے اور مسند عبدالرزاق ص ۳۱۷ جلد ۴ میں موجود ہے۔اس کا ترجمہ یہ ہے:

حضرت عطاء بن یسارؒ فرماتے ہیں کہ جب شعبان کی پندرہویں شب ہوتی ہے تو خدا کی طرف سے ایک صحیفہ ملک الموت کو دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ جن جن لوگوں کے نام اس فہرست میں درج کئے ہیں ان کی روحوں کو قبض کرنا۔اب کوئی بندہ باغوں میں درخت لگا رہا ہے، کوئی شادی کرتا ہے، کوئی مکان کی تعمیر میں مصروف ہوتا ہے حالانکہ اس کا نام مردوں کی فہرست میں لکھا جا چکا ہے، کوئی آدمی کیا کیا پلان بناتا ہے لیکن آج رات میں پتہ نہیں ہمارا نام زندوں کی فہرست میں ہے یا مردوں کی فہرست میں ہے۔اللہ ہی کے علم میں ہے، گذشتہ پندرہویں شعبان میں ہمارے کتنے رشتہ دار، کتنے دوست احباب اسی مسجد میں

یہاں بیٹھے ہوئے تھے، کوئی کہاں سفر میں تھا کوئی کہاں کس کام میں تھا، کس کو معلوم تھا کہ وہ آئندہ سال زمین پر رہوں گے یا زیر زمین پیوند خاک بن جائیں گے مجھے اور آپ کو بھی معلوم نہیں، ائندہ پندرہویں شعبان ملتی ہے یا نہیں آج فیصلہ ہوگا۔ میں ابھی سفر سے لوٹا ہوں، میری ممانی صاحبہ لیسٹر میں رہتی تھی ان کا کل انتقال ہوگیا، ظہر کے بعد دفن کیا گیا، وہ بڑی صحت مند تھیں، آٹھ دن بیمار رہیں، ایک ہفتہ مشین پر رہیں، اچھی صحت تھی، صرف کف سینہ پر جمع ہوگیا، پچاس کے اندر ان کی عمر تھی اور پھر معاملہ ہارٹ اور کڈنی پر گیا اور رات کو دنیا سے بسیں تو کسے کیا معلوم آج کی رات ان کی تقدیر میں نہیں تھیں، صرف ایک روز قبل وصال ہوگیا۔ اللہ کی رحمت والی رات ہے سب مرحومہ کے لئے دعا کریں۔ اللہ تعالی مرحومہ کی بال بال مغفرت فرمائیں۔ ہمارے ماموں مولانا محمد یوسف شیخ صاحب اوران کی اولاد کو صبر جمیل نصیب فرمائے۔

چوتھی روایت

عن عثمان بن محمد بن مغیرہ بن اخنسؓ قال قال رسول اللہ ﷺ تقطع الاجال من شعبان الیٰ شعبان حتی الرجل ینکح ویولدله وقد خرج اسمه فی الموتیٰ.

یہ روایت علامہ طبری کی کتاب جامع البیان فی تفسیر القرآن ج ۲۵، ص ۶۵ علامہ قرطبی کی کتاب الجامع لاحکام القرآن ج ۱۶، ص ۱۲۶ پر اور تفسیر ابن کثیر ج ۴، ص ۱۳۷ پر نقل کی ہے اس کا ترجمہ یہ ہے:

حضرت عثمان بن محمدؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ساکنان ارض کی عمریں ایک شعبان سے دوسرے شعبان تک کی طے کی جاتی ہیں یہاں تک کہ انسان شادی بیاہ کرتا ہے، اس کے یہاں بچے پیدا ہوتے ہیں اور حال اس شادی کرنے والے کا یہ ہے کہ اس کا نام تو اس سال میں وفات پانے والوں کی فہرست میں لکھا گیا ہے اور اس کو معلوم بھی نہیں ہے اور ابھی ہماری ممانی انڈیا گئی تھیں، بیٹے کا رشتہ طے کر کے آئی ہیں۔ تو انسان شادی بیاہ کرتا ہے، رشتے طے کئے جاتے ہیں حالانکہ اس کا نام مردوں کی فہرست میں درج ہو چکا ہے۔

پانچویں روایت

راشد بن سعد فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

فی لیلة النصف من شعبان یوحی اللہ تعالیٰ الیٰ ملک الموت یقبض کل نفس یرید قبضها فی تلک السنة

(اخرجہ الدینوری فی المجالسۃ روح المعانی ج ۲۵، ص ۱۱۳) شعبان کی پندرہویں شب کو اللہ تعالیٰ ان تمام روحوں کو قبض کرنے کی تفصیل ملک الموت کو بتادیتے ہیں جو اس سال قبض کی جائیں گی۔

چھٹی روایت

عن ابی بکرؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ینزل اللہ الی سماء الدنیا لیلة النصف من شعبان فیغفر لکل شئی الارجل مشرک اور رجل فی قلبه شحناء.

یہ روایت شعب الایمان بیہقی میں ج ۳، ص ۳۸۰ پر ہے۔ اسی طرح علامہ بغویؒ نے اس کی شرح السنۃ للبغوی میں ج ۴، ص ۱۲۶ پر نقل کی ہے۔ اس روایت میں حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں شب کو آسمان دنیا کی طرف نزول اجلال فرماتے ہیں اور اس شب ہر کسی کی مغفرت کردی جاتی ہے سوائے مشرک کے یا ایسے شخص کے جس کے دل میں بغض یا کینہ ہو۔ ان دو آدمیوں کی مغفرت نہیں کی جاتی۔

ساتویں روایت

عن عائشه قالت فقد ت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلة فخرجت فاذا هو بالبقیع فقال اکنت تخافین ان یحیف اللہ علیک و رسوله قلت یارسول اللہ ظننت انک اتیت بعض نسائک فقال ان اللہ تبارک وتعالیٰ ینزل لیلة النصف من شعبان الیٰ سماء الدنیا فیغفر لا کثرمن عدد شعر غنم کلب .

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ایک رات میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے پاس نہ پایا تو میں آپ کی جستجو میں نکلی، کیا دیکھتی ہوں کہ آپ جنت البقیع میں تشریف فرما ہیں، آپ ﷺ

نے ارشاد فرمایا اے عائشہ! کیا تمہیں یہ اندیشہ ہے کہ خدا اور رسول تم پر زیادتی کر سکتے ہیں، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے یہ خیال ہوا کہ شاید آپ کسی دوسری اہلیہ کے پاس تشریف لے گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا بلا شبہ اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں شب آسمان دنیا کی طرف نزول اجلال فرماتے ہین اور بنو کلب کی بکریوں کے بال کے برابر لوگوں کی مغفرت فرمادیتے ہیں۔ یہ روایت ترمذی شریف ج ۱، ص ۱۵۶ پر ہے۔ اسی طرح یہ روایت ابن ماجہ ص ۱۰۰ اور مسند احمد اور شعب الایمان میں بھی ہے نیز مصنف ابن ابی شیبہ میں بھی ہے اسی طرح علامہ بغویؒ نے بھی اس کو شرح السنہ میں بیان فرمایا ہے۔

آٹھویں روایت

عن ابی موسی الا شعریؓ عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ان الله لیطلع فی النصف من شعبان فیغفر لجمیع خلقه الا لمشرک اومشاحن .

اس روایت میں بھی یہی مضمون ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نصف شعبان کی رات میں اللہ تعالیٰ سب کی مغفرت فرمادیتے ہیں سوائے مشرک اور کینہ پرور کے۔ یہ حدیث ابن ماجہ ص ۱۰۱ پر ہے۔ اسی طرح بیہقی اور مشکوٰۃ شریف ص ۱۱۵ پر بھی یہ روایت ہے۔

نویں رویت

نویں روایت حضرت معاذ بن جبلؓ کی ہے۔ اس کا مضمون بھی وہی ہے جو ابھی بیان ہوا۔ یہ روایت بیہقی میں ہے۔

دسویں روایت

ابوثعلبہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب نصف شعبان کی رات ہوتی ہے تو خداوند تعالیٰ اپنی مخلوق پر نظر رحمت ڈال کر مسلمانوں کی مغفرت فرمادیتے ہیں اور کافروں کو مہلت دیتے ہیں اور کینہ پروروں کو ان کے کینہ کی وجہ سے چھوڑ دیتے ہیں تاوقتیکہ وہ اپنا کینہ چھوڑ دیں۔ یہ روایت بیہقی کی شعب الایمان ج ۳، ص ۳۸۲ پر ہے۔

گیارہویں روایت

گیارہویں روایت حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے ہے، وہ فرماتے ہیں "لیطلع الله عزوجل الیٰ خلقه لیلة النصف من شعبان فیغفر لعباده الاالاثنین مشاحن وقاتل النفس"، اس روایت میں یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی شب (اللہ) اپنی مخلوق پر نظر رحمت فرماتے ہیں۔ پس سب بندوں کی مغفرت فرمادیتے ہیں مگر دو قسم کے آدمیوں کی مغفرت نہیں ہوتی۔ ایک مشرک اور دوسرے قاتل کی جو کسی کو قتل کردے، اس کی مغفرت نہیں ہوتی۔ (مسند احمد ج ۲، ص ۱۷۶)

بارہویں روایت

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ اس کا مضمون بھی بعینہ وہی ہے جو ابھی اوپر روایت میں بیان ہوا بارہ روایات آپ کو سنائیں۔ اب بھی اللہ کے رسول ﷺ کی باتوں پر یقین آتا ہے یا نہیں؟

یہ رات عبادت کی ہے، رسم ورواج کی نہیں

بعض لوگ اس رات کو مانتے ہی نہیں، کہتے کہ اس رات کی کوئی اہمیت نہیں، کوئی فضیلت نہیں ہے۔ اتنی حدیثیں تو آپ کو سنادیں، ان کے علاوہ اور بھی روایات ہیں۔ اگر قرآنی آیت سے اس رات کی فضیلت ثابت نہ ہوسکے مگر رسول اللہ ﷺ کی احادیث سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔ ہاں یہ بات اپنی جگہ ہے کہ عبادت کی قسموں میں سے کوئی خاص عمل اس رات میں فرض نہیں ہے مگر فضیلت حاصل کرنے کو اللہ تعالیٰ کی رضامندی وخوشنودی کی غرض سے خود سے جس قدر ہوسکے اتنا جاگ کر عمل کرے، عبادت کرے اور نہ جاگنے والوں کو حقیر نہ سمجھے۔ اس رات میں رسم ورواج نہ کیا جائے، اس رات میں ہو یا کسی اور رات میں اسلام میں رسم ورواج کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ یعنی اس رات میں عبادت کرنا ہے جیسا کہ ایک روایت انشاء اللہ آپ کو سناؤں گا کہ حضرت علیؓ نے روایت فرمائی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "قوموا لیلها وصو موا نهارها" (ابن ماجہ ص ۱۰۰۔ شب الایمان للبیهقی

ج ۳،ص ۳۷۸) کہ اس رات میں اللہ کے سامنے کھڑے ہو کر عبادت کرو اور دن میں روزہ رکھو۔ تو اس رات میں نفل عبادت کا حکم ہے۔ صرف جاگنا عبادت نہیں ہے، بعض لوگ سمجھتے ہیں چلو اس رات میں جاگنا ہی ہے تو ہم جاگ لیں گے اور تاش لیکر بیٹھ جاتے ہیں یا اور کوئی کھیل لیکر بیٹھ جاتے ہیں، یہاں تو الحمد للہ یہ بات نہیں ہے۔ لیکن انڈیا، پاکستان میں جب یہ مبارک رات آتی ہے تو نوجوان سائیکل لیکر نکل جاتے ہیں اور گھومتے رہتے ہیں یا پھر آتش بازی کا مشغلہ اختیار کرتے ہیں یا پھر بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ پندرہویں شعبان کی رات میں حلوا کھانا ضروری ہے۔ بھائیو اور دوستوں! یہ حلوے کی رات نہیں ہے، جلوے کی رات ہے۔ اگر کوئی یہ ضروری سمجھے کہ اس رات میں حلوا پکانا اور کھانا ہی ضروری ہے تو یہ ایک رسم ہے، بدعت ہے۔ یہ رات تو عبادت اور اللہ کو راضی کرنے کی ہے۔ ہم رسم ورواج کو نہیں مانتے۔ ہاں، دل بھر کر اللہ کی عبادت کرو، ہمیں اللہ کے رسول ﷺ نے جن باتوں کا حکم کیا ہے کریں اور جن کاموں سے منع کیا ہے وہ چھوڑ دیں۔

حضرت عائشہؓ والی روایت

ایک روایت میں آتا ہے، یہ بڑی طویل روایت ہے۔ اس کے بعد کچھ باتیں توبہ کے متعلق اور کچھ باتیں اللہ کی رحمت کے متعلق عرض کروں گا انشاء اللہ۔ اب وہ روایت ذرا اور وضاحت سے سماعت فرمائیں۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ ایک رات پندرہویں شعبان تھی اور باری میری تھی۔ نبی کریم ﷺ کی گیارہ ازواج مطہرات تھیں اور حضور اقدس ﷺ کی جتنی ازواج مطہرات ہیں وہ ہماری مائیں ہیں۔ قرآن میں ہے "وازواجه امهاتهم" نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی تمہاری جانوں سے بھی زیادہ پیاری ہے "وازواجه امهاتهم" اور ان کی جتنی بیویاں ہیں سب مؤمن کی مائیں ہیں۔

ہمارے ماں باپ قربان جائیں حضور ﷺ کی ازواج مطہرات پر (آپ بھی سب ایک مرتبہ پڑھ لو وازواجه امهاتهم) نبی کریم ﷺ کو چار سے زیادہ ازواج کرنے کی اجازت تھی۔ اس کی حکمت اور آپ کی خصوصیت کے ہونے کے متعلق تفصیلات پہلے آپ کے سامنے بیان کر چکا ہوں اس لئے اس وقت ان تفصیلات میں نہیں جاتا نبی کریم ﷺ کی

بہت سی خصوصیات تھیں۔ یہ بھی آپ کی ایک خصوصیت تھی، قرآن میں ہے "خالصة لك من دون المؤمنين" یہ صرف آپ کے لئے خاص ہے، دیگر مؤمنین کو اس کی اجازت نہیں۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ پر تہجد کی نماز فرض تھی، امت پر فرض نہیں ہے۔ حضور ﷺ کے لئے صوم وصال تھا، یہ آپ کی خصوصیت ہے، امت کے لئے صوم وصال نہیں ہے۔ تو ان خصوصیات میں سے یہ بھی آپ کی ایک خصوصیت تھی کہ آپ کے لئے گیارہ بیویوں سے نکاح جائز رکھا گیا اور یہ بھی آپ کی خصوصیت تھی کہ آپ پر باری بھی فرض نہیں تھی، آپ کا جب دل چاہے جس بیوی کے پاس جا سکتے تھے لیکن اس کے باوجود نبی کریم ﷺ باری باری ہر ایک کے گھر تشریف لے جاتے تھے۔ ہمیں تو چار سے زیادہ نکاح کی اجازت نہیں ہے۔

بیویوں میں برابری

جس شخص نے ایک سے زیادہ نکاح کیا ہو، دو تین بیویاں ہوں تو اس پر باری مقرر کرنا ضروری ہے۔ ایک رات ایک کے پاس گذارے تو دوسری رات دوسری بیوی کے پاس گذارے۔ ایسا نہیں کہ نئی کے پاس دو شب اور پرانی کے پاس ایک شب یا سارا ہفتہ نئی کے پاس اور ایک رات چلے گئے پرانی کے پاس۔ یہ جائز نہیں ہے۔ اسی طرح دونوں کے درمیان عدل وانصاف بھی ضروری ہے۔ چنانچہ اگر ایک کپڑا ایک کے لئے لائے تو دوسری کے لئے بھی ویسا کپڑا لانا ضروری ہے۔ کھانے کی چیز لاؤ تو دونوں کو برابر دینا ضروری ہے۔ غرض کوئی بھی چیز لاؤ انصاف ضروری ہے۔ اللہ پاک قرآن میں فرماتے ہیں "فان خفتم ان لا تعدلوا فواحدة" اگر تمہیں اپنے نفس پر بھروسہ نہ ہو اور یہ خوف ہو کہ تم برابری نہیں کر سکو گے، عدل وانصاف نہیں کر سکو گے تو پھر ایک ہی بہتر ہے۔

حضرت تھانویؒ کا عدل وانصاف

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی دو بیویاں تھیں۔ عرصہ دراز تک جب پہلی بیوی سے اولاد نہیں ہوئی۔ تب آپ نے دوسری بیوی کی تھی لیکن عدل وانصاف کیا تھا؟ کوئی چیز اگر بازار سے لاتے تھے تو ترازو میں تولتے تھے۔ کسی نے حضرت تھانویؒ سے

عرض کیا آپ نے دو بیویاں کر کے اپنے مریدین کے لئے آسانی پیدا کر دی، میں کہتا ہوں وہ سمجھ رہے ہوں گے کہ آسان کر دیا حالانکہ آپ نے ایک نمونہ قائم کر دیا عدل وانصاف کا، کیا ایسا انصاف کوئی کریگا؟ ان کا ایک مرید ان کے پاس آیا پوچھنے کے لئے کہ حضرت میں دوسری شادی کرنا چاہتا ہوں آپ نے پوچھا مکان کتنے ہیں تو مرید نے کہا حضرت ایک مکان ہے۔ آپ نے فرمایا جب دوسرا مکان ہو جائے تب پوچھنے آنا۔ دوسرا مکان اس نے خرید لیا، پھر پوچھنے کے لئے گیا کہ حضرت دوسری شادی کرنا چاہتا ہوں اجازت ہے؟ فرمایا کتنے مکان ہیں تو اس نے کہا دو تو آپ نے فرمایا جب تیسرا مکان ہو تب پوچھنے آنا تو مرید نے کہا کیوں حضرت! فرمایا ایک نکال دے گی تو دوسری کے گھر جائے گا، دوسری نکال دے گی تو پہلی کے گھر جائے گا، اگر دونوں نکال دیں گی تو کہاں جائے گا؟ تو بھائی ہمارے لئے تو ایک ہی بہتر ہے۔

ہم سے تو ایک کا حق بھی ادا نہیں ہوتا

اگر ایک کا بھی حق ادا کر دیں تو بہت بڑی بات ہے۔ آج کتنے مسلمان ایسے ہیں جو اپنی بیویوں پر ظلم کرتے ہیں۔ بڑی بڑی عمر ہو گئی ہے، دادا اور نانا بن گئے ہیں لیکن بیویوں پر ظلم کرتے ہیں۔ حضور اقدس ﷺ نے حجۃ الوداع میں عورتوں کے حقوق کے بارے میں بہت ہی تاکید فرمائی "استوصوا بالنساء خیرا او کما قال علیہ السلام" دیکھو، عورتوں کے بارے میں تم کو بھلائی کرنے کی وصیت کرتا ہوں، عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا قیامت میں پوچھ ہو گی اور حضور ﷺ دنیا سے تشریف لے جا رہے تھے تو آپ کی زبان مبارک پر یہ جملے تھے "الصلوٰۃ الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم" دیکھو، نماز کا پورا خیال رکھنا اور تمہارے جو نوکر اور غلام ہوں ان پر ظلم مت کرنا اور فرمایا "واتقوا النساء" عورتوں کے بارے میں ڈرتے رہنا، ان پر ظلم مت کرنا۔ تو ہماری تو ایک ہی بیوی ہوتی ہے، اسی پر ظلم کرتے ہیں، اس کا دل دکھاتے ہیں، اس کو کیسی کیسی کڑوی سناتے ہیں حالانکہ اس نے اپنی جوانی ہم پر قربان کر دی ہے۔ میرے دوستو! ہمیں متوجہ ہونے اور آخرت کے فکر کی ضرورت ہے۔

آج دونوں سن لیں، مرد ظلم کریں وہ بھی بہت غلط ہے اسی طرح اگر بیوی اپنے شوہر کا حق ادا نہ کرے، اپنے خاوند پر ظلم کرے یہ بھی بہت غلط ہے۔ ایک چھوٹی سی حدیث سناتا ہوں، اس پر غور کرتے رہو۔ جو شخص اپنی بیوی کی زبان درازی اور اس کی تکالیف پر صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ایسا ثواب عطا فرماتے ہیں جیسا حضرت ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صبر پر ثواب عطا کیا تھا۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے کتنا صبر کیا، اٹھارہ سال تک بیمار رہے، اولاد کا انتقال ہو گیا، جانور مر گئے، بالکل خالی ہاتھ ہو گئے حتی کہ گاؤں والوں نے نکال دیا۔ بس وہ تھے اور ان کی بیوی تھی۔ وہ ان کی خدمت کرتی تھی، بیوی کا نام ہی رحمت تھا اور وہ حضرت ایوب کے لئے رحمت تھی۔ ہر وقت بے چاری خدمت کرتی رہتی تھی۔ تو فرمایا جو بیویوں کی تکلیف پر صبر کرتا ہے۔ کبھی بیوی بھی ایسی ہوتی ہے منہ پھٹ، زبان دراز، اپنے شوہر کو تنگ کرتی ہے۔ یہ میں نہیں کہتا ہوں کہ ہمیشہ قصور صرف مرد کا ہوتا ہے بلکہ کبھی بیوی بھی نافرمان ہوتی ہے، زبان بہت چلاتی ہے، شوہر کو برا بھلا کہتی ہے۔ میری ماں بہنوں سے بھی یہی گذارش ہے کہ وہ بھی اپنے شوہروں کے حق کو پہچانیں اور اس بارے میں اللہ سے ڈرتی رہیں۔

نیک خواتین کے لئے بشارت

ماں بہنوں کے لئے مسئلہ بہت آسان ہے۔ حضور اقدس ا نے فرمایا "المرأة اذاصلت خمسها وصامت شهر هاواحصنت فرجهاو اطاعت بعلها فلتد خل من ای ابواب الجنةشاء ت" یعنی مسلمان عورت جب پانچ وقت کی نماز پڑھ لے، رمضان شریف کے روزے رکھ لے اور اپنی عصمت و عزت کی حفاظت کر لے اور شوہر کی اطاعت کر لے تو ایسی عورت کے متعلق حضور اقدس ﷺ نے بشارت بیان فرمائی کہ جنت کے آٹھوں دروازوں میں سے جس دروازے سے وہ چاہے جنت میں داخل ہو جائے۔ میری مائیں اور بہنیں سوچیں کتنا آسان ہے اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا جو عورت پانچ وقت کی نماز پڑھ لے، ماہ رمضان کے روزے رکھ لے اور جائز کاموں میں اپنے شوہر کی اطاعت کر لے

تو فرمایا آسمانوں میں فرشتے، فضاؤں میں پرندے، جنگل میں درندے اس عورت کے لئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔ (معارف القرآن)

حضرت ایوب علیہ السلام اور حضرت آسیہؓ کا اجر ملے گا

تو شوہر اگر بیوی کی تکالیف کو برداشت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اجر عطا فرمائیں گے جو حضرت ایوب علیہ السلام کو ان کے صبر کی وجہ سے ملا اور میری ماں بہنیں بھی سن لیں اگر خدانخواستہ شوہر اپنی بیوی پر ظلم کرتا ہے، ان کا حق ادا نہیں کرتا اور وہ صبر کرتی رہیں اللہ تعالیٰ کے لئے اپنی طرف سے اپنے شوہر کے حق کی ادائیگی اور خدمت میں کوتاہی نہ کریں۔ فرمایا ایسی عورت جو اپنے شوہر کے ظلم وستم کو برداشت کرتی ہے لیکن طلاق نہیں لیتی ہے اس عورت کو اللہ تعالیٰ وہ اجر عطا فرمائیں گا جو فرعون کی بیوی آسیہؓ کو اللہ نے عطا فرمایا امام غزالیؒ نے اپنی کتاب مکاشفۃ القلوب میں یہ بات لکھی ہے۔ فرعون کی بیوی آسیہ کا کتنا بڑا مرتبہ ہے۔

حضرت آسیہؓ کا مقام

حضور اقدس ﷺ معراج میں تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا بہترین خوشبو آرہی ہے، اے جبرئیل کیا جنت آگئی۔ فرمایا جنت تو بہت دور ہے، یہ آسیہ کی قبر کی خوشبو آرہی ہے۔ تو جو خاتون اپنے شوہر کے ظلم وستم کو برداشت کرے گی اس کو یہ اجر ملے گا اور جو چار باتیں میں نے بتائیں، جو خاتون ان چار باتوں پر عمل کرلے اپنے شوہر سے پانچ سو برس پہلے جنت میں داخل ہوگی اور وہاں اپنے شوہر کا انتظار کرے گی۔

حضرت خدیجہؓ اور حضرت عائشہؓ کی طرف رجحان

ہماری بات اس پر چلی تھی کہ ازواج مطہرات کے یہاں شب گذاری کے لئے باری کرنا حضور اقدس ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض نہیں تھا اس کے باوجود آپ ﷺ نے امت کو سبق دیا کہ باری باری ہر ایک کے گھر شب گذاری کے لئے تشریف لے جاتے تھے اور پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تھے کہ یا اللہ! جو عدل وانصاف مجھے کرنا ہے وہ تو میں نے کرلیا لیکن دل کا رجحان، دل کی محبت، دل کا میلان کسی کی طرف زیادہ ہوجائے تو اللہ

میرے اختیار میں نہیں ہے، اس پر میری پکڑ نہ کرنا۔ یہ روایت آپ لوگوں نے تعلیم میں سنی ہوگی کہ حضور اقدس ﷺ کو اپنی تمام ازواج مطہرات میں دو بیویوں سے بہت زیادہ محبت تھی۔ ایک حضرت خدیجہ الکبریٰؓ دوسری حضرت عائشہ صدیقہؓ۔ حضرت خدیجہ الکبریٰؓ سے اس قدر محبت تھی کہ ان کے انتقال کے بعد ایک عورت آئی وہ بات کرنے لگی تو آپ ﷺ نے فرمایا مجھے خدیجہ یاد آگئی ان کا لب ولہجہ حضرت خدیجہ کی طرح ہے۔ کچھ کھانا بناتے تھے تو حضرت خدیجہ کی سہیلیوں کے گھر بھیجتے تھے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ مجھے کسی عورت پر رشک نہیں تھا مگر حضرت خدیجہ پر بڑا رشک آتا تھا کہ ان کی وفات ہونے کے بعد بھی رسول اللہ ﷺ ان کو یاد فرماتے تھے۔

ازدیاد محبت کی حکمت

اور حضرت عائشہؓ کے متعلق بھی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، کبھی حضرت علیؓ سے فرمایا کبھی حضرت فاطمہؓ سے فرمایا "جو مجھے پسند ہے کیا تمہیں پسند ہے؟ فرمایا ہاں، تو حضور ﷺ نے فرمایا میں عائشہ سے محبت کرتا ہوں تم بھی عائشہ سے محبت کرو"، تو آپ ﷺ کو حضرت عائشہ سے محبت زیادہ تھی۔ اب کوئی کہے اس میں کیا حکمت تھی؟ اس میں حکمت یہ تھی کہ حضور اقدس ﷺ کی گیارہ ازواج مطہرات تھیں، آپ کی اولاد صرف حضرت خدیجہ الکبریٰ سے ہوئی، آپ کا خاندانی سلسلہ انہی سے چلا تو آپ کی نسل حضرت خدیجہ الکبریٰ سے چلی اور آپ کا دین چلا حضرت عائشہؓ سے۔ حضرت عائشہؓ حافظ قرآن تھیں اور دو ہزار دو سو دس حدیثوں کی حافظہ تھیں۔ حضور ﷺ کی باتوں کو بہت زیادہ سمجھتی تھیں، بہت ہی سمجھدار تھیں حضور ﷺ کبھی ان کو فرماتے تھے "حمیرا" "طاہرہ" "طیبہ" اور کبھی فرماتے "خذوا من هذه الحميرا ثلث دينكم" حمیرا پیار سے فرماتے تھے کہ اس حمیرا سے تم دین کا تہائی حصہ حاصل کرو۔ چنانچہ بڑے بڑے صحابہ جب ان کو کوئی مسئلہ سمجھ میں نہیں آتا تھا تو اماں عائشہؓ کے پاس جاتے تھے اور پردہ کی اوٹ میں پوچھتے تھے اماں! یہ حدیث ہماری سمجھ میں نہیں آتی ہے۔ یہ مسئلہ سمجھ میں نہیں آرہا ہے، حضرت عائشہؓ اس کا تشفی بخش جواب عنایت فرماتی تھیں فرماتی تھیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا۔ تمام مفسرین کا اور پوری امت کا اس پر اجماع

ہے کہ قرآن کے سب سے بڑے ماہر اور مفسر، ترجمان القرآن حبر الامت حضرت عبداللہ بن عباسؓ ہیں لیکن حضرت عبداللہ بن عباسؓ شاگرد ہیں حضرت عائشہؓ کے۔ تو اس نسبت سے حضرت عائشہؓ پوری امت کی استاد ہوئیں۔ میری مائیں بہنیں غور سے سنیں، عورت بھی کتنا بڑا کام انجام دے سکتی ہے۔

حضور ﷺ کا گھر میں تشریف لانے کا انداز

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں اس رات باری میری تھی، حضور ﷺ مسجد سے دیر سے تشریف لائے اور حضور ﷺ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب آپ گھر میں تشریف لاتے تھے تو دروازہ اتنا آہستہ سے کھولتے تھے کہ سونے والے کی آنکھ نہ کھلے اور سلام بھی اتنا آہستہ کرتے تھے کہ جو جاگ رہا ہے وہ جواب دیدے اور جو سو رہا ہے اس کی نیند میں خلل نہ پڑے، وہ بیدار نہ ہو جائے۔ آپ ﷺ اس کا بہت خیال فرماتے تھے کہ کسی کو تکلیف نہ ہو سنئے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں حضور ﷺ دیر سے تشریف لائے، دروازہ آہستہ سے کھولا، آہستہ سے سلام کیا، میں جاگ رہی تھی اور آپ ﷺ نے اپنے کپڑے اتارے تھوڑی دیر گذرنے نہ پائی تھی کہ آپ ﷺ نے پھر ان کو پہن لیا اور باہر تشریف لے گئے، مجھ کو یہ خیال آیا کہ آپ اپنی ازواج مطہرات میں سے کسی اور کے پاس جا رہے ہیں اس لئے مجھے بہت غیرت آئی، میں آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے ہو گئی، جا کر دیکھا تو آپ جنت البقیع میں مسلمان مردوں عورتوں کے لئے استغفار کر رہے ہیں میں نے دل میں کہا کہ آپ ﷺ پر میرے ماں باپ قربان ہو جائیں آپ خدا کے کام میں مصروف ہیں اور میں دنیا کے کام میں، وہاں سے واپس اپنے حجرہ میں چلی آئی اور اس آنے جانے میں میرا سانس پھول گیا، اتنے میں حضور اقدس ﷺ تشریف لے آئے اور آپ ﷺ نے میرے سانس کی کیفیت ملاحظہ فرمائی تو ارشاد فرمایا اے عائشہ! یہ سانس کیوں پھول رہا ہے؟ میں نے عرض کیا آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں، آپ میرے پاس تشریف لائے اور آپ نے جلدی سے دوبارہ کپڑے پہن لئے، مجھ کو یہ خیال کر کے سخت رشک ہوا کہ آپ ازوج مطہرات میں سے کسی اور کے پاس تشریف لے جا رہے ہیں اس لئے میں باہر نکلی یہاں تک کہ میں نے آپ کو بقیع غرقد میں دیکھا۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا عائشہ! تمہارا یہ خیال ہے کہ خدا اور خدا کا رسول تمہارا

حق ماریں گے اور تمہارے ساتھ انصاف نہیں کریں گے، دراصل بات یہ ہوئی کہ میرے پاس جبرئیل امین علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا کہ یہ رات شعبان کی پندرہویں رات ہے اور خداوند عالم اس رات میں بہت سے لوگوں کو دوزخ سے آزاد کرتا ہے جو کہ قبیلہ کلب کی بکریوں کی بالوں سے بھی زیادہ ہوتے ہیں مگر اس میں خدا تعالیٰ مشرکین، کینہ ور، رشتہ ناطے توڑنے والے، ازار ٹخنوں سے نیچے رکھنے والے، ماں باپ کے نافرمان اور شراب کے عادی لوگوں کی طرف نظر رحمت نہیں فرماتے۔

اس کے بعد حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا اے عائشہ! کیا تم مجھ کو اجازت دیتی ہو کہ آج رات قیام کروں۔ میں کہا بے شک آپ ﷺ پر میرے ماں باپ قربان ہوں چنانچہ آپ ﷺ نماز میں میں مشغول ہو گئے اور آپ ﷺ نے قیام کے بعد ایک طویل سجدہ کیا یہاں تک کہ مجھے خیال ہوا کہ آپ کی وفات ہو گئی، میں نے چھونے کا ارادہ کیا اور آپ ﷺ کے تلووں پر اپنا ہاتھ رکھا، میں نے آپ ﷺ کے جسم اطہر میں زندگی کے آثار محسوس کئے تو مجھے اطمینان ہوا، میں نے آپ ﷺ کو سجدہ میں یہ دعا مانگتے ہوئے سنا:

"اعوذ بعفوک من عقابک واعوذ برضاک من سخطک واعوذ بک منک جل وجھک لا احصی ثناءً علیک انت کما اثنیت علیٰ نفسک"

صبح کو میں نے آپ ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اے عائشہؓ! تم اس دعا کو یاد کرو گی؟ میں نے عرض کیا ضرور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اس دعا کو سیکھ لو۔ مجھ کو یہ کلمات جبرئیل علیہ السلام نے سکھائے ہیں اور کہا ہے کہ سجدہ میں بار باران کلمات کو پڑھا کروں۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان ص ۳۸۴ ج ۳)

بزرگو اور دوستو! یہ حضرت عائشہ والی روایت ہے۔ آپ نے سنا کہ حق تعالیٰ کلب کے قبیلہ کی بکریوں کے بال کے مانند مخلوق کو جہنم سے آزاد کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اس رات میں اپنی رحمت کی نظر ان لوگوں کی طرف نہیں کرتا جو مشرک ہیں۔ یعنی جو لوگ اللہ کے ساتھ اللہ کی ذات میں اس کی صفات میں دوسرں کو شریک کرتے ہیں۔ ہمیں پیدا کس نے کیا؟ اللہ نے ہمیں اولاد کس نے دی؟ اللہ نے، رزق کس نے دیا؟ عزت کس نے دی؟ سب چیز اللہ تعالیٰ ہی عطا فرماتے ہیں جب ہر چیز اللہ تعالیٰ ہی عطاء فرماتے ہیں تو یہ ہمارا

عقیدہ ہے اور اسی کا نام توحید ہے۔ اب اگر کوئی شخص کسی پیر سے بیٹا مانگے یا کسی کی قبر پر جا کر سجدہ کرے اور ان سے عزت مانگے، بیٹا مانگے، روزی مانگے اور اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک کردے اور اس سے بھی اپنی مرادیں مانگنا شروع کردے تو یہ شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ اس رات میں مشرک کی مغفرت نہیں فرماتے۔ قرآن پاک میں اللہ پاک نے صاف ارشاد فرمایا "ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر مادون ذلک لمن یشاء" مشرک کی اللہ تعالیٰ مغفرت نہیں کرے گا اور ان کے علاوہ اللہ جس کی چاہے مغفرت کردے گا، وہ حاکم ہے، اسی کے اختیار میں سب کچھ ہے جس کی چاہے مغفرت کردے اور جس کی چاہے پکڑ کر لے۔

فضل الٰہی

اللہ تعالیٰ جس پر اپنا فضل فرمادیں تو وہ نجات پاجائے گا اور اگر اللہ تعالیٰ اپنی صفت عدل کی بنیاد پر قیامت میں فیصلہ کرنے لگے تو کوئی آدمی چھوٹ نہیں سکتا۔ پنجابی زبان میں کسی نے بہت خوب کہا ہے۔۔۔ع

عدل کرے تو لٹیاں فضل کرے تو چھٹیاں اللہ پاک عدل کریں اور ایک ایک چیز کا حساب لینا شروع کردیں تو ہم برباد ہوجائیں اور فضل فرمادیں تو نجات ہوجائے۔ ایک حدیث میں حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا مگر اللہ کی رحمت سے۔ کسی صحابی نے عرض کیا "وانت یارسول اللہ" کیا آپ بھی؟ (ﷺ) آپ تو سید الاولین والآخرین ہیں، امام الانبیاء نبی الانبیاء ہیں، کیا آپ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر جنت میں داخل نہیں ہوں گے؟ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں "الاان یتغمدنی الرحمۃ" یہ کہ میرا رب مجھے بھی اپنی رحمت میں ڈھانپ لے۔ یہ بخاری شریف کی روایت ہے۔

عمل صالح سے فضل الٰہی متوجہ ہوتا ہے

اس حدیث کا یہ مطلب نہ سمجھیں کہ اب عمل کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ بے شک ہمارے عمل تو کسی چیز کے قابل نہیں ہیں جب تک اللہ کا فضل شامل حال نہ ہوگا۔ معاملہ

مشکل ہی ہوگا مگر یہ بھی ذہن میں رہے کہ عمل کریں گے تو اللہ کا فضل متوجہ ہوگا اللہ تعالیٰ بڑے قدردان ہیں، اللہ پاک کسی بھی محنت کرنے والے کی محنت کو ضائع نہیں کرتے ارشاد فرمایا "ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین" لہٰذا اس حدیث کا یہ مطلب ہرگز نہ سمجھا جائے کہ جب مدار فضل الٰہی پر ہے تو پھر عمل کی کیا ضرورت۔ عمل کے اندر خوب ذوق وشوق سے لگے رہیں بلکہ اللہ پاک سے مزید توفیق مانگتے رہیں اور اعمال صالحہ کی توفیق مل جانا ہی اس بات کی علامت ہے کہ اللہ پاک انشاء اللہ اپنا فضل فرمائیں گے۔

ان لوگوں کی مغفرت نہیں ہوتی

تو اس رات میں بے شمار لوگوں کی مغفرت ہوتی ہے مگر مشرک کی مغفرت نہیں ہوتی، شب قدر میں بھی مشرک کی بخشش نہیں "ولا الیٰ مشاحن" اسی طرح جو شخص کینہ پرور ہے اس کی بھی اس رات میں بخشش نہیں ہوتی۔ دل میں کینہ رکھنا، بغض رکھنا یہ بھی بہت بڑا گناہ ہے۔ یہ دل کا گناہ ہے، اس کو ہم کچھ نہیں سمجھتے مگر اللہ کی نظر میں بہت سنگین گناہ ہے۔ یہ دل کا گناہ ہے اسکو ہم کچھ نہیں سمجھتے مگر اللہ پاک کی نظر میں بہت سنگین گناہ ہے۔ دل صاف ہونا چاہیئے۔ ایسا دل جو کینہ، حسد اور بغض سے پاک ہو تو وہ بہت پسندیدہ ہے، ایک واقعہ آپ کو پہلے سنایا تھا۔

دل کی صفائی پر بارگاہ نبوی سے جنت کی بشارت کا ایک واقعہ

ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ تشریف فرما تھے، صحابہ مثل پروانوں کے ارد گرد جمع تھے کہ اتنے میں حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا ابھی تم پر ایک جنتی شخص ظاہر ہوگا، اس کو دیکھنا ہو تو دیکھ لو بہت مبارک شخص ہے۔ اس کے مبارک ہونے میں کیا شک ہے جس کے بارے میں حضور اقدس ﷺ جنتی فرمادیں۔ حضور ﷺ کے اس مبارک جملے اور خوشخبری کے بعد صحابہ کرامؓ ہمہ تن متوجہ ہوگئے۔ چنانچہ ایک صحابی تشریف لائے اور بیٹھ گئے، تھوڑی دیر کے بعد مجلس مبارک برخاست ہوگئی۔ دوسرے دن پھر اسی طرح مجلس مبارک تھی اور حضور اقدس ﷺ نے وہی گذشتہ کل والا جملہ ارشاد فرمایا کہ ابھی تم پر ایک جنتی شخص ظاہر ہوگا۔ چنانچہ دوسرے

دن بھی وہی صحابی تشریف لائے۔جب تیسرا دن ہوا تو حضور اقدس ﷺ نے وہی جملہ ارشاد فرمایا اور تیسرے دن بھی وہی صحابی تشریف لائے۔تیسرے دن جب مجلس ختم ہوئی تو ایک صحابی حضرت عبداللہ بن عاصؓ ان کے پیچھے ہوگئے کہ دیکھیں تو سہی ان کا کیا عمل ہے۔کہ تین دن تک حضور اقدس ﷺ ان کے جنتی ہونے کی بشارت دیتے رہے۔حضرت عبداللہ نے ان سے دوستی کی اور عرض کیا کہ میری والد صاحب سے کچھ لڑائی ہوگئی ہے،میں چاہتا ہوں کہ تین چار دن تک آپ کے پاس رہوں۔ان کا اصل مقصد تو ان کا اعمال دیکھنا تھے۔ چنانچہ انہوں نے فرمایا بہت شوق سے آپ رہئے۔چنانچہ ان کے پاس تین رات رہے،ان کا خیال تو یہ تھا کہ شاید پوری رات عبادت کرتے ہوں گے مگر انہوں نے دیکھا کہ وہ رات کو آرام فرماتے ہیں البتہ اگر رات کو آنکھ کھل جاتی تو بستر پر لیٹے لیٹے اللہ کا ذکر کرلیتے اور اللہ اکبر کہتے اور جب فجر کی نماز کا وقت ہوتا تو نماز کے لئے تشریف لے جاتے۔رات کو یہ ان کے اعمال دیکھے البتہ ایک بات انہوں نے خاص طور پر دیکھی کہ ان کی زبان سے بجز کلمہ خیر کے کوئی اور بات نہیں نکلتی تھی۔کسی کی غیبت نہیں،جھوٹ نہیں،گالی گلوج گلوج نہیں برا بھلا نہیں،سخت کلامی نہیں۔جب تین دن گذر گئے تو حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں قریب تھا کہ میں ان کے عمل کو حقیر سمجھوں تو آخر میں نے ان سے عرض کیا بھائی!میرے اور میرے والد کے درمیان الحمدللہ کوئی رنجش نہیں ہوئی مگر بات یہ ہے کہ تین دن تک رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے تمہارے متعلق یہ بشارت سنی ’’کہ ابھی تم پر وہ شخص ظاہر ہوگا جو جنتی ہے‘‘اور تینوں مرتبہ تم ہی ظاہر ہوئے لہٰذا میرے دل میں یہ خواہش ہوئی کہ میں تمہارے ساتھ رہ کر تمہارے پوشیدہ اعمال دیکھوں تاکہ میں بھی ان اعمال میں تمہاری اقتداء کروں، بس یہی مقصد تھا مگر میری نظر میں کوئی خاص عمل نہیں آیا،اب آپ ہی بتائیں کہ وہ کونسی بات ہے جس نے تم کو اس رتبہ تک پہنچایا۔انہوں نے عرض کیا عمل تو اس کے سوا کچھ نہیں جو تم دیکھ چکے۔جب میں ان کے پاس سے چلا تو انہوں نے مجھے آواز دی اور فرمایا عمل تو اس کے سوا کچھ نہیں جو تم دیکھ چکے البتہ اتنی بات ہے کہ میں کسی مسلمان کی طرف سے اپنے دل میں کدورت اور کینہ نہیں رکھتا اور کسی نعمت پر جو اللہ تعالیٰ نے کسی بندے کو عطا فرمائی ہو،حسد

نہیں کرتا۔الحمدللہ ہر ایک کی طرف سے دل پاک صاف رہتا ہے حضرت عبداللہ بن عاصؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یہی وہ تمہاری پیاری اور مقبول خصلت ہے جس نے تم کو اس رتبہ تک پہنچایا۔

کینہ نہ رکھنا حضور ﷺ کی سنت ہے

آج ہماری حالت تو یہاں تک ہوچکی ہے کہ بیٹا باپ سے کینہ رکھتا ہے تو باپ بیٹے سے کینہ رکھتا ہے۔بھائی بھائی سے بغض رکھتا ہے ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت انسؓ سے ارشاد فرمایا "یا بنی ان قدرت ان تصبح وتمسی ولیس فی قلبک غش لا حد فافعل" "اے پیارے بیٹے!اگر تم اس بات پر قدرت رکھتے ہو کہ تم اس حالت میں صبح وشام کرو کہ تمہارے دل میں کسی کی طرف سے کھوٹ،کینہ،کپٹ نہ ہو تو ایسا ضرور کرو۔پھر اس کے بعد حضواقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا،یہ جملہ مبارک بہت غور سے سننے کے قابل ہے،فرمایا "یابنی ذلک من سنتی" فرمایا اے میرے پیارے بیٹے یہ میری سنت ہے،میرا طریقہ ہے،میرا دل ہر ایک کی طرف سے بالکل پاک صاف شفاف آئینہ کی طرح رہتا ہے۔تو دل صاف رکھنے کے متعلق حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ میری سنت ہے،میرا طریقہ ہے "ومن احب سنتی فقد احبنی" اور جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی "ومن احبنی کان معی فی الجنة" اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔یہ حدیث مشکوٰۃ شریف ص ۳۰ پر ہے۔تو کینہ،بغض اور حسد بہت بری چیز ہیں۔

قاطع رحم کی بخشش نہیں

اور ارشاد فرمایا "ولا الیٰ قاطع رحم" اس رات کے اندر قطع رحمی کرنے والا،رشتہ ناتہ تعلقات کو توڑنے والا اس کی بھی مغفرت نہیں۔جو آدمی رشتہ ناتہ کو توڑتا ہے قرآن مجید میں اس پر لعنت آئی ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد عالی ہے "والذین ینقضون عهد الله من بعد میثاقه ویقطعون ما امرالله به ان یوصل ویفسدون فی الارض اولٰئک لهم اللعنة ولهم سوء الدار" اور جو لوگ خدا تعالیٰ کے معاہدوں کو ان کی پختگی کے بعد توڑتے ہیں اور

اللہ تعالیٰ نے جن علاقوں کے قائم رکھنے کا حکم فرمایا (یعنی صلہ رحمی کا جو حکم فرمایا ہے) ان کو قطع کرتے ہیں اور دنیا میں فساد کرتے ہیں ایسے لوگوں پر لعنت ہوگی اور ان کے لئے جہاں میں خرابی ہوگی۔ (سورۂ رعد، پارہ ۱۳)

اور قرآن کریم میں انہیں کہیں "اولئک هم الخاسرون" فرمایا ہے اور احادیث میں بھی اس پر بہت سخت وعید آئی ہے۔ ایک حدیث میں حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا "لایدخل الجنة قاطع رحم" رشتہ ناتہ کے تعلقات توڑنے والا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔

آج ہم اپنے رشتہ داروں سے تعلقات توڑے ہوئے ہیں، کوئی خالہ سے بات نہیں کرتا ہے، کوئی پھوپھی سے نہیں کرتا کوئی بھائی سے، کوئی بہن سے، بالکل قریبی رشتہ داروں تک سے قطع تعلق کئے ہوئے ہیں۔ بعض تو ایسے ہیں جو اپنی ماں سے تعلق توڑے ہوئے ہیں۔ گذشتہ ہفتہ میرا دل اس قدر دکھا، ایک بوڑھی ضعیفہ عورت میرے پاس آئیں اور کہا کہ میری اولاد مجھے ایسا برا بھلا کہتی ہے کہ میرا دل دکھ جاتا ہے، میں رونے لگتی ہوں تو مجھے کہتے ہیں تم پاگل ہوگئی ہو، تمہیں مینٹل ہوگیا ہے، ایسا برا برا مجھے کہتے ہیں۔ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا قیامت کے قریب ایسا وقت آئے گا کہ دوست کی عزت کی جائے گی اور باپ کو دھکے مارے جائیں گے۔ بیوی کی فرمانبرداری کی جائے گی اور ماں کی نافرمانی کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائیں۔ تو اس رات میں قاطع رحم کی بھی مغفرت نہیں۔ ہم نے اپنے بڑے بڑے بزرگوں کو دیکھا ہے کہ اس رات میں اپنے گھر کے چھوٹے چھوٹے بچوں سے اور گھر والی سے بھی معافی تلافی کرتے ہیں کہ تیرا دل دکھا ہو تو معاف کر دینا۔

حقیقت میں قطع رحمی بہت بڑا گناہ ہے۔ ایک حدیث میں حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا "لا تنزل الرحمة علیٰ قوم فیه قاطع رحم" اللہ تعالیٰ اس قوم پر رحمت نازل نہیں فرماتا جس میں کوئی قطع رحمی کرنے والا موجود ہو۔ جب ایک قاطع رحم کے ہونے سے پوری قوم رحمت الٰہی سے محروم رہتی ہو تو اس قوم کا کیا حال ہوگا جس میں ایک نہیں کئی ایک قاطع رحم ہوں، الامان والحفیظ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائیں اور ہمیں اس سنگین گناہ سے بچنے کی مکمل توفیق عطا فرمادیں۔

والدین کے نافرمان کی بخشش نہیں

اور فرمایا "ولا الی عاق والدیه او کما قال علیه الصلوٰة والسلام" یعنی اس رات میں اس شخص کی بھی مغفرت نہیں ہوتی جو اپنے والدین کی نافرمانی کرنے والا ہو۔ میرے دوستو! میں نے پہلے بھی آپ سے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ تین چیزیں قرآن پاک میں ساتھ ساتھ بیان فرماتے ہیں۔ (۱) ایمان کا جہاں ذکر ہے اس کے ساتھ اعمال صالحہ کا ذکر ہے، قرآن بار بار کہتا ہے "ان الذین آمنو وعملوا الصلحت" (۲) اور جہاں نماز کا ذکر ہے وہاں زکوٰۃ کا ذکر ہے "اقیموا الصلوٰة واتو الزکوٰة" (۳) اور جہاں اللہ پاک نے اپنی عبادت کا حکم فرمایا ہے اس کے ساتھ ہی والدین کی اطاعت اور فرمانبرداری کا حکم فرمایا ہے، ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے کو بیان فرمایا ہے۔ ارشاد فرمایا "وقضیٰ ربک ان لا تعبدوا الا ایاہ" آپ کے رب نے یہ فیصلہ کر دیا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو "وبالوالدین احساناً" اور ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ کہیں قرآن نے کہا "واذ اخذنا میثاق بنی اسرائیل لاتعبدون الا الله وبالوالدین احساناً" کہیں ارشاد فرمایا "ان اشکرو لی ولوالدیک" میرا شکر ادا کرو اور ماں باپ کا بھی شکر ادا کرو۔ تو جہاں اللہ پاک اپنا احسان جتلاتا ہے وہاں اللہ تعالیٰ ماں باپ کے احسان کا بھی ذکر کرتا ہے۔ ایک روایت میں نے پڑھی دل کانپ اٹھا۔ ابھی ہمارے ایک ساتھی نے انگریزی میں ایک پرچہ نکالا ہے اس میں ماں باپ کے حقوق اور ان کی خدمت کے فوائد بیان کئے ہیں۔ انہوں نے ایک حدیث نقل کی ہے کہ جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کی عمر میں برکت ہو اور رزق میں برکت ہو اس کو چاہئے کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرے اور ان کی خدمت کرتا رہے، کون یہ نہیں چاہتا؟ سو سال کے بوڑھے سے بھی پوچھیں کہ ابھی کتنی زندگی اور آپ کو چاہیے؟ تو وہ کہے گا سو سال اور مل جائیں۔

زندگی پر حرص

مولانا رومؒ نے مثنوی شریف میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک بڑھیا تھی، اسکی بیٹی بہت بیمار ہوگئی وہ اس کے لئے دعا کرتی تھی کہ اے اللہ اس کو اچھا کر دے اور کہتی تھی یا اللہ میری

بیٹی نوجوان ہے، اس نے کیا دنیا دیکھی ہے، میں تو اب بڑھیا ہو چکی ہوں، اللہ میری اب جتنی عمر ہے وہ میری بیٹی کو دیدے اور بجائے اس کے مجھے موت دیدے۔ آدمی کبھی محبت میں ایسی دعا کرتا ہے۔ بڑھیا یہ دعا کر رہی تھی اتفاق سے ایک گائے گذر رہی تھی، قریب میں ایک گھڑا رکھا ہوا (پیتل یا تانبے کا برتن) اس کے اندر اس نے اپنا منہ ڈالا تو اس کے سینگ اس کے اندر پھنس گئے اور گائے گھبرا کر ادھر ادھر بھاگنے لگی۔ وہ گھڑا اس کے سینگ میں پھنسا ہوا تھا۔ اب اتفاق سے وہ گائے اپنا سر دیواروں میں مارتے ہوئے اس بڑھیا کے گھر میں گھس گئی، بڑھیا نے اس کو دیکھا تو سمجھی کہ یہی ملک الموت ہے تو بڑھیا کہتی ہے اے ملک الموت! مجھ جیسی بڑھیا کو لیکر کیا کرے گا، جوان تو وہ سوئی ہوئی ہے۔ تو زندگی پر حرص کی حالت یہ ہے۔ تو ہر آدمی عمر میں برکت چاہتا ہے اور رزق میں برکت کا خواہشمند ہوتا ہے۔ تو حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کی عمر میں برکت ہو تو اسے چاہیئے کہ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرے، ماں باپ کی خدمت کرے۔ نیز رشتہ داروں کے حقوق ادا کرے، صلہ رحمی کرے، ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ ہر مسلمان کو چاہیئے کہ قاطع رحم نہ بنے، ماں باپ اور رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک رکھے اور ان کی دعائیں حاصل کرے۔

اولاد پر ماں باپ اگر ظلم کریں تب بھی حسن سلوک کرو

ایک حدیث جس نے مجھے تڑپا دیا وہ عرض کرتا ہوں۔ ایک صحابی حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا ماں باپ مجھ پر ظلم کرتے ہیں تو کیا میں پھر بھی ان کے ساتھ حسن سلوک کروں؟ سنئے! حضور اقدس ﷺ نے ایک مرتبہ نہیں، دو مرتبہ نہیں بلکہ چار مرتبہ فرمایا "وان ظلما وان ظلما وان ظلما وان ظلما" اگر چہ تیرے ماں باپ تجھ پر ظلم کریں، ظلم کریں، ظلم کریں، تب بھی تو ان کے ساتھ حسن سلوک کر۔ اس ملک میں بہت بڑا المیہ اور بہت بڑی فکر ہے بچے ماں باپ کے عموماً نافرمان ہیں، میں بچوں کو الحمد للہ اس پر متوجہ کرتا رہتا ہوں مگر میں ماں باپ سے بھی عرض کرتا ہوں اس میں ماں باپ کا بھی قصور ہے۔ ماں باپ نے ان کو دین نہیں سکھایا، ایمان نہیں سکھایا، قرآن نہیں سکھا!

اللہ کیا ہے اللہ کے رسول کون ہیں ان کے کیا حقوق ہیں کچھ نہیں سکھایا۔ اب جب بچوں کو کچھ نہیں سکھایا۔ ان کو دینی تعلیم نہیں دی تو اس کے یہ نتیجے ہیں۔

اللہ پاک ہمیں بیدار ہونے اور دینی تقاضوں کو سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اب تک بچوں کا معاملہ تھا تو بیویوں کا معاملہ بھی آرہا ہے، بہت سنگین معاملہ ہے۔ بہت سے گھر برباد ہو گئے، بہت سے نوجوان بچے گھر چھوڑ کر چلے گئے اور بے راہ ہو گئے۔ ان کو دنیا کی تعلیم تو دیدی مگر دین سے محروم رکھا۔ دنیا کی تعلیم خوب شوق سے دیں منع نہیں ہے۔ اکبر الہ آبادی نے بہت عمدہ کہا ہے۔

تم شوق سے کالج میں پڑھو پارک میں پھولو
جائز ہے غباروں میں اڑو، چرخ پہ جھولو
ہاں ایک سخن اکبر عاجز کی رہے یاد
اللہ کو اور اپنی حقیقت کو نہ بھولو

اکبر الہ آبادی مرحوم نے بڑے پتے کی بات کہی ہے، بڑی بڑی ڈگریاں لے لو، دنیا کما لو مگر یہ یاد رکھو پہلے ہم مسلمان ہیں بعد میں سب کچھ ہیں۔

ایک عبرت ناک واقعہ

ایک ہندو کا فون آیا کہ میں کٹر ہندو ہوں، ایک مسلمان لڑکی میرے لڑکے سے شادی کرنا چاہتی ہے تم اسے سمجھاؤ اس کا میرے لڑکے کے ساتھ نباہ نہ ہو سکے گا۔ چنانچہ میں اپنے ایک ساتھی کو لیکر تلاش کرتے کرتے اس لڑکی کے پاس پہنچا۔ لڑکی کو سمجھایا، شریعت کا حکم بتلایا۔ اس لڑکی نے جواب دیا کہ میرے لئے تو دونوں برابر ہیں (انا للہ وانا الیہ راجعون) اس لئے کہ مجھے دین کا تو کچھ علم ہی نہیں ہے، میں جانتی ہی نہیں کہ اسلام کیا ہے اور ہندو کیا ہے (معاذ اللہ) وکیل (LAWYER) تھی وہ لڑکی، اس نے کہا مجھے تو اس سے لو (LOVE) ہو گیا ہے، دل اس کے ساتھ لگ گیا ہے، میں تو اسی کے ساتھ شادی کروں گی، میرے ماں باپ نے مجھے بتایا ہی نہیں کہ دین کیا ہے، ایمان کیا ہے، اسلام کیا ہے، اللہ کیا ہے رسول، کیا ہے؟ چنانچہ اسی ہندو کے ساتھ اس نے شادی کی اور چار مہینے اسے انڈیا

لے جایا گیا، وہ کٹر ہندو تھا، اسے ہندوستان لے گئے اور اسے ہندو بنا کر لائے (اناللہ) ہمارے سامنے تو ایک دو واقعات آئے ہیں ورنہ اس قسم کے سینکڑوں واقعات ہوں گے۔ اس کے ذمہ دار ماں باپ ہیں کہ ہم نے اولاد کو دین نہیں سکھایا، ایمان نہیں سکھایا، دنیا کی چھوٹی چھوٹی باتیں ان کو سکھاتے ہیں ان کی سب چیزوں کی فکر، ان کے بینک بیلنس کی فکر ہے، مکان کی فکر ہے، دوکان کی فکر لیکن دین کی فکر نہیں ہے۔ پھر یہی اولاد ماں باپ کو کِک (لات) (KICK) مار دیتی ہے تو اس میں ماں باپ کا ہی قصور ہے۔ اگر ان کو دین سکھایا ہوتا تو یہ صورت حال نہ ہوتی۔

اللہ کا خوف اللہ کی محبت حفاظت کا ذریعہ ہے

اس ملک میں اولاد کو بچانے کا واحد ذریعہ یہ ہے کہ اللہ کا خوف اور اللہ کی محبت ہمارے دلوں کے اندر ہو۔ جب اللہ کا خوف ہمارے دل میں ہوگا تو ہماری اولاد کے دل میں بھی ہوگا اور ہم اللہ کی اطاعت کریں گے تو ہمارے بچے بھی انشاء اللہ، اللہ کی اطاعت کریں گے ورنہ یہ تو آزاد ملک ہے، فریڈم (FREEDOM) ہر چیز کی آزادی، جیسا ماحول مل گیا اس میں بہہ جائیں گے۔ اگر اولاد کے دل میں اللہ کی محبت ہوگی اللہ کا خوف دل میں ہوگا تو ہم محبت الٰہی کی وجہ سے اللہ کی نافرمانی سے بچیں گے اور اللہ کے احکامات کی پابندی اور عزت کریں تو ہماری اولاد بھی اللہ کے احکامات کی پابندی کرے گی اور اللہ کے احکامات کی عزت کرے گی۔ اور ساتھ ساتھ اپنے ماں باپ کی بھی عزت کرے گی، انکی خدمت کرے گی۔ تو حضور اقدس ﷺ نے ماں باپ کا درجہ بتلاتے ہوئے ارشاد فرمایا اگرچہ وہ تجھ پر ظلم کریں تب بھی تو ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کر۔ خدا کی پناہ، اس حدیث پاک کا ہرگز ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ والدین کو اپنی اولاد پر ظلم کرنے کی اجازت ہے اگر ہم ماں باپ کے مطیع ہیں، خدمت گذار ہیں تو بہت بڑی نعمت حاصل ہے، اس پر اللہ کا شکر ادا کرو مزید اطاعت وخدمت کی نیت کرو اور اگر خدانخواستہ ہم ماں باپ کے یا ان میں سے کسی ایک کے نافرمان ہیں اور وہ زندہ ہیں تو کوئی شرم کی بات نہیں، آج ان سے معافی مانگ لو۔ آج زندگی ہے، ان سے معافی مانگنے اور ان کو راضی کرنے اور ان کی

دعائیں حاصل کرنے کا سنہری موقعہ حاصل ہے۔ لہٰذا بلا تاخیر معافی تلافی کر کے ان کو راضی اور خوش کر لو۔ اللہ پاک ہمارے اس عمل سے راضی ہوں گے۔ دنیا کیا ہے چند دن کی زندگی ہے۔ ماں باپ سے معافی مانگ لو، ماں باپ کا دل تو بہت بڑا ہوتا ہے اور اولاد کے حق میں بہت ہی نرم ہوتا ہے۔

ماں باپ کا رشتہ بے غرض ہوتا ہے

ماں باپ کا ایک رشتہ دنیا میں ایسا ہے جو بالکل بے غرض ہے۔ میاں بیوی کا رشتہ ہے اس میں بھی غرض ہے، بیوی کو میاں سے غرض ہے، میاں کو بیوی سے غرض، بھائی کو بھائی سے غرض، مگر ماں باپ کا جو رشتہ ہے وہ بالکل بے غرض ہے۔ ماں باپ کو اولاد سے کوئی غرض نہیں ہوتی۔ پہلے بھی ایک مرتبہ میں نے درس میں ایک بات کہی تھی اسے لکھ لو۔ ایک باپ ہوتا ہے، اس کے پانچ، چھ، سات آٹھ بچے ہوتے ہیں، گاہے دس بارہ بچے ہوتے ہیں مگر وہ ایک باپ سب کی پرورش کرتا ہے، پالتا ہے پوستا ہے، پروان چڑھاتا ہے، کہاں سے کہاں ان کو پہنچاتا ہے مگر وہ چھ بچے، آٹھ اور دس بچے ایک باپ کو نہیں پالتے۔ لکھ لو میرا یہ جملہ اور اور دیکھ لو دنیا میں۔ آج دنیا میں یہ بڑا انقلاب ہے کیوں؟ جہالت ہے، علم نہیں ہے۔ اگر صحیح تعلیم وتربیت ہو تو کوئی بھی ایسا نہیں کرے گا۔ علم ہوتا تو ماں باپ کی قدر کرتے غرض ماں باپ کا رشتہ بہت مقدس اور بے غرض رشتہ ہوتا ہے۔

والدین کی تربیت، تربیتِ خداوندی کا نمونہ ہے

حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی علیہ الرحمہ نے اپنی مشہور تفسیر معارف القرآن میں بڑی عجیب بات والدین کے سلسلہ میں تحریر فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں، والدین کی تربیت، تربیت خداوندی کا ایک نمونہ ہے۔ (۱) والدین عالم اسباب میں بچے کے وجود کے ایک ظاہری سبب ہیں (۲) ماں باپ اولاد کے ساتھ احسان کرتے ہیں وہ کسی غرض اور عوض کے لئے نہیں (۳) اولاد کی تربیت سے ماں باپ کسی وقت ملول نہیں ہوتے، بڑی بشاشت اور توجہ اور شوق سے ان کی تربیت کرتے ہیں (۴) اولاد کے لئے کوئی کمال ممکن ہو والدین دل وجان سے اس کی آرزو کرتے ہیں اور دوسروں کا حال یہ ہوتا ہے کہ اگر کسی

کو کوئی کمال حاصل ہو جائے تو اس پر حسد کرتے ہیں، اس کو گرانے اور ذلیل کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر ماں باپ اس قدر مخلص ہوتے ہیں کہ وہ اپنی اولاد کے باکمال ہونے پر حسد نہیں بلکہ دل سے آرزو کرتے ہیں، دعائیں کرتے ہیں بلکہ اپنے سے زیادہ اولاد کو باکمال اور ترقی و عروج پر دیکھنے کے خواہشمند اور آرزومند رہتے ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے بعد تعظیم والدین کا حکم دیا اور انہی وجوہ کی بنا پر والدین کی تعظیم اولاد پر تمام شریعتوں میں واجب رہی اور چونکہ یہ حق محض ماں باپ ہونے کی وجہ سے ہے اس لئے ''وبالوالدین'' میں ایمان کی قید نہیں لگائی گئی۔ اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ والدین کی تعظیم والدین ہونے کی حیثیت سے ہر حال میں واجب اور لازم ہے۔ ماں باپ خواہ کافر و فاجر ہوں یا منافق و فاسق ہوں۔ اسی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آذر کی دعوت و تلقین میں ہمیشہ تلطف اور نرمی کو ملحوظ رکھا جیسا کہ سورہ مریم میں مفصل قصہ مذکور ہے اور قرآن و حدیث میں جابجا کافر اور مشرک ماں باپ کے ساتھ بھی حسن سلوک اور احسان کا حکم دیا گیا ہے۔

حضرت کی باتیں بڑی قیمتی ہیں، ملاحظہ فرمائیں معارف القرآن ادریسی (جلد اول، ص ۱۶۹۔۱۷۰) تو میں عرض کر رہا تھا کہ تنہا باپ ہے اور وہ چھ بچے، سات بچے اور آٹھ بچوں کو اکیلا پالتا ہے مگر چھ بچے مل کر ایک باپ کو نہیں پالتے۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ علم نہیں، جہالت ہے۔ اگر علم ہو تو وہ ماں باپ کی قدر کرتے ہیں ان کا احترام کرتے ہیں۔ میں اس سلسلہ میں آپ کو کون کون سے قصے سناؤں۔ تفسیر میں آپ کو سنایا ہے۔ الحمد للہ روزانہ ۲۰ منٹ تفسیر ہوتی ہے، اسمیں تشریف رکھا کریں۔ دین کی بہت سی باتیں سامنے آتی ہیں۔

مسعر بن کدامؒ کا واقعہ

مسعر بن کدامؒ تابعین میں سے ہیں، بہت بڑے محدث ہیں۔ ایک دنیا ان کو مانتی تھی۔ ایران سے، بغداد سے، نہ معلوم کہاں کہاں سے لوگ لوگ ان کے پاس حدیث پڑھنے آتے تھے۔ بڑی مخلوق ان کے درس میں شریک ہوتی تھی۔ یہ مسعر بن کدامؒ جب گھر سے نکلتے تھے، لوگ ان کے استقبال کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے۔ کوئی چاہتا تھا کہ

ان کے جوتے سیدھے کرے، کوئی چاہتا تھا کہ ان کا سامان اٹھائے، ایک دوسرے کے اوپر ٹوٹے پڑتے تھے لیکن جب یہ گھر سے نکلتے تو ان کی بوڑھی والدہ ان کے ہمراہ ہوتیں اور یہ ان کا ہاتھ پکڑ کر دھیرے دھیرے چلتے تھے۔ ایک ہاتھ سے بوڑھی والدہ کا ہاتھ پکڑتے دوسرے ہاتھ میں مصلی ہوتا۔ جب مسجد پہنچتے تو ایک کونے میں والدہ کے لئے مصلی بچھا دیتے اور ان کی بوڑھی والدہ اس پر نماز پڑھتیں اور مسعر بن کدامؒ اپنے شاگردوں کو حدیث پڑھانے میں مشغول ہو جاتے۔ جب درس سے فارغ ہوتے تو والدہ کے پاس آتے، اگر والدہ نماز میں مشغول ہوتیں تو یہ پیچھے بیٹھ کر ان کا انتظار کرتے۔ جب بوڑھی والدہ نماز سے فارغ ہو جاتیں تو ان کی جوتی اٹھاتے مصلیٰ بغل میں دباتے اور بوڑھی والدہ کا ہاتھ پکڑ کر باہر نکلتے اور دھیرے دھیرے ان کو گھر لے جاتے تھے۔ لوگ ان کی خدمت کے لئے تڑپتے تھے مگر یہ اپنی والدہ کی خدمت کرتے۔ کیونکہ ان کے پاس صحیح علم تھا تب ہی تو ماں کا احترام ان کے دل میں تھا۔

جیسی کرنی ویسی بھرنی

اور حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا "تدین کما تدان" جیسا تم کرو گے ویسا تمہارے ساتھ کیا جائے گا۔ مشہور ہے جیسی کرنی ویسی بھرنی۔ اگر ہم نے اپنے باپ ماں کی قدر نہیں کی تو ہماری اولاد بھی ہماری قدر نہیں کرے گی ماں باپ کو ستانے کا عذاب آخرت سے پہلے دنیا میں بھی ملتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری اور آپ سب کی حفاظت فرمائیں۔

ہمیشہ شراب پینے والا بھی اس رات میں محروم رہتا ہے

"ولا الیٰ مدمن خمر" اور ہمیشہ شراب پینے والا، اس پر بھی اس رات میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی نظر نہیں ہوتی۔ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے شراب کا ایک قطرہ پیا اور توبہ نہیں کی وہ جنت کی خوشبو سے محروم رہے گا اور جب وہ جنت کی خوشبو سے محروم ہو گیا تو اس کو جنت کیسے ملے گی۔ تو شراب پینا بھی حرام، شراب بیچنا بھی حرام۔ شراب کے سلسلہ میں آٹھ آدمیوں پر لعنت ہے۔ نچوڑنے والے پر، بیچنے والے پر، سپلائی کرنے والے پر، اس کا حساب کتاب لکھنے والے پر۔ آٹھ آدمیوں پر لعنت آئی ہے۔ ہمارے کتنے مسلمان

بھائی ہوٹلیں لیکر بیٹھے ہیں جن میں شراب فروخت کرتے ہیں اور ان کے ہوٹلوں میں شراب پی جاتی ہے انا للہ، اللہ پاک ہدایت فرمادیں تو جو آدمی ہمیشہ شراب نوشی کرتا ہے، اس مبارک رات میں اس کی بھی مغفرت نہیں ہوتی۔

حلال گوشت کا بورڈ لگا کر حرام گوشت بیچنا

اس کے ساتھ ساتھ میرے وہ دوست بھی سن لیں جو حرام گوشت بیچتے ہیں۔ یہ بھی بہت سنگین گناہ ہے بلکہ شراب بیچنے سے زیادہ۔ اس لئے کہ شراب کو سب حرام اور گناہ سمجھتے ہیں، نیز شراب بیچنے والے کو تو سب برا سمجھتے ہیں مگر جو لوگ حلال گوشت کا بورڈ لگا کر حرام گوشت بیچتے ہیں اور مسلمانوں کے پیٹ میں حرام گوشت پہنچاتے ہیں وہ بھی سخت لعنت کے مستحق ہیں۔ حرام گوشت کھانا کھلانا دونوں حرام ہے۔ ہمارے پیٹ میں حرام جائے گا تو اس کے اثرات آئیں گے چاہے بھول سے جائے تب بھی اثرات آئیں گے۔ وہ بھی آج کی اس مبارک رات میں توبہ کرے۔ یہ صرف لالچ ہے اور ایمان کی کمزوری ہے ورنہ حلال سے بھی اللہ تعالیٰ رزق پہونچاتا ہے۔ جو ہمارے مقدر میں ہے وہ انشاء اللہ مل کر رہے گا۔ یقین ہونا چاہئے، کچھ آگے پیچھے دیر ہوگی مگر جو مقدر کا ہوگا مل کر رہے گا۔

ملک الموت کا خطاب

حدیث میں حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا ملک الموت جب کسی کی روح قبض کرنے کے لئے آتا ہے تو وہ اس کو کہتا ہے میں مشرق و مغرب، شمال و جنوب میں گھوم کر آیا، اب تیرے مقدر کا ایک دانا بھی نہیں "الا وان نفسالن تموت نفسا حتی تستکمل رزقها او کما قال علیه الصلوٰة والسلام" کسی کو موت نہیں آتی ہے یہاں تک کہ وہ اپنی روزی پوری کرلیتا ہے۔ تو رزق پورا ہونے سے پہلے موت بھی نہیں آتی۔ آپ نے کسی کی سکرات کی حالت دیکھی ہے؟ وہ بہت عبرت کا وقت ہوتا ہے، گھر والے اس کے منہ میں زمزم ڈالتے ہیں، شہد والا پانی ڈالتے ہیں، کبھی وہ پی لیتا ہے اور کبھی کبھی وہ پانی کے قطرے اس کے پیٹ میں چلے گئے اور جو پانی کے قطرے اس کے مقدر کے نہیں وہ باہر نکال دیتا ہے اور کبھی آپ نے دیکھا ہوگا سکرات کے وقت سانس کبھی تیزی سے چلتا ہے، کبھی نارمل بھی

رہتا ہے۔ جب سانس تیزی سے چلتا ہے اس پر آپ نے غور کیا؟ جو سانس اس کے مقدر میں پورے کرنا ہیں وہ سانس پورے کرلیتا ہے۔ وقت کم ہے تو اللہ تعالیٰ تیزی کے ساتھ چلا کر سانس بھی پوری کراتا ہے۔ ایک ایک سانس پورا ہوتا ہے، ایک ایک قطرہ پورا ہوتا ہے، ایک ایک دانہ پورا ہوجاتا ہے۔ تو ہم کیوں حرام گوشت کسی کو کھلائیں یا شراب کا کاروبار کریں۔ ہم حلال راستہ سے رزق حاصل کریں، حلال رزق کے بھی بے شمار راستے ہیں۔

شراب پینے کا گناہ

ایک حدیث میں فرمایا تین آدمی جنت میں داخل نہ ہوں گے۔ "قاطع الرحم" رشتہ ناتہ کو توڑنے والا "ومد من الخمر" اور ہمیشہ شراب پینے والا "ومصدق السحر" اور جادو کو سچ جاننے والا۔ نیز حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا "من مات مدمن الخمر" جو شخص شراب پیتے پیتے مرگیا اور شراب سے توبہ نہیں کی اللہ تعالیٰ اس کو نہر غوطہ سے پلائے گا۔ صحابہؓ نے پوچھا "وما نهر الغوطه" یا رسول اللہ! نہر غوطہ کیا چیز ہے؟ تو حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا "نهر یجوی" وہ جہنم میں ایک نہر ہے زانیہ فاحشہ عورتوں کی شرمگاہ سے نکلے گی، اس کی بدبو سے جہنم والے تکلیف محسوس کریں گے، وہ پانی شراب پینے والوں کو پلایا جائے گا۔

دینی مجالس کی برکات

دینی مجالس بڑی بابرکت ہوتی ہیں۔ اس کی برکت سے بہت سی دین کی باتیں سننے میں آتی ہیں۔ الحمد للہ روزانہ تفسیر بھی ہوتی ہے اس میں شرکت کرتے رہیں، اس سے بھی انشاء اللہ بہت فائدہ ہوگا۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ کوئی جنید بغدادی قرآن وحدیث کی باتیں سنائے تو ہی فائدہ ہو بلکہ مجھ جیسا ناکارہ انسان بھی سنائے تو قرآن وحدیث کی باتیں ہوتی ہیں، اللہ تعالیٰ اس سے فائدہ پہنچاتے ہیں، الحمد للہ تفسیر سن کر اور یہ بیانات سن کر تقریباً دس بھائیوں نے میرے ہاتھ پر شراب سے توبہ کی ہے۔ والدین کے حقوق بیان کئے تھے، ایک بھائی بعد میں مجھ سے ملے، انہوں نے بتایا کہ کل رات بے قراری میں گذری، نیند نہیں آئی،

میں اپنی والدہ کو ستاتا تھا، ان کی نافرمانی کرتا تھا، ان سے معافی مانگی اور ان کو خوش کیا اور الحمدللہ وہ خوش ہوگئی۔ تو بھائیو! اگر ہمارے درس میں کسی ایک شخص کو بھی ہدایت مل جائے تو انشاء اللہ اللہ پاک ہم سب کی مغفرت فرمادیں گے اور دینی مجالس جس میں صرف اللہ کے لئے بیٹھنا ہوتا ہے، اللہ پاک ایسی مجالس پر فخر فرماتے ہیں اور فرشتوں سے خطاب کرتے کے فرماتے ہیں دیکھو مختلف خاندان کے لوگ صرف میری محبت پر جمع ہوئے ہیں، ان کی کوئی دنیوی غرض نہیں ہے، جاؤ میں نے سب کی مغفرت کردی۔ فرشتے عرض کرتے ہیں یا اللہ ان میں ایک شخص محض تماشائی بن کر آیا تھا۔ اللہ پاک فرماتے ہیں یہ ایسے مبارک لوگ ہیں کہ ان کا ہم نشین بھی محروم نہیں رہتا، جاؤ اس کی بھی بخشش کردی۔ لہٰذا ضرور شرکت کیا کریں، یہاں آپ کو دین ملے گا۔

مسجد میں آؤ گے تو قرآن ملے گا، نبی کا فرمان ملے گا

آپ گھر پر جاؤ گے تو خاندان ملے گا، دوکان جاؤ گے تو سامان ملے گا، مسجد میں آؤ گے تو قرآن ملے گا نبی ﷺ کا فرمان ملے گا (اللہ تعالیٰ ہماری مسجدوں کا ماحول ایسا ہی پرنور پاکیزہ بنادے، آمین) اور ملے گا تو کوئی مسلمان ملے گا اور مسلمان جب اللہ کے لئے آپس میں ملتے ہیں تو حدیث میں اس کے بڑے فضائل آئے ہیں۔

حضرت جعفرؓ کو اللہ کی طرف سے سلام

تقریباً ایک گھنٹہ ہورہا ہے، مجھ سے کہا گیا تھا کہ ایک گھنٹہ بیان ہو تو کیا اب ختم کردوں؟ ویسے تو میں بھی بہت تھکا ہوا ہوں مگر اللہ پاک کی طرف سے دماغ میں بہت سی باتیں آرہی ہیں۔ اگر آپ حضرات خوشی سے کہیں تو کچھ اور سناؤں۔ کل بھی چھٹی کا دن ہے (مجمع سے آواز آئی کہ ضرور سنائیے، جزاکم اللہ) اللہ پاک ہمارے اس بیٹھنے کو قبول فرمائے، ہمیں اور ہماری اولاد کو دین نصیب فرمائے، ہمارے گھروں کو جنت کا نمونہ اور ہمارے بیوی بچوں کو ہمارے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک بنادے اور ہم سب کو حسن خاتمہ نصیب فرمائے، ماشاء اللہ آپ حضرات شوق سے سننے کے لئے تیار ہیں اللہ پاک ہم سب کو عمل کی بھی توفیق عطا فرمائیں۔ ایک مرتبہ سب درود شریف پڑھ لیں، حضرت جعفر طیارؓ بہت

بڑے صحابی ہیں، سب سے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کرکے تشریف لے گئے تھے، جب خیبر فتح ہوا تو یہ تشریف لائے تو حضور ﷺ نے حضرت جعفرؓ کو دیکھ کر فرمایا کہ میں بیان نہیں کرسکتا ہوں کہ مجھے آج زیادہ خوشی فتح خیبر کی ہے یا جعفر کی آمد کی ہے۔ اندازہ لگائیے کہ حضرت جعفرؓ کا کیا مقام ہوگا۔ حضور اقدس ﷺ نے ان کو غزوہ موتہ میں بھیجا تھا، غزوہ موتہ میں حضرت جعفرؓ شہید ہوگئے۔ جمادی الثانی ۸ھ میں رسول اللہ ﷺ نے حارث بن عمیر ازدی کو دعوت اسلام کا خط دے کر حاکم بصریٰ کے پاس بھیجا تھا۔ وہ دمشق کے قریب موتہ کے مقام پر پہنچے تو بلقاء کے رئیس شرحبیل بن عمرو غسانی نے انہیں شہید کردیا اور سفیر کا قتل ایک سنگین اور قبیح جرم تھا تو حضور ﷺ نے اس کا انتقام لینے کے لئے تین ہزار مجاہدین کا لشکر روانہ فرمایا۔ اس لشکر کا امیر حضرت زید بن حارثہؓ کو مقرر فرمایا۔ حضور ﷺ بذات خود ان کو رخصت کرنے تشریف لے گئے اور الوداع کے وقت ارشاد فرمایا اگر زید شہید ہوجائیں تو جعفر بن ابی طالبؓ امیر لشکر ہوں گے۔ اگر وہ بھی شہید ہوجائیں تو عبداللہ بن رواحہؓ قیادت سنبھالیں گے اگر وہ بھی شہید ہوجائیں تو مسلمان جس کو چاہیں امیر بنالیں۔ چنانچہ یہ تین ہزا کا لشکر موتہ پہنچا تو عیسائیوں کا ٹڈی دل ایک لاکھ کے لگ بھگ تھا مگر مسلمان اللہ کے بھروسہ پر ٹوٹ پڑے۔ حضرت زیدؓ کمال درجے کی استقامت وشجاعت کے مظاہرہ کرتے ہوئے دور تک دشمنوں کی صف میں گھستے چلے گئے۔ حضرت زیدؓ کے سینے میں ایک نیزہ لگا اور وہ شہید ہوگئے۔ حضرت جعفرؓ نے آگے بڑھ کر علم اسلام تھام لیا۔ حضرت جعفر لڑتے رہے لیکن کافر بہت زیادہ تھے، لڑتے لڑتے ان کا ایک ہاتھ شہید ہوگیا تو جھنڈا فوراً دوسرے ہاتھ میں لے لیا مگر گرنے نہ دیا۔ اس کے بعد دوسرا ہاتھ بھی شہید ہوگیا تو دونوں بازوؤں سے جھنڈا تھام لیا اور منہ سے مضبوط پکڑ لیا اور اس کے بعد جام شہادت نوش فرمایا۔ جس وقت شہید ہوئے ہیں ان کے بدن پر نوے سے زیادہ زخم تھے۔ جب وہ شہید ہوئے تو حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ نے جعفر کو دو بازو عطا فرمائے ہیں جن سے وہ اڑرہے ہیں۔ اس مناسبت سے ان کا لقب ہوگیا ''ذو الجناحین'' اور آپؓ کو جعفر طیار بھی کہتے ہیں۔ تو یہ جعفر طیارؓ بڑے رتبہ والے صحابی ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت

جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا اللہ تعالیٰ جعفر کو سلام کہلواتے ہیں۔ کیا مقدر، جن کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام آئے، کیسے مقدر والے تھے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو جعفر کی چار باتیں بہت پسند ہیں۔ اللہ تعالیٰ میرے اندر اور آپ حضرات کے اندر بھی وہ باتیں پیدا فرمادیں، آمین۔

اللہ کو حضرت جعفر کی چار باتیں پسند ہیں

اس کے بعد حضور ﷺ نے حضرت جعفر کو بلایا اور فرمایا اے جعفر! تم تو بڑے سعادت مند ہو، میرے پاس جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے تھے اور اللہ نے آپ کو سلام کہا ہے۔ بہت خوش ہوئے، خوشی کے مارے رونے لگے کہ اللہ نے مجھے سلام بھیجا ہے۔ فرمایا ہاں، اللہ نے سلام بھیجا ہے اور فرمایا جعفر! تمہاری چار باتیں اللہ کو بہت محبوب ہیں۔ حضور ﷺ کو تو وہ چار باتیں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بتادی تھیں۔ حضور ﷺ نے حضرت جعفرؓ سے فرمایا اے جعفر! وہ چار باتیں کونسی ہیں؟ تو حضرت جعفرؓ نے فرمایا یہ میرے اور میرے مولیٰ کے درمیان راز تھا مگر جبرئیل علیہ السلام نے آپ کو وہ چار باتیں بتادی ہیں تو میں بھی عرض کردیتا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیا ہیں؟۔۔۔

چار باتیں

نمبر (۱) عرض کیا اسلام لانے سے پہلے بھی میں نے کبھی کسی بت کے آگے ماتھا نہیں ٹیکا، غیر اللہ کے سامنے سر نہیں جھکایا، غیر اللہ کی عبادت نہیں کی اس لئے مجھے یقین تھا یہ بت نہ نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان۔ تو زمانہ جاہلیت میں بھی میں نے کفر اور شرک نہیں کیا۔ نمبر دو: میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اس لئے کہ جھوٹ میں رسوائی ہے۔ نمبر تین: میں نے کبھی کسی عورت کو بری نگاہ سے نہیں دیکھا، کبھی بھی بدنگاہی کا ارتکاب نہیں کیا، جب بھی میرے سامنے کوئی عورت آئی تو میری غیرت یہ کہتی ہے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ میری بہن ہو، یہ میری بہن ہو، یہ میری بیٹی ہو، یہ میری ماں ہو اور مجھے یہ غیرت ہوتی کہ اگر کوئی میری ماں کو، بہن کو میری بیٹی کو کوئی بری نظر سے دیکھے تو کیا میں اسے برداشت کروں گا؟ ظاہر ہے کہ میری غیرت اس کو برداشت نہیں کرے گی۔ تو میری غیرت یہ بھی برداشت نہیں کرتی کہ میں کسی

کی ماں، بہن، بیٹی کو بری نظر سے دیکوں۔ نمبر چار: زمانہ جاہلیت میں بھی میں نے کبھی شراب نہیں پی اس لئے کہ شراب عقل کو ڈھانک دیتی ہے۔ شراب کو عربی میں خمر بھی کہتے ہیں۔ خمار کے معنی اوڑھنی جو عورتیں اپنے سر پر اوڑھتی ہیں، جس کی وجہ سے سر ڈھک جاتا ہے اسی طرح شراب بھی عقل کو ڈھانپ لیتی ہے۔ یہ چار باتیں ہیں، ان کی بنیاد پر اللہ کا سلام آیا۔ یہ واقعہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے معارف القرآن میں روح البیان کے حوالے سے نقل فرمایا ہے۔

جنت کی شراب طہور

تو ہمیشہ شراب پینے والے کی اس رات میں بخشش نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ جنت میں شراب عطا فرئیں گے۔ جس نے یہاں صبر کیا اسے جنت کی شراب ملے گی۔ جنت کی شراب کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا "وسقٰھم ربھم شراباً طھوراً" اللہ پاک نے جو جملہ ارشاد فرمایا اس پر قربان جائیے اس جملہ میں کیا لذت ہے "ان کا رب ان کو شراب طہور پلائیگا" یہ رب کے ہاتھ سے ملے گی۔ دیکھو دنیا کی شراب عقل کو ڈھانک لتی ہے اسمیں کس قدر بدبو ہوتی ہے۔ شراب پینے کے بعد کیا کیا واقعات پیش آتے ہیں وہ دنیا والوں کے سامنے ہیں۔ باپ نے شراب اور نشہ میں مست ہوکر بیٹی پر دست درازی کر ڈالی، بیٹا شراب سے مست ہوکر آیا باپ کو چاقو ماردیا۔ اگر کوئی شراب پی کر پڑا ہو تو اس کے منہ سے ایسی بدبو آتی ہے کہ سر میں درد ہوجاتا ہے۔ طبیعت مکدر جاتی ہے لیکن جنت کی شراب جب ملے گی اور رب کے ہاتھ سے ملے گی اور جنتی جب اس شراب کو پیئے گا تو اس سے اللہ کی معرفت میں اضافہ ہوتا چلا جائیگا۔

حضور ﷺ کی عبادت

حضرت عائشہ صدیقہؓ والی حدیث بیان کر رہا تھا حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا آج رات نصف شعبان کی رات ہے، بے شمار لوگوں کو اللہ تعالیٰ آج کی رات میں جہنم سے خلاصی اور نجات عطا فرماتا ہے۔ اے عائشہ! اگر تم اجازت دو تو آج رات میں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گذار دوں۔ حضرت عائشہ نے

فرمایا نعم بابی وامی میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں، ضرور آپ عبادت کریں۔ چنانچہ آپ نماز کے لئے کھڑے ہوگئے اور ام المؤمنین حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے اتنا طویل سجدہ کیا، اتنا طویل سجدہ کیا.......... بزرگو! غور کیجئے یہ آپ ﷺ کی عبادت ہے۔

حضرت شاہ عطاء اللہ بخاریؒ فرماتے ہیں

حضرت شاہ عطاء اللہ بخاریؒ فرمایا کرتے تھے میں نے ایک حسین دیکھا، سراپا ناز نین دیکھا، رحمۃ للعالمین دیکھا، راحۃ للعاشقین دیکھا، میں نے شمس الضحیٰ، نوالہدیٰ دیکھا تو میرا دل چاہا کہ میں ان کے روضہ پر جاکر میں ان سے کچھ مانگوں لیکن جب ان کی سیرت پڑھی تو کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ بھی پوری رات کھڑے ہوتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ اپنے رب سے مانگتے ہیں تو میرے دل نے کہا جب رسول اللہ ﷺ اپنے رب سے مانگتے ہیں تو تو بھی خدا سے مانگ۔ تو حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سجدہ کیا اور اتنا طویل سجدہ کیا. کہ فرماتی ہیں "فسجد لیلاً طویلاً حتیٰ ظننت انہ قبض " مجھے گمان ہوا کہ آپ ﷺ کی روح تو پرواز نہیں کرگئی، پھر میں نے ہاتھ سے ٹٹولا تو معلوم ہوا کہ حرکت باقی ہے۔

نصف شعبان کی دعا

حضور اقدس ﷺ نے اس رات بہت طویل نماز پڑھی، بہت طویل سجدہ فرمایا اور سجدہ میں یہ دعا مانگنا مروی ہے "اعوذ بعفوک من عقابک واعوذ برضاک من سخطک واعوذ بک جل وجهک لا احصی ثناءً علیک انت کما اثنیت علی نفسک".

(ترجمہ) میں تیری سزا سے تیری عفو کی پناہ مانگتا ہوں اور تیری ناراضگی سے تیری رضامندی کی اور تجھ سے (یعنی تیرے عذاب اور عقاب وقہر سے) تیری ہی پناہ چاہتا ہوں تیری ذات بزرگ و برتر ہے، تیری شایان شان میں تیری تعریف بیان نہیں کرسکتا ہوں بس تو

ایسا ہی ہے جیسا خود تو نے اپنی تعریف بیان فرمائی ہے۔ دعا کے متعلق حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اس رات کو میں نے حضور ﷺ کو سجدہ میں یہ دعا کرتے ہوئے سنا۔ صبح میں نے حضور ﷺ سے اس دعا کا تذکرہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اے عائشہ! تم یہ دعا سیکھ لو اور دوسروں کو بھی سکھاؤ مجھے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے یہ دعا سکھائے ہے اور کہا ہے کہ میں یہ دعا (نفل نماز کے) سجدہ میں بار بار پڑھا کروں۔ (ماثبت بالسنہ)

نام بگاڑنا اور اس کی اصلاح کا طریقہ

یہ طویل حدیث آپ کے سامنے عرض کی۔ بہرحال یہ رحمت اور برکت والی رات ہے۔ اللہ کی ایک رحمت بھی ہم کو مل جائے تو ہمارا بیڑا پار ہے۔ اللہ بڑا رحیم ہے، بڑا غفار ہے، اللہ کی عجیب عجیب صفات ہیں۔ اللہ کی ایک صفت ہے "شکور" اور میرے دوستو! آپ میری بات بری نہ مانیں میں نے پہلے بھی آپ سے عرض کیا تھا اور آج پھر کہتا ہوں ناموں کو مت بگاڑو، خاص کر وہ نام جن کی اللہ کے سات نسبت جیسے عبدالشکور، اس کو صرف "شکور" مت کہو، عبدالغفار اس کو صرف "غفار" مت کہو، عبدالستار اس کو صرف "ستار" مت کہو اس لئے کہ "ستار" اللہ کا نام ہے، "غفار" اللہ کا نام ہے اور پھر بعض تو "غفار" کو بھی بگاڑ دیتے ہیں، "ستار" کو بھی بگاڑ دیتے ہیں، "فاطمہ" کو فطی، فاطری، پتہ نہیں کیا کیا کہتے ہیں۔ عبدالغنی کسی کا نام ہے تو اس کو صرف "غنی" مت کہو، غنی تو اللہ کا نام ہے۔ قرآن میں اللہ پاک فرماتے ہیں "ولله الاسماء الحسنى فادعوه بها" (اللہ تعالیٰ کیلئے اسماء حسنیٰ ہیں ان مبارک ناموں سے اللہ کو پکارو) اور جو عبدالغفار، عبدالرحمٰن، عبدالستار، عبدالشکور یہاں بیٹھے ہیں ان سے میں کہوں گا کہ اگر کوئی آپ کا نام بگاڑتا ہے تو آپ اس کی اصلاح کریں۔ اگر کوئی "عبدالستار" کے بجائے صرف "ستار" کہے تو آپ اسے کہہ دیجئے بھائی میرا نام عبدالستار ہے "ستار" نہیں ہے لہٰذا مجھے "عبدالستار" کہا کرو اور ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ جب آپ ان کو نام صحیح پکارنے کے لئے کہہ چکے پھر بھی وہ غلط نام سے پکارتا ہے تو آپ اس کو جواب ہی مت دو اور اس کو بتا دو اگر آپ میرا پورا نام پکارو گے تو میں جواب دوں گا۔ انشاء اللہ اس طرح آپ تین چار مرتبہ کہیں گیا اور اس طرح عمل کریں گے تو ان کی اصلاح

ہوجائے گی۔ گھر میں بچوں کو بھی سکھاؤ کہ پورا نام پکاریں اور گھر میں بچے آپس میں بھی ایک دوسرے کے نام بگاڑ کر بولتے ہیں تو ان کی تربیت کرو اور غلط نام بولتے ہوں تو ان کی اصلاح کرو۔

اللہ کا ایک نام ''شکور'' ہے اس کے معنی اور ایک واقعہ

تو اللہ کا نام ''شکور'' ہے۔ شکور کہتے ہیں اس ذات کو جو نیکی کرنے والوں کو بہت بڑھا چڑھا کر اجر عطا فرمائے۔ چھوٹی سی چھوٹی نیکی کا بھی بہت قدرداں ہے۔ ہم نے صرف دو رکعت پڑھی مگر پتہ نہیں اللہ پاک اس کا کتنا اجر عطا فرمائیں گے۔ امام رازیؒ نے اپنی ''تفسیر کبیر'' میں ایک عجیب واقعہ لکھا ہے۔ ایک شخص کا انتقال ہوگیا' انتقال کے بعد ایک شخص نے اس کو خواب میں دیکھا تو پوچھا کیا حال گزرا انہوں نے کہا میرے پاس تو کوئی بڑے عمل نہیں تھے' بہت گناہ میں زندگی گزاری' جب میرے گناہ اور برے اعمال سامنے آئے تو اللہ نے وزن کیا تو اس میں نیکیاں بہت کم تھیں اور برائیاں بہت زیادہ تھیں تو برائیوں کا پلہ بہت بھاری ہوگیا۔ میں نے کہا اب تو میں مرگیا اس لئے کہ گناہ اور برائیاں بہت زیادہ تھیں' اتنے میں ایک چھوٹی سی پرچی آئی اور نیکی کے پلڑے میں رکھدی گئی جس کی وجہ سے نیکی کا پلڑا بھاری ہوگیا۔ اللہ پاک نے فرمایا جاؤ اس کو جنت میں داخل کردو تو میں نے کہا اللہ اکبر اس چھوٹی سی پرچی سے میری نجات ہوگئی' یہ کون سی نیکی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فلاں مسلمان بھائی کی نماز جنازہ میں تو شریک ہوا تھا اور قبرستان گیا تھا اور تین مٹھی مٹی ڈالی تھی' تمہارا مٹی ڈالنا ہمیں پسند آگیا اوراسی کا یہ اجر تم کو دیا گیا۔ تو اللہ تعالیٰ ایسا شکور ہے' معلوم نہیں کون سی نیکی اللہ کو پسند آجائے اور وہی چھوٹا سا عمل نجات کا اور مغفرت کا ذریعہ بن جائے۔

آج رات کتنی عبادت کریں

اب آج کی رات عبادت کرنی ہے' کتنی عبادت کرنی ہے' وہ ہر شخص کی اپنی ہمت اور طاقت پر ہے اور ذوق وشوق پر ہے۔ اللہ پاک سے توفیق طلب کریں انہی کی توفیق سے ہم

کچھ کرسکتے ہیں۔ اگر کوئی زیادہ عبادت نہیں کرسکتا ہے تو ہم سب ایک کام تو ضرور کریں کہ فضول اور لایعنی باتوں سے بچیں' خصوصاً غیبت' چغل خوری اور لغو بے کار باتوں' ایران توران سے بچیں اور اگر کچھ نہیں کرسکتے تو اللہ کے فضل سے عشاء کی نماز باجماعت پڑھی ہے صبح کی نماز بھی باجماعت پڑھ لیں تو پوری رات کا ان شاء اللہ ثواب مل جائے گا اور اگر کچھ ہمت ہے تو روزانہ عشاء کی جتنی رکعات پڑھنے کا معمول ہے آج چار آٹھ رکعت زیادہ پڑھ لیں۔ بہترین وقت رات میں اٹھ کر پڑھنا ہے اور تہجد کا وقت بہت ہی نورانی وقت ہوتا ہے لیکن کبھی شیطان بہکاتا ہے کہ صبح اٹھ کر پڑھیں گے۔ آنکھ نہ کھلی تو ایسا نہ ہو کہ رات کو بھی کچھ نہ کیا اور صبح بھی کچھ نہ کرسکیں۔ لہٰذا سونے سے پہلے کچھ عبادت کرلیں اور رات کو آنکھ کھل جائے تو اس وقت بھی کچھ عبادت کرلیں۔ ہمت ہو تو صلوٰۃ التسبیح پڑھ لیں۔

صلوٰۃ التسبیح کی فضیلت

یہ اس رات کا کوئی مخصوص عمل نہیں ہے مگر چونکہ حدیث میں اس کی بہت ہی فضیلت آئی ہے اور پڑھنے کی ترغیب بھی ہے لہٰذا اگر ہمت اور شوق ہو تو اس رات کو صلوٰۃ التسبیح پڑھ لیں۔ مشکوٰۃ شریف میں روایت ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباسؓ سے فرمایا اے عباس! اے میرے چچا! کیا میں تم کو ایک عطیہ دوں جس میں دس خوبیاں ہیں۔ اگر تم وہ عمل کرلو تو اللہ تعالیٰ تمہارے چھوٹے گناہ' بڑے گناہ' خلوت میں کئے ہوئے گناہ' جلوت میں کئے ہوئے گناہ' اگلے پچھلے' قدیم جدید' نئے پرانے' دانستہ اور نادانستہ غرض ہر قسم کے گناہ معاف فرمادیں اور وہ عمل اور عطیہ یہ ہے کہ تم چار رکعت نماز پڑھو۔ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ (الحمد شریف) پڑھو اور اس کے بعد کوئی سورت پڑھ' اس کے بعد کھڑے ہونے کی حالت میں رکوع سے پہلے پندرہ مرتبہ یہ کلمات پڑھو "سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر" (یہ تیسرا کلمہ ہے) اس کے بعد رکوع کرو اور رکوع کی تسبیح کے بعد دس مرتبہ یہ کلمات پڑھو' پھر رکوع سے سر اٹھاؤ اور کھڑے کھڑے قومہ میں دس مرتبہ پڑھو' پھر سجدہ کرو اور سجدہ کی تسبیح کے بعد دس مرتبہ پڑھو' پھر سجدہ سے سر اٹھاؤ اور جلسہ میں بیٹھ کر دس مرتبہ پڑھو' پھر دوسرا سجدہ کرو اور سجدہ کی تسبیح کے بعد سجدہ میں دس مرتبہ پڑھو' پھر دوسر—

سجدہ سے اٹھ کر بیٹھ جاؤ اور بیٹھ کر دس مرتبہ یہ کلمات پڑھو۔ اس کے بعد دوسری رکعت اسی طرح پڑھو۔ ایک رکعت میں کل پچھتر مرتبہ یہ کلمات پڑھے جائیں گے۔ اسی طرح باقی رکعتوں میں پڑھو۔ پہلے اور دوسرے قعدہ میں التحیات سے پہلے یہ تسبیح پڑھی جائے۔ اس طرح چار رکعات میں کل تسبیحات تین سو مرتبہ ہو جائیں گی۔ اس کے بعد حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا ہو سکے تو یہ نماز روزانہ پڑھو، یہ نہ ہو سکے تو جمعہ کے دن میں یعنی آٹھ دن میں ایک مرتبہ پڑھو۔ یہ بھی نہ ہو سکے تو سال میں ایک مرتبہ یہ نماز پڑھو۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو عمر میں ایک مرتبہ تو پڑھ ہی لو۔ (رواہ ابوداؤد۔ مشکوۃ شریف ص ۱۱۷)

صلوٰۃ التسبیح کے کچھ مسائل

بزرگو! ہر رکعت میں یہ تسبیحات پچھتر مرتبہ ہوگی۔ یہ تسبیحات زبان سے ہرگز شمار نہ کرے۔ اگر زبان سے شمار کرنا شروع کر دے گا تو نماز ہی فاسد ہو جائے گی۔ اسی طرح اپنی انگلیوں پر اس طرح بھی شمار نہ کرے جس طرح ہم تسبیح فاطمی عام طور پر نمازوں کے بعد انگلیوں پر شمار کرتے ہیں۔ اگر کوئی اس طرح شمار کرے گا تو مکروہ ہوگا۔ بہتر طریقہ یہ ہے کہ ہماری انگلیاں جس طرح ہوں ان کو اسی حالت پر رہنے دیں اور ہر تسبیح کے وقت ایک ایک انگلی اسی جگہ دباتا رہے۔ اس نماز میں سورہ فاتحہ کے بعد اختیار ہے کہ جو سورت چاہے پڑھے کوئی سورت متعین نہیں ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ پہلی رکعت میں اذا زلزلت یعنی سورہ زلزال، دوسری رکعت میں سورہ والعادیات، تیسری رکعت میں سورہ نصر یعنی اذا جاء نصر اللہ اور چوتھی رکعت میں سورہ اخلاص یعنی قل ھو اللہ احد پڑھے اور بعض روایات میں الھکم التکاثر، سورہ عصر، سورہ کافرون اور سورہ اخلاص پڑھنا بھی آیا ہے۔ اگر کسی جگہ تسبیح پڑھنا بھول جائے یا کم پڑھے تو دوسرے رکن میں مکمل کر لے مگر قومہ اور دو سجدوں کے درمیان جلسہ میں نہ پڑھے۔ مثال کے طور پر رکوع میں بھول گیا تو پہلے سجدہ میں پڑھ لے۔ پہلے سجدہ میں بھول گیا تو دوسرے سجدہ میں پڑھ لے۔ یہ مسائل فتاویٰ رحیمیہ جلد چہارم ص ۴۳۱۔۴۳۲ پر ہیں۔

صلوٰۃ التسبیح کا دوسرا طریقہ

صلوٰۃ التسبیح کا ایک طریقہ اوپر بیان ہوا۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ پہلی رکعت میں ثناء کے بعد قراءت سے پہلے پندرہ مرتبہ یہ کلمات پڑھے یعنی "سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر" اگر اس کے ساتھ "ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم" بھی ملا لیں تو ملا سکتے ہیں۔ پہلے جو طریقہ بیان کیا ہے اس میں بھی ولا حول...... ملا سکتے ہیں۔ اس کے بعد سورۃ فاتحہ اور سورت پڑھے، پھر دس مرتبہ یہ تسبیح پڑھے، پھر رکوع میں دس مرتبہ، پھر رکوع سے اٹھ کر سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد کہکر قومہ میں دس مرتبہ، پھر سجدہ میں جائیں گے اور سجدہ کی تسبیح سبحان ربی الاعلیٰ پڑھ کر دس مرتبہ یہ تسبیح پڑھیں گے، ۵۵ ہو گئیں۔ پھر اللہ اکبر کہکر اٹھیں گے اور دو سجدوں کے درمیان بیٹھ کر دس مرتبہ یہ تسبیح پڑھیں گے، ۶۵ ہو گئیں۔ اس کے بعد دوسرا سجدہ کریں گے اور سجدہ کی تسبیح کے بعد دس مرتبہ یہ تسبیح پڑھیں گے، ۷۵ مرتبہ ہو گئی۔ اس طرح ایک رکعت میں ۷۵ مرتبہ پڑھنا ہے۔ اس طریقہ میں پہلی اور تیسری رکعت میں دوسرے سجدہ کے بعد بیٹھ کر تسبیح پڑھنا نہیں ہوگی۔ اسی طرح دوسری اور چوتھی رکعت میں التحیات سے پہلے تسبیح پڑھنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ پہلی رکعت پوری کر کے جب دوسری رکعت کے لئے اٹھیں تو قراءت سے پہلے پندرہ مرتبہ، پھر قراءت کے بعد رکوع سے پہلے دس مرتبہ۔ اس طرح چار رکعتیں پڑھنا ہیں۔ دونوں طریقوں میں سے جس طریقہ کے مطابق پڑھنا چاہے پڑھ سکتا ہے۔

اس رات کی خصوصیات

تو بھائیو! رحمت کی رات ہے۔ اس رات کی خصوصیت یہ ہے کہ رحمت کا نزول اور اللہ پاک کی طرف سے مانگنے والوں کے لئے عطاؤں کا اعلان غروب آفتاب کے بعد ہی سے شروع ہو جاتا ہے اور یہ اعلان پورے سال روزانہ رات کے آخری حصہ میں ہوتا ہے مگر اس رات میں غروب کے بعد ہی سے شروع ہو جاتا ہے۔ اعلان ہوتا ہے "ھل من مستغفر فاغفرلہ" ہے کوئی مغفرت کا طالب کہ میں اس کی مغفرت کر دوں۔ "ھل من مسترزق فارزق" ہے کوئی رزق مانگنے والا کہ میں اس کو رزق عطا کر دوں۔ "ھل من مبتلی فاعافیہ"

ہے کوئی مصیبت زدہ کہ میں اس کی مصیبت دور کردوں اور وہ عافیت طلب کرے اور میں اس کو عافیت دیدوں۔ کیا ہے کوئی ایسا؟ کیا ہے کوئی ایسا؟ رات بھر اسی طرح رحمت کا دریا بہتا رہتا ہے۔ پوری رات کسی بھی وقت کھڑے ہو جاؤ خالی ہاتھ نہ جاؤ گے یہاں تک کہ صبح صادق ہو جائے۔ تو دوستو! آج کی رات کو ہم غنیمت سمجھیں' اپنے گناہوں پر اللہ پاک سے صدق دل سے توبہ کریں۔ ہم تو بہت گنہگار ہیں' چلتے پھرتے گناہ کرتے رہتے ہیں۔ تو ہم توبہ کریں۔

جیسا گناہ ویسی توبہ

اور توبہ کس طرح کریں؟ تو فرمایا جیسا گناہ ویسی توبہ۔ اگر کسی کو ہم نے سب کے سامنے ذلیل کیا ہے تو سب کے سامنے اس سے معافی مانگیں۔ اگر کسی کا مال لے لیا ہے تو اس کا مال واپس کریں۔ خالی توبہ توبہ کرلیں تو یہ کافی نہ ہوگا۔ جو مال لیا ہے اور جو حق دبایا ہے وہ ادا کرنا ہوگا۔ اسی طرح اگر نمازیں قضا ہوگئیں ہیں تو نمازوں کی قضا کریں' روزے چھوٹ گئے ہیں ان کی قضا کریں' توبہ کرنے سے نماز قضا کرنے' روزہ قضا کرنے کا جو گناہ ہوا ہے وہ انشاء اللہ معاف ہو جائے گا مگر نماز' روزہ کی قضا کرنا ہوگی۔ مثال کے طور پر اگر کوئی حکومت کا جرم کرلے اور اس جرم کی وجہ سے اس پر مثلاً دس ہزار پاؤنڈ کا جرمانہ ہوا' اب وہ کورٹ میں جاکر کہے کہ میں دس ہزار ایک ساتھ نہیں دے سکتا' مجھے مہلت دی جائے اسے مہلت دیدی جاتی ہے مگر دس ہزار تو بہرحال ادا کرنا ہوتے ہیں۔ تو آج کی رات ہم بچی توبہ کریں توبہ نصوحاً جسے کہا جاتا ہے کہ آدمی کو ندامت ہو، شرمندگی ہو، افسوس ہو۔ مثال کے طور کسی کو چوری کی عادت ہو تو اولاً چوری چھوڑ دے اور پھر اس پر دل سے ندامت ہو اور آئندہ کے لئے اس گناہ کو چھوڑنے کا پکا ارادہ ہو، عزم بالجزم ہو اور جن جن کا مال چوری کیا ہے ان کو مال بھی واپس کردے۔ استعمال کرلیا ہو تو اس کی قیمت ادا کردے یا یہ کہ اس سے معافی کرالے یا کچھ دے دلا کر صلح کی شکل اختیار کرے۔ بہرحال حقوق العباد ہونے کی وجہ سے سب کا حق بھی ادا کردے۔ اسی طرح جو گناہ بھی ہو اس طرح سے توبہ کرے اور اگر گناہ کا تعلق حقوق اللہ سے ہو تو اس وقت توبہ کی تین شرطیں ہیں اور اگر حقوق العباد سے ہے تو چار شرطیں ہیں۔

توبہ کی شرطیں

اللہ کے حقوق میں پہلی شرط یہ ہے کہ اس گناہ سے الگ ہو جائے "ان یقلع عن المعصیة" یہ نہیں کہ گناہ بھی کرتا جارہا ہے اور توبہ توبہ بھی کررہا ہے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ اس پر دل سے ندامت ہو "ان یندم علیها" اور ندامت کی حقیقت یہ ہے کہ دل میں دکھن اور غم پیدا ہو جائے کہ ہائے میں نے کیسی غلط حرکت کرڈالی، اپنے محسن اور پالنے والے، کروڑہا نعمتوں کے عطا کرنے والے مالک کی نافرمانی کرڈالی۔ دل میں غم پیدا ہو جائے، شرمندگی ہو جائے۔ تیسری شرط یہ ہے کہ "ان یعزم عزماً جازماً ان لایعود الیها" پختہ عزم کرے کہ یا اللہ اب یہ گناہ نہیں کروں گا۔ یہ تین شرطیں حقوق اللہ سے متعلق گناہ کی ہیں اور اگر حق العبد ہو تو بندے کا حق بھی ادا کردے یا معاف کرائے اور وہ دل سے معاف کردے۔

توبہ کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا ہے

اس کے بعد اگر خدانخواستہ پھر وہ گناہ ہو جائے تو دوبارہ توبہ کرے۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا تم گناہ کرکے توبہ کرتے کرتے تھک جاؤ گے لیکن اللہ تعالیٰ معاف کرنے سے نہیں تھکیں گے۔ جنت کے آٹھ دروازے ہیں، سات دروازے بند ہوتے ہیں لیکن توبہ کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا ہے۔ اللہ پاک اتنا غفار اور رحیم ہے۔

اللہ تعالیٰ کی سو رحمتیں ہیں

اللہ کی رحمت بہت وسیع ہے۔ میں آپ کو اللہ پاک کی رحمت کے متعلق بھی سنانا چاہتا تھا مگر وقت بہت ہو چکا ہے، صرف ایک حدیث آپ کو سنا دیتا ہوں۔ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا "ان لله مائة رحمة" "اللہ کے اصول رحمت سو ہیں" "انزل منها رحمةً واحدة" اللہ نے ان میں سے ایک رحمت دنیا میں نازل فرمائی اور اس ایک رحمت کو پوری مخلوق میں تقسیم فرمایا۔ انسان، جنات، درندے، سمندر میں رہنے والی مخلوق سب کو ایک رحمت تقسیم کی، سب کو اس رحمت میں سے حصہ ملا ہے۔ کتنا کتنا ملا ہوگا؟ ذرہ ذرہ۔ فرمایا "انزل منها رحمة واحدة بین الجن والانس والبهائم والهوام" اس کے بعد حضور اقدس

ﷺ نے ارشاد فرمایا "فبھا یتعاطفون وبھا یتراحمون وبھا تعطف الوحش علی ولدہ" فرمایا: اس ایک رحمت میں سے جو حصہ ان کو ملا ہے اس کا نتیجہ ہے کہ درندہ جس کا کام ہی پھاڑ کھانا ہے لیکن وہ بھی اپنے بچے پر رحم کرتا ہے۔ ایک سانپ بھی اپنے بچے سے محبت کرتا ہے، ایک بچھو بھی اپنے بچہ سے محبت کرتا ہے، اس پر رحم کرتا ہے کیونکہ جو حصہ اس کو رحمت کے ایک حصہ کی تقسیم سے ملا ہے یہ اسی کا نتیجہ ہے۔ اس کے بعد حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا "واخر اللہ تسعاً وتسعین رحمۃ" اور اللہ نے ننانوے (حصے) رحمتیں اپنے پاس رکھی ہیں "یرحم بھا عبادہ یوم القیمۃ" اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے بندوں پر یہ ننانوے رحمتیں نچھاور کریگا۔ یہ بخاری شریف و مسلم اور مشکوٰۃ ص ۲۰۷ کی روایت ہے۔ تو اللہ کی رحمت بے پایاں ہے اور ہماری سعادتمندی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تو رحیم ہے اور اللہ کے رسول جو ہمیں ملے ہیں وہ بھی رحیم ہیں۔ اللہ پاک نے اپنے بارے میں ارشاد فرمایا "ان اللہ بالناس لرئوف رحیم" بے شک اللہ تعالیٰ انسانوں پر بہت ہی شفیق (اور نہایت) رحم کرنے والا ہے (سورہ بقرہ، پارہ ۲) اور اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس ﷺ کی شان میں ارشاد فرمایا "بالمئومنین رؤف رحیم" رسول اللہ مؤمنین پر بہت ہی شفیق (اور) مہربان ہیں۔ (توبہ، پارہ ۱۱)

یارب تو کریم و رسول تو کریم
صد شکر کہ ہستیم میان دو کریم

یارب آپ بھی کریم ہیں اور آپ کے رسول اللہ ﷺ بھی کریم ہیں۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہم دو کریم کے درمیان ہیں۔ اللہ پاک کی رحمت اور رسول اللہ ﷺ کی رحمت کا اندازہ اس واقعہ سے بھی لگائیے آپ کی خدمت میں پہلے بھی عرض کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید نازل فرمایا اور حکم فرمایا کہ یہ قرآن عربی لغت پر آپ تلاوت کیجئے۔ تو اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا اے اللہ! قرآن مجید سات لہجوں میں پڑھنے کی اجازت عطا فرما دیجئے۔ اللہ پاک سے دعا مانگتے رہے، مانگتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا دو لہجوں میں پڑھنے کی اجازت ہے۔ دو لغت میں قرآن کی تلاوت کی اجازت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے درخواست فرمائی کہ یا اللہ! سات لہجوں میں تلاوت کی

اجازت عطاء فرما دیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اچھا تین لہجوں میں تلاوت کی اجازت ہے۔ اس کے بعد بھی اللہ کے رسول ﷺ مانگتے رہے، مانگتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جاؤ، ہم نے آپ کی دعا قبول کر لی، سات لہجوں میں قرآن مجید کی تلاوت کرو۔ اسی کو فرمایا "انزل علیٰ سبعۃ احرف" آسان ہوگیا، مگر اللہ پاک کو ایسا رحم آیا

جو کسی پر رحم کرتا ہے اللہ کو اس پر بہت پیار آتا ہے

اور یہ طے شدہ بات ہے کہ جو کسی پر رحم کرتا، کسی بھی مخلوق پر شفقت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کو اس پر رحم آتا ہے۔ آپ حضرات نے ایک واقعہ سنا ہوگا کہ ایک فاحشہ عورت تھی، اپنے کوٹھے سے نکل کر جارہی تھی، دیکھا کتا پیاس سے مر رہا ہے، زبان نکالے ہوئے ہے، مائی کو اس کتے پر رحم آیا، جراب کو نکالا اور اپنے دوپٹے سے باندھا، کنویں میں ڈالا، پانی نکالا کتے پہ ڈالا، اس کو پلایا۔ رحمت کو جوش آیا اور اللہ نے اس فاحشہ کی مغفرت فرمادی۔ تو جو کسی پر بھی رحم کرتا ہے اللہ کو اس پر بے حد پیار آتا ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے امت پر آسانی اور ترحم کی خاطر اللہ پاک سے دعا مانگی کہ اے اللہ! سات لہجوں پر قرآن پڑھنے کی اجازت عطا فرما دیجئے تو اللہ کتنا خوش ہوا ہوگا میں اپنے بندوں پر رحم کرنے والا ہوں تم بھی اپنی امت پر اس قدر رحم کرنے والے ہو کہ تم مانگتے رہے، مانگتے رہے، مانگتے رہے یہاں تک کہ ہم نے تم کو سات لہجوں پر قرآن پڑھنے کی اجازت دیدی۔ ہم کو تمہاری یہ ادا پسند آئی کہ ہم نے تم کو تین مقبول دعائیں عنایت کیں۔

حضور ﷺ کی شفقت

میں سات لہجے والی حدیث بیان کر رہا تھا کہ اللہ کو اپنے حبیب ﷺ کی ادا ایسی پسند آئی کہ اللہ پاک نے آپ کو تین مقبول دعائیں عطا فرمائیں۔ لیکن دعا کا ڈھنگ اور طریقہ بھی آنا چاہیئے۔ ہم اور آپ تو یہ دعا مانگیں گے کہ یا اللہ! کار بہت پرانی ہوگئی ہے۔ لیکن حضور ﷺ کی حالت کیا تھی؟ تین تین مہینے تک چولہا نہیں جلتا تھا۔ حضرت فاطمۃ الزہرہؓ اپنے ہاتھ سے چکی پیستی تھیں۔ ہتھیلیوں میں گٹے پڑ جاتے تھے اور کھجور کی

چھال کا بچھونا تھا......

معراج کی وہ رات آئی
یہ عفو وکرم کی بات آئی
جبرئیل امین ہے سرپر کھڑا
اور اللہ کا مہمان سوتا ہے
شاہ حجاز وملک عرب
اس پر تواضع شاہ امم
بستر ہے کھجوروں کی چھالوں کا
اور ختم رسولاں سوتا ہے

تو حضور ﷺ کے گھر مبارک میں تو بستر بھی نہ ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرمایا آپ کی تین دعائیں مقبول ہیں، آپ مانگ لو۔ اب دیکھئے حضور اقدس ﷺ نے کیا دعا مانگی۔ اپنی امت کو یاد رکھا، حضور اقدس ﷺ کی اپنی امت پر شفقت کا یہ عالم تھا کہ آپ ﷺ دنیا سے پردہ فرمارہے ہیں، نزع کا عالم ہے مگر زبان مبارک پر "یارب امتی" ہے۔

نزع میں احساس کا عالم
یاد جو آئی امت عاصی
چشم مبارک ہوگئی پر نم
صلی اللہ علیہ وسلم
راہ میں جس نے کانٹے بچھائے
گالیاں دیں پتھر برسائے
اس پر چھڑکی پیار کی شبنم
صلی اللہ علیہ وسلم
اللہ اللہ روز قیامت
سب کی زبان پر نفسی نفسی

چھوڑ کے دامن جائیں کہاں ہم
صلی اللہ علیہ وسلم

تو حضور ﷺ کو تین مقبول دعائیں عطا ہوئیں۔

حضور ﷺ کی تین مقبول دعائیں

دعا کے لئے حضور ﷺ نے دست مبارک اٹھائے اور دعا فرمائی "اللهم اغفر لامتی" "اے اللہ! میری امت کو بخش دے۔ ایک دعا اپنی امت کے لئے مانگ لی۔ دوسری دعا اپنے لئے اور اپنی اولاد کے لئے مانگ سکتے تھے مگر دوبارہ پھر یہی فرمایا "اللهم اغفر لامتی" اور فرمایا تیسری دعا کو میں جمع رکھتا ہوں یعنی قیامت کے دن تیسری دعا اپنی امت کے لئے مانگوں گا۔

ہماری بدحالی

میرے دوستو! ہم اپنی شادیوں کے اندر حضور ﷺ کی سنتوں کو دھکے دے رہے ہیں مگر گھروں میں سے دھکا دے رہے ہیں بزنس اور تجارت میں سے دھکا دے رہے ہیں۔ اپنی خوشیوں میں، اور غمی میں ناچ گانے کراتے ہیں، کیا یہ حضور ﷺ کی سنت ہے؟ جن حضور ﷺ نے ہمیں ہر وقت یاد کیا، آج ہم اپنی شادیوں میں، غمی میں حضور ﷺ کی سنتوں کو فٹ بال بناتے ہیں۔ افسوس! جس ذات نے اپنی امت کے لئے اس قدر مانگا آج ہم اپنی شادیوں میں سب کو خوش کررہے ہیں لیکن حضور ﷺ کو ناراض کررہے ہیں اللہ پاک کو ناراض کررہے ہیں۔

ہم ارادہ کریں

تو آج اس مبارک رات میں توبہ کریں، ہم اس وقت مسجد میں ہیں، اللہ کے گھر میں ہیں، سچے دل سے توبہ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بیٹا دیا ہے، بیٹی دی ہے، مال دولت دی ہے، شادی کا موقع آتا ہے، ہم عہد کریں کہ سنت کے مطابق انشاء اللہ نکاح کریں گے۔ ناچ گانوں اور ویڈیو وغیرہ سے مکمل پرہیز کریں گے۔ اللہ پاک نے مال عطا فرمایا ہے، اپنی حیثیت کے مطابق ولیمہ کریں گے۔ ولیمہ سنت ہے مگر اس ولیمہ میں بھی غرباء کو

ضرور یاد کریں۔ انڈیا، پاکستان، بنگلہ دیش میں کتنے غرباء ہیں۔ اپنے رشتہ داروں کو یاد کریں۔ تو بتلایئے آپ سب حضرات اپنے بیٹے و بیٹیاں، پوتے نواسے وغیرہ کی شادی سنت کے مطابق کریں گے، اس کا ارادہ کرتے ہیں؟ (مجمع سے آواز آئی انشاء اللہ) اللہ قبول فرمائیں اور توفیق عطا فرمائیں۔

ایک بات یاد رکھیں

اور میرے دوستو! ایک بات یاد رکھیں، آپ کچھ بھی کرلیں، عمدہ سے عمدہ شاندار دعوت کردیں، فائیو اسٹار ہوٹل میں کھلائیں، دس آئٹم رکھ دیں لیکن دنیا والوں کی زبانوں کو آپ بند نہیں کرسکیں گے۔ چنانچہ ایک شخص نے بڑی شاندار دعوت کی اور واپسی میں ہر ایک کو پیسے بھی دیئے اور اپنے آدمیوں کو کہا کہ چھپ کر ان لوگوں کی باتیں سننا وہ سمجھ رہا تھا کہ میرے بڑی واہ واہ ہوگی مگر کسی نے کہا بریانی بڑی اچھی تھی مگر اس میں گوشت کچا تھا۔ کسی نے کہا گوشت کم تھا، کسی نے کچھ کہا کسی نے کچھ اور کہا تو تعریف کیا ہوتی اس نے تو یہ کہا کہ لوگ عیب نکال رہے ہیں۔ دیکھ لیا آپ نے، آپ دنیا والوں کی زبان بند نہیں کرسکتے اس لئے سب سے بہتر یہ ہے کہ ہم سنت کے مطابق ولیمہ کریں، سیدھا سادھا اور فضول خرچی سے بچیں اور یہی پیسے کسی غریب کو دیدیں کہ اس سے بزنس کرلو، اپنے گھر کا انتظام کرلو، اپنے بیٹی کو دیدو آئندہ زندگی میں ان کے کام آئے گا۔ فضول خرچی سے کیا فائدہ؟ بس اب ایک شعر پر اپنی بات ختم کرتا ہوں۔

لوگ سمجھیں مجھے محروم وقارو تمکین
وہ نہ سمجھیں کہ میری بزم کے قابل نہ رہا

تو لوگ ہمیں کچھ بھی سمجھ لیں لیکن ہمیں تو بس یہ فکر رہنا چاہیئے کہ ہم اللہ پاک کی نظر میں قابل بن جائیں۔ اللہ ہم سے راضی ہوجائیں، اللہ کو راضی کرنے کی فکر رہے۔ اللہ پاک ہم سب کو اپنی رضا اور عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

تقویٰ کی حقیقت اور اس کے ثمرات

(۱)

تقویٰ کہتے ہیں بچنے کو۔ کس چیز سے بچنا؟ جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے حرام کی ہیں ان تمام سے بچنا۔ ان میں سب چیزیں آگئیں۔ وہ چیزیں معاملات کے قبیل سے ہوں یا کھانے پینے کے قبیل سے، کاروبار کے اعتبار سے ہوں یا لباس اور پہننے اوڑھنے کے اعتبار سے، خوشی کے اعتبار سے ہوں یا غمی کے اعتبار سے۔ ایسی خوشی بھی منانا جائز نہیں جس میں حرام کاموں کا ارتکاب ہو، ناچ گانے لہو ولعب کے آلات اختیار کر کے ان سے خوشی منانا جائز نہیں۔ ایسی چیزوں کا استعمال کرنا منع ہے۔ تو جو چیزیں بھی اختیار کرے ان میں اس بات کا دھیان رہے کہ اللہ کا حکم نہ ٹوٹے۔ اسی کا نام تقویٰ ہے۔

تقویٰ کی حقیقت اور اس کے ثمرات

(۱)

الحمد لله و كفى و سلام على عباده الذين اصطفى. امابعد فاعوذ بالله من الشيطن الرجيم. بسم الله الرحمن الرحيم. يا يهاالذين آمنوا اتقو الله و لتنظر نفس ما قدمت لغد واتقوا الله ان الله خبير بما تعملون. صدق الله العظيم.

وقال النبی صلی الله علیه وسلم اتق المحارم تكن اعبدالناس (مشکوۃ شریف)

او كما قال رسول الله صلى الله عليه وسلم.

وہی طاعت حق ہے وہی مقصد دین ہے
جو راستہ کہ نقش قدم پہ تیرے بنایا گیا ہو

صراط مستقیم اور دین حق پر وہی لوگ ہیں جو ایمان لائے اور جو نبی کریم ﷺ کے نقش قدم پر چلے، وہی راستہ اور وہی طریقہ حقیقت میں صراط مستقیم ہے جس پر نبی کریم ﷺ وخلفاء راشدین اور صحابہ کرامؓ تھے۔

عمل کی نیت سے سننا

بزرگو اور عزیز دوستو! یہ آیت سورہ حشر کی ہے جو اس وقت میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے۔ انشاء اللہ اس کا مفہوم اور مطلب اور اس سے متعلق کچھ تفصیلات پیش کرنے کی کوشش کروں گا، اللہ تعالیٰ میری مدد فرمائے اور ایسی باتیں زبان پر جاری فرمائے جو ہم سب کے لئے مفید و نافع ہوں اور ہدایت کا ذریعہ بنے اور اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے اور ہم سب کی مغفرت اور نجات فرمائے، آمین۔

باتیں تو وہی پرانی ہوں گی جو آپ حضرات اپنے امام صاحب اور دیگر علماء کرام سے سنتے رہے ہیں لیکن ایک بات ذہن نشین کرلیں کہ ہم اور آپ یہ نیت کر کے بیٹھیں بلکہ ہر

دینی مجلس میں یہی نیت کر کے شرکت فرمایا کریں کہ جو باتیں ہم سنیں اگر ان پر ہمارا عمل ہے تو ہم الحمد للہ کہیں، اللہ پاک کا شکر ادا کریں کہ اللہ نے اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں گے تو اللہ تعالیٰ اور زیادہ توفیق عطا فرمائیں گے "لئن شکرتم لا زیدنکم" اور اگر عمل نہیں ہے تو ہم سب یہ نیت کریں کہ انشاء اللہ ہم اس پر عمل کریں گے۔

بیان کا مقصد

بقول حضرت مولانا ابرار احمد دھلویؒ فرماتے تھے کہ بیان کا اصل مقصد عمل کرنا ہے واہ واہ کرنا نہیں۔ آجکل ہماری طبیعت ایسی ہو چکی ہے اور خاص طور پر شہروں میں، ہم دیکھتے ہیں کہ وعظ کہنے والے کی آواز کیسی ہے؟ گلا کیسا ہے؟ تو "گلے" "گلہ" نہیں ہے۔ اگر آواز اچھی ہے، اشعار سنا دیئے، ذرا ترنم سے بیان کیا تو واہ واہ کرتے ہیں۔ ہمیں "واہ واہ" کی ضرورت نہیں، ہمیں تو "آہ آہ" کی ضرورت ہے کہ سن کر ہمارے دل میں کچھ تڑپ پیدا ہو جائے۔ سننے والوں کی مختلف نیتیں ہوتی ہیں۔ ایک نیت یہ ہوتی ہے کہ لوگ بیٹھیں ہیں، چلو ہم بھی بیٹھ جاتے ہیں، انشاء اللہ یہ بیٹھنا بھی ثواب سے خالی نہیں۔ بعض کی نیت فضیلت حاصل کرنا ہوتی ہے۔ یہ نیت بھی اچھی ہوتی ہے، مبارک ہے۔ بعض کی نیت ہوتی ہے "امتحان لینا" کہ دیکھیں بیان کرنیوالے یہ صاحب کتنے پانی میں ہیں۔ یہ نیت "بری نیت" ہے۔ سب سے بہترین نیت یہ ہے کہ ہم سب یہ نیت کریں کہ عمل کریں گے۔ عمل کی نیت سے جو سنتا ہے اس کی توجہ بھی سننے کی طرف ہوتی ہے۔ اس کو ایک مثال سے سمجھاؤں، آپ کے گھر میں ایک ملازم کام کرنے والا ہے، بازار سے سودا وغیرہ لاتا ہے۔ آپ کے گھر مہمان آگئے، آپ نے اس سے کہا کہ بھائی بازار جاؤ اور فلاں فلاں سامان مثلاً گوشت، مرچ اور ادرک وغیرہ وغیرہ لے آؤ۔ تھوڑی دیر کے بعد مہمان سے پوچھو کہ میزبان نے کیا کیا منگوایا۔ وہ تفصیل نہیں بتلا سکے گا اور اس خادم سے پوچھو کہ میزبان نے کیا کیا سودا منگوایا تو وہ خادم تفصیل سے تمام چیزیں بتلا دیگا۔ دونوں میں فرق کیوں ہوا؟ وجہ یہی تھی کہ مہمان کو اس پر عمل نہیں کرنا ہے تو توجہ نہیں اور اس خادم کو عمل کرنا ہے، سامان لا کر دینا ہے اس لئے وہ توجہ سے سنتا ہے۔ اسی طرح اگر ہم عمل کی نیت سے سنیں گے تو جسم کے ساتھ دل و دماغ بھی

حاضر رہے گا اور اگر عمل کا قصد نہیں ہے تو پھر ہمارا جسم تو یہاں ہوگا مگر دل و دماغ بازار میں یا کسی اور جگہ ہوگا۔ لہٰذا یہ نیت کرلو کہ انشاء اللہ ہم عمل کریں گے بلکہ ہر دینی مجلس میں یہی نیت کر کے شرکت کیا کرو تو ہماری اس نیت کی وجہ سے انشاء اللہ، اللہ پاک ہمیں عمل کی توفیق بھی عطا فرمائیں گے۔

"یا یھا الذین امنوا" بڑا پیارا خطاب ہے

بزرگو اور دوستو! جو آیت میں نے تلاوت کی ہے اس میں سب سے پہلی چیز جو اللہ پاک نے ارشاد فرمائی وہ یہ ہے "یا یھا الذین آمنوا" اے ایمان والوں اس خطاب پر آپ نے غور فرمایا، اللہ رب العزت نے جب "اے ایمان والو" فرمایا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ پاک مجھ کو اور آپ تمام کو ڈائرکٹ خطاب کر رہا ہے اور خطاب بھی بڑے پیارے انداز میں۔ اسی لئے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جب قرآن میں کہیں بھی "یا یھا الذین آمنوا" سے خطاب ہوتا ہے تو میں اپنے کانوں کو چوکنا کر لیتا ہوں اس لئے کہ یہ پیارا خطاب صرف "ایمان والوں" سے کیا ہے۔ اگلی امتوں کو "یا ایھا الذین آمنوا" سے خطاب نہیں کیا امتیں مثلاً بنی اسرائیل سے اگر خطاب فرماتے تھے تو اس طرح خطاب فرماتے "یا ایھا المساکین" "اے مسکینو! ہماری بات سنو، لیکن ہمیں خطاب فرمایا "یا ایھا الذین آمنوا" یہ بڑا پیارا انداز خطاب ہے۔ مفسرین کرام نے اس بات کو اس طرح سمجھایا ہے کہ ایک باپ اپنے بیٹے کو نام لیکر خطاب کر کے کہے کہ خالد! میری بات سنو، عبد اللہ یہ کام کرو، شاہد پانی لاؤ۔ اس میں وہ لطف نہیں ہے جو اس میں ہے کہ یوں کہے "بیٹا ذرا یہ کام کردو" بیٹے کے لفظ میں جو پیار ہے وہ نام لینے میں نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو ماں باپ کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔ حقیقت میں ماں باپ ایک ایسی نعمت ہیں جو زندگی میں فقط ایک ہی مرتبہ حاصل ہوتی ہے ماں باپ کا سایہ بہت بڑی نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو خوش رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ تو میں آپ سے یہ عرض کر رہا تھا کہ اپنے بیٹے کو نام لیکر خطاب کرنے میں وہ لطف و پیار نہیں جو بیٹا کہ کر خطاب کرنے میں ہے۔ تو "بیٹا" کہکر پکارنا یہ پیار کا انداز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کچھ رشتے بھی ایسے بنائے ہیں اور کچھ نام بھی ایسے بنائے

ہیں کہ ان الفاظ میں پیار ہے۔ ماں غصہ میں اپنی بچی کو مار رہی ہے اور بچی "ماں ماں" کہہ کر پکار رہی ہے کہ "امی جان" اب ایسا نہیں کروں گی تو ماں کا ہاتھ مارنے سے رک جاتا ہے۔ تو ماں کے لفظ میں اتنا پیار ہے کہ ماں کے لفظ پر ہر ماں کا ہاتھ مارنے سے رک جاتا ہے۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ بہت بڑے محدث گذرے ہیں۔ پہلے ہندوستان میں تھے، جب پاکستان بنا تو پاکستان تشریف لے گئے۔ پاکستان میں کوئی ان کو "حضرت" کہتا، کوئی "شیخ الاسلام" کہتا وغیرہ وغیرہ۔ بڑے بڑے القاب سے ان کو خطاب کیا جاتا تھا۔ وہ فرماتے ہیں کہ کراچی آنے کی دو غرض ہوتی تھیں، ایک مفتی محمد شفیع صاحب سے ملاقات اور نمبر دو مفتی شفیع صاحب کی والدہ جو میری ممانی ہوتی تھیں ان کی زیارت۔ وہ مجھے "بیٹا" کہہ کر آواز دیتی تھیں۔ یہ لفظ مجھے بڑا پیارا لگتا۔ یہ لفظ سننے کے لئے سفر کر کے کراچی آیا کرتا تھا۔ تو اسی طرح آپ سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ مؤمنین کو قرآن میں خطاب کرتا ہے "یاایھا الذین آمنوا" یہ ایسا پیارا لفظ ہے جیسا کہ مشفق ماں باپ اپنے بچے کو "اے میرے بیٹا، اے میری بیٹی" خطاب کریں، یہ بھی ویسا ہی پیارا خطاب ہے۔

تقویٰ اور اس کی حقیقت

اس کے بعد ارشاد فرمایا: "اتقوا اللہ" تقویٰ کے معنیٰ ہیں "ڈرنا" یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کرنے سے ڈرتے رہنا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مختلف مقامات پر اپنی ذات سے ڈرایا ہے مگر اللہ تعالیٰ کا ڈرنا ایسا نہیں ہے جیسا ہم دشمن سے ڈرتے ہیں۔ سانپ سے ڈرتے ہیں، بچھو سے ڈرتے ہیں، آگ سے ڈرتے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا ڈرانا رحمت و شفقت کے ساتھ ہے کہ ان چیزوں سے بچو تا کہ تم کو جنت ملے اور جنت میں اس کا دیدار اور رضامندی تم کو عطا کی جائے۔

قیامت و جہنم سے ڈرانا بھی نعمت ہے

آپ نے کبھی قرآن کریم میں غور کیا۔ "فبای آلاء ربکما تکذبٰن" سورہ رحمٰن میں یہ آیت ہے۔ اس سورۃ کو "عروس القرآن" (قرآن کی دلہن) کہا گیا ہے کیونکہ اس کو "فبای آلاء" سے

سجایا گیا ہے اللہ تعالیٰ پوچھتے ہیں کہ اے انسانوں اور جنا تو تم میری کونسی کونسی نعمتوں کو ٹھکراؤ گے اور انکار کرو گے اللہ تعالیٰ نے بہت سی نعمتیں ذکر کی ہیں لیکن دوسرے رکوع میں عذاب کا ذکر کیا ہے، کہیں قیامت کا ذکر کیا ہے "فاذانشقت السماء فکانت وردة کالدهان" اس آیت میں قیامت کا تذکرہ ہے۔ اس کے بعد بھی "فبای آلاء ربکما تکذبن" ذکر کیا ہے "فیومئذلا یسئل عن ذنبه انس ولا جآن" اس دن یعنی قیامت کے دن کسی انسان یا جنات سے اس کے گناہ کے بارے میں پوچھیں گے نہیں، جب ہمارے سامنے پیشی ہوگی۔ یہ بظاہر نعمت نہیں ہے پھر بھی اس کے بعد "فبای آلاء ربکماتکذبن" کا ذکر فرمایا۔ کیوں نہیں پوچھیں گے؟ اس دن ہم مجرموں کو ان کے چہروں سے پہچان لیں گے "یعرف المجرمون بسیماهم" ہم مجرموں کو ان کے چہروں سے پہچان لیں گے کہ دنیا میں کیا کیا کر کے آئے ہیں۔ "فیوخذ بالنواصی والاقدام" وہ سر کے بالوں سے اور پاؤں سے پکڑ لئے جائیں گے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں سر کے بالوں کو پیر میں باندھ دیں گے اور جہنم میں ڈال دیں گے اور بعض مفسرین نے فرمایا کہ کسی کو سر کے بال سے پکڑ کر گھسیٹا جائے گا، کسی کو ٹانگیں پکڑ کر یا کبھی اس طرح، کبھی اس طرح لیکن آگے پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "فبای آلاء ربکماتکذبن" یہ کونسی نعمت ہے؟ بظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ نعمت نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کہتا ہے اے جن وانس تم میری کونسی کونسی نعمتوں کو ٹھکراؤ گے۔ تو بات یہ ہے کہ یہ انداز ہے، ڈرانا ہے شفقت کے ساتھ کہ اے میرے بندو تم دنیا سے ایسے اعمال کر کے نہ آنا کہ کل قیامت کے دن سر کے بال پکڑ کر یا پیر پکڑ کر جہنم میں ڈالدیئے جاؤ۔ ایسے اعمال کر کے مت آنا۔ تو بتلائیے جہنم سے بچ جانا نعمت ہے یا نہیں؟ بہت بڑی نعمت ہے تو یہاں بظاہر ڈرایا جارہا ہے لیکن یہ ڈرانا شفقت کے ساتھ ہے جیسے باپ اپنے بیٹے کو یا استاذ شاگرد کو کہے اگر تم یہ حرکت کرو گے تو تمہاری پٹائی ہوگی۔ تو بظاہر یہ ڈرانا ہے مگر حقیقت میں اس کو بری حرکت سے اور اس کے بعد مار سے اس کو بچانا اور محفوظ رکھنا ہے۔

سب سے پہلے تقویٰ کی وصیت، سلف صالحین کا طریقہ

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اتقوا الله" یہ آیت آج میں نے اسلئے منتخب کی کہ ہمارے

سلف صالحین کا معمول رہا ہے کہ ایک دوسرے کی ملاقات پر تقویٰ کی وصیت فرماتے تھے۔ اوصیکم اولاً بتقوی الله، سب سے پہلے تقویٰ کی وصیت کرتے تھے تاکہ ذہن میں تقویٰ آجائے اور دل ودماغ تقویٰ کی طرف متوجہ ہوجائے لیکن ہمیں تقویٰ کا مفہوم معلوم نہیں اس بات کی ضرورت ہے کہ ہمیں تقویٰ کا مفہوم اور معنی معلوم ہوجائے۔ ہمارے ہندوستان سے ایک حاجی صاحب حج کرنے گئے تھے، ان کے پاس ایک بہت خوبصورت لوٹا تھا، اتفاق سے ایک مرتبہ تھک کر کسی عرب کے مکان کے اوٹلے پر بیٹھ گئے، مکان کا مالک جو عرب تھا وہ آیا، اس نے اپنے دروازے کے پاس حاجی صاحب کو بیٹھا ہوا دیکھا تو اس نے کہا "یا حاجی رح رح رح" بھاگو یہاں سے، وہ حاجی بوڑھا تھکا ہوا تھا۔ اس نے کہا تھوڑی دیر بیٹھنے دو۔ اس عربی نے کہا اچھا بیٹھو لیکن یہ لوٹا مجھے دیدو۔ وہ بڑا خوبصورت لوٹا تھا اسے پسند آگیا۔ اب حاجی صاحب کو لوٹا دینا نہیں تھا اور وہاں بیٹھنا بھی تھا۔ عربی زبان تو اچھی طرح آتی نہیں تھی تو حاجی صاحب نے کہا "یایها الذین آمنوا اتقوا الله ولتنظر نفس ماقدمت لغد واتقوا الله ان الله خبیر بما تعملون" یہ سنکر اس عربی نے کہا "معافی معافی" اس لئے کہ وہ تقویٰ کا مفہوم جانتے تھے۔ یہ آیت سنی، اتقوا اللہ سنا تو اس عرب کے رونگٹے کھڑے ہوگئے اور فوراً معافی مانگنے لگا۔

حضرت داؤد طائی کی نصیحت

حضرت داؤد طائیؒ بہت بڑے درجہ کے بزرگ گذرے ہیں۔ ان سے کسی نے کہا حضرت کچھ نصیحت فرمایئے۔ انہوں نے لمبی چوڑی تقریر نہیں کی بلکہ فرمایا اتق الله، اتق الله" اللہ سے ڈرو، اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، بس یہی نصیحت ہے۔ خدا کرے ہمارے اندر بھی تقویٰ آجائے۔ میں نے بھی اس آیت کا انتخاب کیا کہ اس مسجد (مسجد ہدایت، سورت) میں متقیوں کے ایک شیخ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب جے پوریؒ برسہا برس تک اپنے قول سے اپنے عمل سے تقویٰ کا بیان کرتے رہے، بار بار کرتے رہے اور کوئی مسلمان اللہ کا ولی بن نہیں سکتا جب تک کہ اس کے اندر تقویٰ نہ ہو۔ تقویٰ بہت بنیادی چیز ہے۔ ہر ایک اللہ پاک سے دعا کرے کہ اللہ پاک ہمیں تقویٰ کی دولت نصیب فرمائیں۔ جس کو تقویٰ مل گیا اس کا بیڑا پار ہوگیا۔ ماشاءاللہ اس کے بڑے فضائل ہیں۔

تقویٰ کا مفہوم

تقویٰ کہتے ہیں بچنے کو۔ کس چیز سے بچنا؟ جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے حرام کی ہیں ان تمام سے بچنا۔ اس میں سب چیزیں آ گئیں، وہ چیزیں معاملات کے قبیل سے ہوں یا کھانے پینے کے قبیل سے، کاروبار کے اعتبار سے ہوں یا لباس اور پہننے اوڑھنے کے اعتبار سے، خوشی کے اعتبار سے ہوں یا غمی کے اعتبار سے۔ ایسی خوشی بھی منانا جائز نہیں جس میں حرام کاموں کا ارتکاب ہو، ناچ گانے لہو ولعب کے آلات اختیار کر کے اس سے خوشی منانا جائز نہیں۔ ایسی چیزوں کا استعمال کرنا منع ہے۔ تو جو چیزیں بھی اختیار کرے ان میں اس بات کا دھیان رہے کہ اللہ کا حکم نہ ٹوٹے، اسی کا نام تقویٰ ہے۔

ستر نبی کے برابر عمل بھی کم معلوم ہوں گے

حضرت کعب بن احبارؓ مسلمان ہوئے یہ تورات کے حافظ تھے۔ یہودیوں کے امام تھے۔ حضرت عمرؓ سے بہت گہری دوستی تھی۔ حضرت عمرؓ آپ کو اپنے ساتھ رکھتے تھے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اللہ پاک نے ان کو بہت علم دیا تھا، تورات کے بھی عالم تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد دین اسلام کے بھی عالم بن گئے حضرت عمرؓ ان سے کبھی کبھی سوال بھی کیا کرتے تھے اور ان کی باتیں بڑے شوق سے سنتے تھے۔ ایک دن حضرت عمرؓ نے فرمایا اے کعب! اللہ سے ڈرایئے تو حضرت کعب نے فرمایا اے امیر المؤمنین! کیا آپ نے قرآن نہیں پڑھا؟ فرمایا' قرآن تو پڑھا ہے مگر تم سے کچھ سننا چاہتا ہوں تو فرمایا سنو! اے عمر آخرت کے لئے جتنا عمل کر سکتے ہو کر لو' قیامت کے دن ایک شخص ستر نبی کے برابر بھی عمل لیکر آئے گا تو اس کو اپنے اعمال کم معلوم ہوں گے۔ اس دن کے مقابلہ میں اس کو اپنے اعمال چھوٹے معلوم ہوں گے اور قیامت کے دن ایک ایسی آواز آئے گی کہ وہ آواز سن کر ہر نبی اپنے گھٹنوں کے بل گر جائیں گے اور ہر ایک کی زبان پر ہوگا "یارب نفسی نفسی' یارب نفسی نفسی"

اس کے بعد فرمایا جہنم سے ایک سوراخ رائی کے برابر کھول دیا جائیگا مشرق میں' تو مغرب میں رہنے والا انسان اس کے تپش اور گرمی سے گھل جائیگا۔

کسی موقع پر اللہ کا حکم نہ ٹوٹے' یہی تقویٰ ہے

اس کے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا اے کعب! تقویٰ کسے کہتے ہیں؟ فرمایا اے امیر المؤمنین! کیا آپکا گزر کبھی ایسے مقام سے ہوا ہے کہ اس کے دونوں طرف جھاڑی دار درخت ہوں، کانٹے ہوں ' آپ ایسے راستے پر کس طرح چلتے ہو؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا بہت سنبھل کر چلتا ہوں' اپنے دامن کو بھی سمیٹ لیتا ہوں کہ کسی کانٹے دار درخت میں دامن پھنس گیا تو کپڑا بھی پھٹ جائے گا اور زخمی ہونے کا بھی اندیشہ ہوگا اسلئے بڑی احتیاط سے چلتا ہوں کہ کانٹا نہ چبھ جائے۔ فرمایا بس اسی کا نام تقویٰ ہے' زندگی گزارو بچ بچ کر کہ کسی موقعہ پر بھی اللہ تعالیٰ کا حکم نہ ٹوٹے۔ یہی تقویٰ ہے اور یہی تقویٰ والی زندگی ہے۔

تقویٰ کے بغیر ولایت ممکن نہیں

اور کسی ولی کو بلا تقویٰ ولایت نہیں مل سکتی۔ اسی لئے قرآن مجید میں فرمایا "ان اولیاء ہ الا المتقون" اس آیت کی بعض حضرات نے یہ تفسیر کی ہے کہ اللہ کے ولی صرف متقی اور پرہیزگار لوگ ہی ہو سکتے ہیں۔ (معارف القرآن ۲۲۹' ج ۴ سورہ انفال آیت نمبر ۴۴)

دوسری جگہ ارشاد فرمایا "الا ان اولیاء الله لا خوف علیهم و لا هم یحزنون. الذین آمنو ا و کانو ایتقون. لهم البشریٰ فی الحیوۃ الدنیا و فی الآخرۃ"

یاد رکھو اولیاء اللہ کو نہ کسی ناگوار چیز کے پیش آنے کا خطرہ ہوگا اور نہ کسی مقصد کے فوت ہو جانے کا غم ہوگا اور اولیاء اللہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور جنہوں نے تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کی' ان کے لئے دنیا میں بھی خوشخبری ہے اور آخرت میں بھی۔

(معارف القرآن ص ۵۴۶' ج ۴' سورہ یونس آیت نمبر ۶۲-۶۳)

گناہ چھوڑے بغیر تقویٰ حاصل نہیں ہوسکتا

ہمارا حال یہ ہے کہ ہم اعمال حسنہ تو کر لیتے ہیں' ماشاءاللہ ہماری زندگی میں نماز ہے' روزہ ہے' حج ہے' زکوٰۃ ہے' غرباء فقراء مساکین کی مدد ہے وغیرہ کار خیر کر لیتے ہیں۔ یہ اعمال یقیناً مبارک ہیں' اللہ پاک قبول فرمائیں لیکن ہم گناہوں سے نہیں بچتے اور جب تک گناہوں سے

نہیں بچیں گے تقویٰ حاصل نہیں ہوسکتا۔ گناہوں کو چھوڑنے کا نام ہی تقویٰ ہے۔ تمام گناہوں سے اجتناب اس میں آ گیا۔ بدنگاہی ہو، بدکلامی ہو، غیبت ہو، جھوٹ ہو، وغیرہ وغیرہ۔ یاد رکھو جس طرح نماز پڑھنے کا حکم ہے "اقیمو االصلوٰۃ" اسی طرح زبان کی حفاظت کا بھی حکم ہے۔ ارشاد فرمایا "یا یھاالذین آمنو اتقوااللہ و قولو اقولاً سدیداً" اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور صحیح بات کہو۔ معلوم ہوا زبان کی حفاظت کرنا بھی بہت ضروری ہے۔ کسی کی غیبت کرلی، کسی کو طعنہ دے دیا، کسی کو اوپر چڑھا دیا، کسی کو نیچے گرا دیا، اس کو ذلیل و خوار کردیا اور بے عزت کردیا۔ یہ سب چیزیں گناہ ہیں حرام ہیں۔

''مگر'' غیبت کا دروازہ

پہلے تو اکثر عورتوں کی مجالس، غیبت کی مجالس ہوتی تھیں، اب تو مردوں کی مجالس بھی غیبت سے پر ہوتی ہیں۔ فلاں تو بہت اچھا ہے، اس کے اندر یہ خوبی ہے، یہ خوبی ہے مگر...... جہاں ''مگر'' آیا بات کا رنگ بدلا اور وہیں سے غیبت شروع ہوجاتی ہے۔ یہ غیبت کا دروازہ ہے۔ جب اللہ رب العزت نے بصیغہ امر "قولو ا قولاً سدیداً" فرمایا ہے تو بتلائے غیبت کرنا حرام ہے یا نہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح سود کھانا حرام ہے، شراب پینا حرام ہے، خنزیر (سور) کھانا حرام ہے۔ اسی طرح غیبت کرنا بھی حرام ہے اور جس طرح غیبت کرنا حرام ہے اسی طرح غیبت سننا بھی حرام ہے۔ ہم سن کر لطف لیتے ہیں، مزہ حاصل کرتے ہیں اور اس پر دل میں گاہے گاہے خوش بھی ہوتے ہیں۔ اگر ہم اس طرح کرتے ہیں تو یہ زبان سے حرام کا ارتکاب ہوا۔ اسی طرح گالی گلوچ کرنا بھی غلط ہے۔ بعضوں کا تو تکیہ کلام ہی گالی ہوتا ہے۔ اپنی اولاد تک کو گالی دیدیتے ہیں۔ اسی طرح بعض لوگ خاص کر عورتیں بات بات پر طعنہ دیتی ہیں، کوستی رہتی ہیں۔ یہ سب باتیں بہت غلط اور گناہ ہیں۔

زبان پر کنٹرول

جس زبان سے اللہ کا ذکر کریں، قرآن مجید کی تلاوت کریں، اللہ کی حمد وثنا کریں پھر اسی زبان کو غیبت، گالی گلوچ اور جھوٹ میں استعمال کریں تو بقول حضرت مولانا تھانویؒ کہ

جس چمچہ سے کھانا نکالیں، اچھی اچھی نعمتیں نکالیں اسی چمچہ کو گندگی اور نجس چیزوں میں استعمال کریں تو کس قدر بری اور غلط بات ہے۔ اللہ رب العزت نے زبان کو صحیح استعمال کرنے کی بار بار تاکید فرمائی ہے، ایک جگہ ارشاد فرمایا "وقولو اللناس حسنا" آج کل زبان کو کنٹرول کرنا بہت مشکل ہے، تہجد پڑھ لینا آسان ہے۔ حضرت مولانا سید ابرار احمد دھلویؒ مثال دیا کرتے تھے کہ ایک شخص تہجد گزار ہے، رات کو چار بجے سے بیدار ہوا اور اشراق تک تلاوت، نماز، ذکر میں مشغول رہا اور ایک دوسرا آدمی جو فجر کی نماز کے لئے اٹھا، فجر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی اور پھر اپنے کام میں مشغول ہو گیا اور ظہر کی نماز میں مسجد میں دونوں آئے۔ اس تہجد گزار نے اشراق سے ظہر تک اپنے کو غیبت، گالی گلوچ میں مشغول رکھا اور اس دوسرے شخص نے غیبت، جھوٹ وغیرہ سے اپنی حفاظت کی تو اللہ تعالیٰ کے یہاں مرتبہ اور مقام اس فرض ادا کرنے والے کا بڑھ جائیگا کیونکہ اشراق پڑھنا فرض نہیں تھا اور غیبت سے بچنا فرض تھا۔

لغویات کا خمیازہ

ایک مرتبہ حضرت کعبؓ بیمار ہو گئے۔ حضور اقدس ﷺ بیمار پرسی کے لئے تشریف لے گئے تو حضرت کعبؓ کی والدہ نے فرط محبت اور فرط خوشی میں فرمایا اے کعب جنت کی بشارت سن لو حالانکہ حضور اقدس ﷺ نے جنت کی بشارت نہیں دی تھی تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اے کعب! یہ بوڑھیا کون ہے؟ حضرت کعبؓ نے فرمایا میری والدہ ہیں تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے جنت کی بشارت سنائی حالانکہ ہوسکتا ہے کہ کعب نے کبھی کوئی لغویات کہدی ہو یا لغویات سن لی ہو۔ اللہ اکبر! بزرگو بہت عبرت کا مقام ہے۔ نبی کریم ﷺ لغو اور بے ہودہ بات کے نقصان اور مضرت کو کس قدر اہمیت سے ارشاد فرما رہے ہیں اور ہمارا تو ذہن بھی اس طرف متوجہ نہیں ہوتا، اللہ ہی ہمیں معاف فرمائیں۔ صبح سے شام تک بے کار اور بے ہودہ اور لغو باتوں میں وقت گزارتے ہیں۔ ہمیں اس واقعہ سے عبرت حاصل کرنا چاہئے اور اپنی زبان کی مکمل حفاظت کرنا چاہئے۔ غیبت، جھوٹ، گالی

گلوچ، طعنہ زنی تو یقیناً بری چیز ہیں، لغو اور بے ہودہ باتوں سے بھی اپنی زبان کی حفاظت کرنا چاہیے۔ اسی کا نام تقویٰ ہے اور اللہ پاک ہم سے ایسی ہی پاکیزہ زندگی چاہتے ہیں۔ اللہ پاک ہمیں تقویٰ نصیب فرمائیں۔ انشاء اللہ دوسری مجلس میں اس کے متعلق ضرور عرض کروں گا۔

سبحان الله و بحمده سبحانک اللّٰهم و بحمدک و نشهد ان لا اله الا انت نستغفرک و نتوب الیک. وما علینا الا البلاغ المبین

تقویٰ کی حقیقت اور اس کے ثمرات

(۲)

اللہ پاک نے ارشاد فرمایا "ان تتقو الله یجعل لکم فرقاناً" اگر تم اللہ سے ڈرو گے اور تقویٰ اختیار کرو گے اور تقویٰ کو اپنا شعار بناؤ گے تو تقویٰ کی برکت سے اللہ تعالیٰ تمہارے دل میں نور ڈال دیگا جس سے تم ذوقاً اور وجداً ناحق اور باطل میں فرق کر لیا کرو گے۔ اس کے بعد اسی آیت ہی میں ارشاد فرمایا "و یکفر عنکم سیئاتکم و یغفر لکم والله ذوالفضل العظیم" اور اللہ تعالیٰ تم سے تمہاری برائیوں کو دور کر دے گا، تمہارے گناہوں کا کفارہ کر دے گا اور تمہاری مغفرت کر دیگا اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے، تمہارے وہم و گمان سے بڑھ کر دیتا ہے۔ یہ تقویٰ کے برکات اور فضائل ہیں۔ لہٰذا ضرورت ہے کہ ہم صفت تقویٰ اختیار کریں اور متقی بن کر زندگی گزاریں۔

تقویٰ کی حقیقت اور اس کے ثمرات

(۲)

الحمد لله و كفى و سلام على عباده الذين اصطفى امابعد فاعوذ بالله من الشيطن الرجيم. بسم الله الرحمن الرحيم. ومن يتق الله يجعل له مخرجا ويرزقه من حيث لا يحتسب ومن يتوكل على الله فهو حسبه .صدق الله العظيم و صدق رسوله النبي الكريم و نحن على ذالک من الشاهدين و الشاكرين والحمد لله رب العلمين.

تقویٰ پر اللہ کے وعدے

بزرگو اور عزیز دوستو! تقویٰ سے متعلق بات ہو رہی تھی۔ آج بھی انشاء اللہ تقویٰ سے متعلق کچھ عرض کرنا ہے۔ اللہ پاک مفید باتیں زبان پر جاری فرمائیں، قبول فرمائیں اور ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمادیں، آمین۔

پہلے بھی بتلایا تھا کہ مسلمان کو تقویٰ اختیار کرنا چاہیئے۔ اب تقویٰ اختیار کرنے پر کیا ملے گا؟ قرآن مجید میں پانچ وعدے اللہ تعالیٰ نے متقیوں کے لئے بیان فرمائے ہیں۔

(۱) ومن يتق الله يجعل له مخرجا جو آدمی تقویٰ اختیار کرے گا ہم تکالیف میں اس کے لئے نجات کا رستہ نکال دیں گے اور یہ بالکل عام ہے۔ دنیا کی سب مشکلات ومصائب کے لئے بھی راستہ نکال دیں گے اور آخرت کی تمام مشکلات ومصائب سے بھی بچنے کا راستہ نکال دیں گے۔ تو خلاصہ یہ ہے کہ گناہوں سے بچنے پر دنیا وآخرت کی ہر مشکل، ہر تکلیف، ہر مصیبت سے نجات کا راستہ نکال دیں گے۔ ایک تاجر شخص اس آیت پر عمل کرتے ہوئے اگر دیانت داری، سچائی اور تقویٰ کے ساتھ تجارت کرتا ہے تو نفع کم ملتا ہے اور دوسرا تاجر حرام

طریقہ سے تجارت کرتا ہے تو بظاہر نفع زیادہ ملتا ہے مگر وہ تقویٰ والی تجارت ہی بہتر ہے چاہے اس میں نفع کم معلوم ہوتا ہے، بہتر ہے۔ اللہ پاک اس میں برکت عطا فرمائیں گے اور حرام چھوڑ کر حلال اختیار کرنا ہی تقویٰ کی علامت ہوگی انشاء اللہ۔ اللہ پاک اس میں برکت ڈال دیں گے اور اسکے دوسرے مصائب اور مشکلات حل کردیں گے اور اگر تقویٰ سے ہٹا اور حرام روزی اختیار کی تو ملے گا اتنا ہی جتنا مقدر میں ہے مگر حرام اختیار کرنے کا گناہ ہوگا، اللہ پاک ناراض ہوں گے، تکالیف اور فکروں میں مبتلا ہو جائیگا۔ لہٰذا روزی حاصل کرنے میں حرام طریقہ کو اختیار نہ کرے۔

روزی آدمی کو تلاش کرتی ہے

روزی آدمی کو اس طرح تلاش کرتی ہے جس طرح موت انسان کو تلاش کرتی ہے اور جب تک انسان کے مقدر کی روزی ختم نہیں ہوتی اس کو موت بھی نہیں آتی۔ حضور اقدس ﷺ نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا "الا و ان نفساً لن تموت حتى تستكمل رزقها فاتقوا الله و اجملوا فى الطلب و توكلوا عليه" یاد رکھو، آگاہ ہو جاؤ کسی کو اس وقت تک موت نہیں آتی جب تک کہ جو رزق اس کے مقدر میں ہے پورا نہ کرے۔ ملک الموت میت کے گھر کے دروازے پر کھڑے ہو کر کہتے ہیں کہ میں نے اس کی روزی کم نہیں کی، مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک میں گھوما لیکن اس کی مقدر کا رزق اب کہیں بھی باقی نہیں تھا جو اس کے مقدر میں تھا وہ کھا چکا ہے نہ میں نے اس کا ایک دانہ کم کیا، نہ پانی کم کیا۔ لہٰذا جو مقدر کا رزق ہے وہ انسان کو ملکر ہی رہتا ہے۔ جب یہ طے شدہ بات ہے تو اللہ ہی پر توکل کرو، جو قسمت میں ہے وہ انشاء اللہ مل جائے گا۔ آپ نے دیکھا ہوگا جب کسی کی موت کا وقت آتا ہے تو سانس بہت تیز ہو جاتی ہے۔ آپ نے کبھی اس پر غور کیا کہ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ اللہ پاک نے اس کی تقدیر میں جتنے سانس لکھے ہیں وہ مقدار پوری کرنا ہوتی ہے جب تک وہ مقدار پوری نہ کرے موت نہیں آتی۔ تو گویا مقدار پوری ہونے کے لئے سانس کی رفتار تیز ہو جاتی ہے اور چمچہ چمچہ زمزم یا پانی اس کے منہ میں ٹپکاتے ہیں جو مقدار اس کی تقدیر میں ہوتی ہے وہ پیتا ہے اور جو اس کے مقدر میں نہیں ہوتا وہ منہ سے باہر نکل جاتا ہے۔ تو جو مقدر میں ہے وہ ملکر رہیگا۔ اس لئے تجارت میں بھی تقویٰ اختیار کرنا

چاہئے۔ بعض لوگ تجارت میں دھوکہ دیتے ہیں اور بعض تو جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں۔ خوب سن لو جو لوگ جھوٹی قسمیں کھا کر تجارت کرتے ہیں تو ان کی تجارت میں برکت تو کیا ہوگی اللہ تعالیٰ کل قیامت میں اس کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا' شفقت اور نرمی سے بات نہیں دریگا اور اس کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے۔

تقویٰ کی برکت

ابن خریفؒ کہتے ہیں کہ میرے والد صاحب کپڑوں کی تجارت کیا کرتے تھے۔ ایک مشہور دلال (Agent) احمد بن حبیب تھا' میرے والد نے اس کو ایک تھان بیچنے کے لئے دیا اور اس کو بتادیا کہ کپڑے میں فلاں جگہ عیب اور نقصان ہے' جب تم کسی کو بیچو تو یہ عیب گاہک کو بتادینا۔ وہ دلال تھان لیکر نکلا' ایک شخص کو کپڑا پسند آگیا' اسے دلال سے خرید لیا۔ شام کو دلال نے آکر اس کی قیمت میرے والد کے حوالے کر دی۔ ابن خریفؒ فرماتے ہیں کہ میرے والد نے اس دلال سے پوچھا کہ کیا تم نے اس خریدار کو کپڑے کا نقصان (عیب) بتلا دیا تھا؟ اس دلال نے کہا او ہو' میں تو بتلانا بالکل ہی بھول گیا' میرے دماغ سے یہ بات بالکل نکل گئی۔ میرے والد نے پوچھا تم نے کس شخص کو وہ تھان بیچا۔ دلال نے کہا بغداد کی طرف ایک قافلہ جا رہا تھا اس قافلہ کے ایک شخص کو بیچا ہے اور قافلہ تو نکل چکا ہے۔ میرے والد نے ایک تیز رفتار گھوڑا لیا اور اس قافلہ کی تلاش میں نکلے۔ کافی دور جا کر اس قافلہ سے ملاقات ہوئی اور تحقیق کرنے کے بعد اس خریدار سے فرمایا بھائی! آپ نے جو تھان خریدا ہے اس میں تو عیب ہے اور میرا دلال آپکو وہ عیب بتانا بھول گیا تھا' آپ اپنی قیمت واپس لے لو اور وہ کپڑے کا تھان مجھے واپس دیدو۔ وہ خریدار بڑا متاثر ہوا' کبھی ان کو دیکھتا اور کبھی کپڑا دیکھتا۔ بالآخر وہ خریدار اس سچائی اور ایمانداری پر فدا ہو گیا اور اسلام قبول کر لیا اور میرے والد کے پاس سے رقم لے کر پھینک دی اور دوسری رقم اپنے پاس سے ادا کی اور کہا کہ پہلی رقم (جعلی) کھوٹے سکے تھے' آپ کی سچائی اور امانت داری کی بنیاد پر اب میں آپ سے وہی عیب دار تھان خریدتا ہوں اور اب کھرے سکے آپ کو ادا کرتا ہوں۔ دیکھا آپ نے سچائی اور تقویٰ کی بنیاد پر کس قدر فائدہ ہوا۔ خریدار کے اسلام قبول کرنے کا سبب بھی ہوا اور مالک کو حلال طیب رقم (کھرے سکے) بھی مل گئی۔ یہ ہے تقویٰ کی برکت۔

تقویٰ پر بے وہم وگمان روزی

تقویٰ پر دوسرا وعدہ اور اس کی دوسری برکت یہ ہے "ویرزقه من حیث لا یحتسب" اس کو ایسی جگہ سے رزق عطا فرماتے ہیں جہاں سے اس کو ملنے کا وہم وگمان بھی نہیں ہوتا اور رزق سے مراد اس جگہ ہر ضرورت کی چیز ہے خواہ دنیا کی ہو' خواہ آخرت کی۔ تو مؤمن متقی کے لئے اللہ تعالیٰ کا وعدہ اس آیت میں یہ ہے کہ اس کی ہر مشکل کو بھی آسان کر دیتا ہے اور اس کو ضروریات کا بھی تکفل فرماتا ہے اور ایسے راستوں سے اس کی ضروریات کو مہیا کر دیتا ہے جہاں سے اس کو وہم وگمان بھی نہیں ہوتا۔

ایک واقعہ

ایک بزرگ گذرے ہیں محمد عبدالباقی۔ بہت بڑے ولی گذرے ہے وہ حج کے سفر میں تھے' دوران حج ان کے اخراجات ختم ہو گئے اور فاقے ہونے لگے' اتفاقاً ایک دن حرم پاک سے اپنی قیام گاہ کی طرف آرہے تھے راستہ میں ایک تھیلی پڑی ہوئی تھی' تھیلی اٹھالی گھر آکر دیکھا تو اس میں ایک بہت قیمتی ہار تھا۔ ہیروں کا بہت خوبصورت ہار تھا' سوچا کہ کسی بندی کا ہار ہے جو کھو گیا ہے' انشاء اللہ مالک کو تلاش کر کے پہنچاؤں گا اور اپنی طاقت بھر کوشش کروں گا۔ اتنے میں انہوں نے آواز سنی کہ اس قسم کا ہار گم ہو گیا ہے جس کو ملا ہو وہ فلاں تک پہنچادے تو اس کو دس ہزار درہم کا انعام دیا جائیگا۔ اس زمانہ کے دس ہزار آج کے لاکھوں کے برابر ہوں گے اس سے اندازہ لگاؤ کہ وہ ہار کتنا قیمتی ہوگا۔ یہ آواز سن کر عبدالباقی گھر سے نکلے اور ساری علامات پوچھ کر وہ ہار اس کے مالک کے حوالے کر دیا اور غائب ہو گئے' انعام بھی نہیں لیا۔ مالک نے بہت دعائیں دیں کہ ہار بھی مل گیا اور اس نے انعام بھی نہیں لیا' وہ خدا کا بندہ دعائیں دیتا ہوا اپنے وطن واپس چلا گیا۔ حج کا زمانہ گذار کر حضرت محمد عبدالباقی ایک کشتی میں سوار ہو کر اپنے وطن کی طرف لوٹ رہے تھے کہ کشتی موجوں میں پھنس کر ٹوٹ گئی اور تمام مسافر ادھر ادھر ہو گئے' مولانا عبدالباقی بھی ایک تختہ کا سہارا لئے ہوئے کنارے پہنچے، اور ایک جنگل میں جا پہونچے قریب میں ایک دیہات تھا وہاں مسجد

میں پہونچے تلاوت شروع کر دی' نماز میں مشغول ہو گئے' تلاوت اور نماز کے بعد سمجھ کر صاف صفائی میں مشغول ہو گئے' لوگوں نے مسافر سمجھ کر ان کی خدمت کی مگر بعد میں اندازہ لگایا کہ یہ تو پڑھے لکھے مولانا معلوم ہوتے ہیں' ان سے تمام حالات معلوم کئے۔ جب لوگوں کو حقیقت حال معلوم ہوئی تو لوگوں نے کہا کہ ہمارے امام صاحب کا انتقال ہو گیا ہے ہمیں امام کی ضرورت ہے آپ یہیں اطمینان سے قیام فرمائیں' ہم آپکو اپنا امام بناتے ہیں آپ ہمارے امام بن کر رہیں۔ ہوتے ہوتے لوگوں کو ان سے انسیت اور محبت ہو گئی ہر ایک آپ کو چاہنے لگا' لوگوں نے آپ کے اخلاق حسنہ کو دیکھ کر سوچا کہ امام صاحب کے پاؤں میں بیڑی ڈالدی جائے تاکہ امام صاحب یہیں رہیں اور مضبوطی کے ساتھ کام کرتے رہیں۔ اب محلہ والوں نے مولانا محمد عبدالباقی کے نکاح کے لئے مشورہ کیا' مولانا صاحب نے فرمایا کہ اگر کوئی نیک لڑکی مل جائے گی تو ضرور شادی کر لیں گے' ایک سنت ادا ہو جائے گی۔ محلہ والوں نے کہا ہمارے سابق امام کی لڑکی ہے جو بہت نیک صالح ہے' آپ اس سے نکاح کر لیں۔ فرمایا کہ اچھی بات ہے لڑکی کو ایک مرتبہ دیکھ لوں' ایک مرتبہ دیکھ لینا درست ہے۔ ایک انصاری صحابیؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ فلاں انصاریہ لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہوں' حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ھل راء یت کیا تم نے دیکھا ہے؟ کہا نہیں' تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جاؤ ایک مرتبہ دیکھ لو کہ وہ لڑکی کنویں پر پانی بھرنے کے لئے جا رہی ہے۔ اس زمانہ کا جیسا پردہ ہوگا اس پردہ کے ساتھ پانی بھرنے گئی ہوگی۔ وہ صحابی رسول دیکھنے کے لئے ایک درخت کے پیچھے بیٹھ گئے اور دیکھنے لگے' اچانک اس خاتون کی نگاہ بھی ان پر پڑ گئی۔ وہ باحیا لڑکی تھی' بول اٹھی الاتستحی و انت صاحب رسول الله صلی الله علیه وسلم۔ تم کو شرم نہیں آتی چھپ کر مجھے دیکھتے ہو حالانکہ تم رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہو۔ ان صحابی رسول نے فرمایا امرنی رسول الله صلی الله علیه وسلم مجھے رسول اللہ ﷺ نے دیکھنے کا حکم فرمایا ہے۔ یہ سن کر وہ خاموش ہو گئیں۔ لہٰذا نکاح کے لئے ایک مرتبہ دیکھ لینا جائز ہے' رشتہ منظور ہو تو فبہا ورنہ کوئی حرج نہیں۔

بلا نکاح صرف منگنی ہو جانے پر لڑکے لڑکی کا آپس میں ملنا حرام ہے

اتنا تو جائز ہے لیکن اس کے بعد جیسا کہ بعض جگہ دستور ہے کہ منگنی ہو جانے اور رشتہ طے ہو جانے کے بعد لڑکا اور لڑکی بے تکلف ایک دوسرے سے ملتے ہیں بلکہ بعض مرتبہ دونوں تنہا گھومنے پھرنے بھی چلے جاتے ہیں' خلوت بھی ہوتی ہے حالانکہ ابھی نکاح نہیں ہوا ہے' صرف رشتہ نکاح کی بات ہوئی ہے۔ تو نکاح سے پہلے اس طرح ملنا جلنا بالکل حرام ہے اور سخت گناہ ہے۔

تو مولانا صاحب کو بھی ان کی اس جائز خواہش اور مطالبہ کے وجہ سے لڑکی دکھانے لے گئے۔ جب مولانا صاحب وہاں پہنچے اور لڑکی کو دیکھا تو اتفاق سے اس کے گلے میں ایک خوبصورت ہار تھا۔ مولانا صاحب لڑکی کے بجائے اس ہار کو غور سے دیکھنے لگے' لڑکی کو تعجب ہوا اور محلہ والوں کو پتہ چلا تو وہ بھی تعجب کرنے لگے۔ بعد میں مولانا صاحب نے کہا کہ نکاح کی بات تو بعد میں ہوگی پہلے میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ ہار اس کے پاس کہاں سے آیا۔ مولانا صاحب کے اصرار پر اس لڑکی نے بتایا کہ یہ میرے والد کا ہار تھا اور یہ ہار مکہ میں گم ہو گیا تھا اور میرے والد نے اعلان کیا تھا کہ جو شخص وہ ہار لا کر دیگا اس کو دس ہزار درہم بطور انعام دوں گا مگر وہ ہار ایک ایسے نیک اور امانت دار شخص کے پاس سے ملا کہ اس نے پوری امانت کے ساتھ ہار دیدیا اور انعام بھی نہیں لیا۔ اسی وقت سے میرے والد نے عزم کیا تھا کہ اگر پتہ چل گیا تو اس امانت دار شخص سے اپنی بیٹی کا نکاح کر دوں گا' اس کی تلاش میں تھے کہ ان کا انتقال ہو گیا اور ان کی کوشش اور تمنا پوری نہ ہو سکی۔ یہ تمام باتیں سن کر امام صاحب نے فرمایا۔

قدرت الٰہی کا کرشمہ

اللہ اکبر! وہ ہار مجھے ہی ملا تھا اور میں نے ہی الحمد للہ مالک تلاش کر کے وہ ہار مالک تک پہنچایا تھا۔ آج میں نے وہ ہار دوبارہ دیکھا تو مجھے وہ پورا واقعہ یاد آ گیا اس لئے میں نے پوچھا کہ اس لڑکی کے پاس یہ ہار کس طرح آیا؟ لڑکی نے یہ سن کر کہا الحمد للہ میرے والد کی

تمنا اور دعا پوری ہوگئی اور اللہ پاک نے کس انداز سے پوری کی' اللہ پاک کی قدرت کا یہ یقیناً عجیب غریب کرشمہ ہے۔ اللہ پاک کو اگر کوئی کام منظور ہوتا ہے تو اس کے اسباب کس انداز سے مہیا فرماتے ہیں۔ انسان کی عقل حیران رہ جاتی ہے' بے شک اللہ پاک بڑی قدرت والے ہیں۔ چنانچہ نکاح ہوگیا۔ اگر پہلے ہار دبا لیتے اور مالک تک نہ پہنچاتے تو حرام تھا' اب تو کیا کہنا بیوی کا ہار ہے گویا اپنا ہی ہار ہے۔ نکاح کے بعد اللہ کے فضل سے صاحب اولاد ہوگئے، دو بچے ہوئے، ایک لڑکا ایک لڑکی، اس کے بعد بیوی کا انتقال ہوگیا۔

ویرزقہ من حیث لا یحتسب کا نمونہ

اس کے بعد بیوی کا انتقال ہوگیا، کچھ دنوں کے بعد ایک لڑکے کا انتقال ہوگیا اور پھر کچھ دنوں کے بعد دوسری بیٹی کا بھی انتقال ہوگیا اور اب پورے ہار کے مالک یہ جناب مولانا محمد عبد الباقی بن گئے۔ اللہ رب العزت نے کس طریقہ سے ان کو ان کے تقویٰ کی برکت سے ہار کا مالک بنایا۔ آپ نے غور کیا، بے شک اللہ پاک کا وعدہ "ویرزقہ من حیث لا یحتسب" سو فیصد سچا وعدہ ہے۔ اب مولانا محمد عبد الباقی بوقت ضرورت اس قیمتی ہار کا ایک موتی بیچتے اپنا بھی گذران چلاتے اور فقراء و مساکن کا تعاون بھی کرتے، مسجد مدرسہ کا بھی دل کھول کر تعاون کرتے۔ مولانا محمد عبد الباقی صاحب نے تقویٰ اختیار کیا تو اللہ پاک نے تقویٰ کی بنیاد پر اپنا وعدہ پورا کر کے دکھلا دیا اور اللہ تعالیٰ ان کے لئے سنگین حالات میں بھی کافی ہوا اور پریشانی سے نکلنے کا راستہ بھی مہیا فرمایا۔ دریا میں بے سہارا ایک تختہ پر ہیں اس نازک اور ہلاکت کی جگہ میں اللہ نے حفاظت فرمائی اور عافیت کے ساتھ ساحل پر پہنچایا۔ پھر بستی میں پہنچا، رہائش اور ٹھکانہ کا انتظام فرمایا اور عجیب و غریب کرامتی انداز سے نکاح بھی کرادیا اور روزی بھی پہنچادی۔ بے شک "ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ" سچا وعدہ ہے، جو اللہ پر توکل کرتا ہے یقیناً اللہ اس کے لئے کافی ہے۔

تقویٰ کے برکات اور مزید تین وعدے

اس کے بعد اللہ پاک نے تقویٰ پر تیسرا وعدہ بیان فرمایا "ومن یتق اللہ یجعل لہ من امرہ یسرا" یعنی جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے کام میں آسانی پیدا کر دیتا ہے، یعنی

دنیا و آخرت کے کام اس کے لئے آسان ہوجاتے ہیں۔ ہر شخص یہی چاہتا ہے کہ میرا ہر کام آسان ہوجائے، مجھے کوئی مشکل پیش نہ آئے اللہ پاک ہر کام میں میری مدد فرمائیں۔ تو دوستو! تقویٰ اختیار کروگے تو انشاء اللہ تمہاری یہ سب تمنائیں اللہ پاک پوری فرمائیں گے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے تقویٰ پر چوتھا اور پانچوں وعدہ بیان فرمایا "ومن یتق اللہ یکفر عنہ سیئاتہ ویعظم لہ اجرا" جو شخص اللہ سے ڈرے گا اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کا کفارہ کردیں گے اور اس کا اجر بڑھادیں گے۔

خلاصہ یہ ہے کہ مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے جو فضائل و برکات بیان فرمائیں ہیں ان کا خلاصہ پانچ چیزیں ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ متقی کے لئے دنیا و آخرت کے مصائب و مشکلات سے نجات کا راستہ نکال دیتے ہیں۔ دوسرا یہ کہ اس کے لئے رزق کے ایسے دروازے کھول دیتے ہیں جن کی طرف اس کا دھیان بھی نہیں جاتا ہے۔ تیسرا یہ کہ اس کے سب کاموں میں آسانی پیدا فرمادیتے ہیں۔ چوتھا یہ کہ اس کے گناہوں کا کفارہ کردیتے ہیں۔ پانچواں یہ کہ اس کا اجر بڑھادیتے ہیں۔ اور ایک دوسرے مقام پر تقویٰ کی یہ برکت بھی بتلائی گئی ہے کہ اس کی وجہ سے اس کو حق و باطل کی پہچان آسان ہوجاتی ہے۔ اللہ پاک نے ارشاد فرمایا "ان تتقوا اللہ یجعل لکم فرقانا" اگر تم اللہ سے ڈروگے اور تقویٰ اختیار کروگے اور تقویٰ کو اپنا شعار بناؤگے تو تقویٰ کی برکت سے اللہ تعالیٰ تمہارے دل میں نور ڈال دے گا جس سے تم ذوقاً وجداناً حق اور باطل میں فرق کرلیا کروگے اور اسکے بعد اسی آیت ہی میں ارشاد فرمایا "و یکفر عنکم سیئاتکم و یغفر لکم واللہ ذو الفضل العظیم" اور اللہ تعالیٰ تم سے تمہاری برائیوں کو دور کردیگا' تمہارے گناہوں کا کفارہ کردیگا اور تمہاری مغفرت کردیگا اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔ تمہارے وہم و گمان سے بڑھ کر دیتا ہے (سورہ انفال) یہ تقویٰ کے برکات اور فضائل ہیں۔ لہٰذا ضرورت ہے کہ ہم صفت تقویٰ اختیار کریں اور متقی بن کر زندگی گذاریں۔

حقیقت تقویٰ کیا ہے؟

تقویٰ نام ہے اسلام کی ساری تعلیمات پر عمل کرنے کا' صرف نماز پڑھنے کا نام تقویٰ

نہیں ہے اور صرف روزہ رکھنے کا نام تقویٰ نہیں ہے۔ تقویٰ کی حقیقت یہ ہے کہ انسان پورے دین کی پابندی کرے اس میں عقائد اور ایمانیات بھی آ گئے عبادات اور معاملات بھی اس میں شامل ہیں اخلاقیات اور معاشرت بھی اس میں داخل ہیں۔ ان ساری چیزوں کے مجموعہ کا نام تقویٰ ہے۔ کبھی آدمی کو شکایت ہوتی ہے اور سوچتا ہے کہ میں تو تقویٰ اختیار کرتا ہوں مگر مجھے تو رزق نہیں ملتا حالانکہ تقویٰ پر رزق کا وعدہ ہے معلوم ہوتا ہے کہ تقویٰ کی شرط ہم سے فوت ہو رہی ہے۔ تقویٰ کی شرائط اللہ نے بیان فرمائی ہیں ان کو اختیار کرنا ضروری ہے۔ اگر ان میں کوئی شرط فوت ہوگی تو نتیجہ اور ثمرہ مرتب نہ ہوگا۔ قاعدہ ہے " اذا فات الشرط فات المشروط" شرط فوت ہوگی تو مشروط بھی فوت ہو جائے گا۔ اوفوا بعهدی اوف بعهدكم.

شرائط تقویٰ

اللہ تعالیٰ نے پارہ "سیقول" میں شرائط تقویٰ کو بیان فرمایا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے "ولكن البر من امن بالله واليوم الآخر والملئكة والكتب والنبيين" اس میں ایمانیات آ گئے۔ فرمایا: لیکن (اصلی) کمال تو یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ کی ذات وصفات پر ایمان لائے قیامت کے دن پر ایمان لائے فرشتوں اللہ کی کتابوں اور اللہ کے پیغمبروں پر ایمان لائے۔ یہ تمام باتیں بنیادی ہیں اور عقائد وایمانیات سے ان کا تعلق ہے۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا" و اتى المال على حبه ذوى القربى واليتمى والمسكين و ابن السبيل والسائلين وفى الرقاب" اسمیں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا تذکرہ ہے۔ ارشاد فرمایا: اور وہ شخص مال دیتا ہو اللہ تعالیٰ کی محبت میں اپنے حاجت مند اور ضرورت مند رشتہ داروں کو اور یتیموں کو یعنی جن بچوں کا باپ ان کے بچپن اور نابالغ ہونے کی حالت میں فوت ہو گیا ہو اور ان یتیموں کے پاس مال نہ ہو نادار اور محتاج ہوں۔ ایسے یتیموں کو مال دینا اور ان کی ضرورت کو پوری کرنا بہت فضیلت اور ثواب کا کام ہے۔ احادیث مبارکہ میں اس کے بڑے فضائل بیان فرمائے گئے ہیں۔ اسی طرح اپنا مال دیتا ہو مسکینوں اور (لاچار) مسافروں کو اور سوال کرنے والوں کو اور قیدی اور غلاموں کی گردنوں کے چھڑانے میں بھی مال خرچ کرتا ہو۔ کوئی شخص قرض میں پھنسا ہوا ہو اور اس کی وجہ سے پریشان ہو اس کو قرض کے بوجھ سے

چھڑانے میں مال دینا یہ بھی بڑے ثواب کا کام ہے۔ اس میں مالیات یعنی انفاق فی سبیل اللہ کا بیان آ گیا۔ قرآن کریم میں علی حبه ارشاد فرمایا۔ اس میں ایک احتمال یہ ہے کہ حبه کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہو۔ اس وقت اس کے معنی یہ ہوں گے مال خرچ کرنے میں اپنی کوئی غرض نہ ہو نام ونمود مقصود نہ ہو بلکہ اخلاص کامل کے ساتھ صرف اللہ جل شانہ کے ساتھ محبت کی بنیاد پر اپنا مال خرچ کرتا ہو اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ حبه کی ضمیر مال کی طرف راجع ہو۔ اس وقت اس کا مطلب یہ ہوگا مال کی محبت کے باوجود اللہ کے لئے مال خرچ کرتا ہو اپنی محبوب چیز دیتا ہو۔ یہ اعلیٰ درجہ ہے اور اللہ کو بہت پسند ہے۔ "لن تنالوا البر حتى تنفقوا مما تحبون" بے کار اور ردی چیز جو اپنے کسی کام کی نہ رہی ہو تو کہتا ہے کہ مسجد میں دیدو کسی فقیر مسکین کو دیدو۔ اس کا بھی قرآن نے ایک اصول بیان کیا ہے کہ ایسی ردی چیزیں مت دو کہ اگر تم کو کوئی ایسی چیز دے تو تم کو ناگواری ہو اور تم اس کو لینا پسند نہ کرو "الا ان تغمضوا فيه" مگر یہ کہ تم چشم پوشی کر جاؤ۔ لہٰذا نکمی چیز جو کسی کام کی نہ رہی ہو مت دو۔ مال اور کسی چیز کی محبت کے باوجود اس کو خرچ کرنا اس کا صدقہ وخیرات کرنا یہ کمال درجہ ہے۔

کھیر کا واقعہ

حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ ایک خاتون نے موذن صاحب کے لئے کھیر بھیجی۔ موذن صاحب نے خوش ہو کر بچے سے پوچھا کہ کیا بات ہے کہ آج تمہاری امی جان نے اتنی ساری کھیر بھیجی۔ بچہ نے کہا بات یہ کہ اس کھیر میں کتے نے منہ ڈال دیا تھا۔ موذن صاحب کو غصہ آیا تو پیالہ اٹھا کر پھینکا تو پیالہ کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ بچہ رونے لگا تو موذن صاحب نے کہا ایسی کھیر لاتا ہے اور پھر روتا ہے تو بچے نے کہا چلو کچھ نہیں یہ تو بھیا کی ٹٹی پاخانہ صاف کرنے کا پیالہ تھا۔ تو یہ ہے نکمی اور ردی چیز موذن صاحب کو دی۔ تو قرآن نے خرچ کرنے کا ایک اصول بتا دیا کہ مال کی محبت ہوتے ہوئے مال خرچ کرنا یہ تقویٰ کا کمال درجہ ہے۔

نماز وزکوٰۃ کی اہمیت

آگے فرمایا"و اقام الصلوٰۃ و اتی الزکوٰۃ"اور نماز کی بھی پابندی کرے اور زکوٰۃ بھی پابندی سے پوری پوری ادا کرے۔نماز کی کیا اہمیت ہے اور قرآن وسنت میں اس کی کس قدر تاکید ہے آپ حضرات سنتے رہے ہیں۔نماز بہت زبردست عبادت ہے' سجدہ کی حالت میں بندہ کو اللہ کا سب سے زیادہ قرب ہوتا ہے۔ایک حدیث میں حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا"اقرب ما یکون العبد من ربہ و ھو ساجد"جس حالت میں بندہ اپنے رب کے سب سے قریب ہوتا ہے وہ سجدہ کی حالت ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی جبین نیاز کو خاک آلودہ کرنا' اپنی عبدیت کو ظاہر کرنا' اللہ پاک کی عظمت و کبریائی بیان کرنا یہ اللہ تعالیٰ کو بے حد پسند ہے۔نماز میں یہ چیزیں بندہ کو حاصل ہوتی ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ نماز کی بنیاد پر انسان کو ایمان کی سند ملتی ہے۔یہی نماز قیامت کے دن اس کے لئے برہان اور رحمت ہوگی۔جس کی زندگی میں نماز کی پابندی ہے اور جماعت و تکبیر اولیٰ کا اہتمام ہے وہ بہت بڑا سعادتمند شخص ہے۔اللہ پاک ہماری زندگیوں میں نمازوں کی پابندی اور خشوع وخضوع کی کیفیت اپنے فضل سے عطا فرمائیں' آمین۔زکوٰۃ کی بھی بڑی اہمیت ہے' وہ بھی الحمدللہ آپ جانتے ہیں اور سنتے رہتے ہیں۔

ایفاء عہد دائمی ہونا چاہئے

اس کے بعد ارشاد فرمایا:"و الموفون بعهدهم اذا عاهدوا" اس میں معاملات آگئے۔اور وہ اپنے عہدوں کو پورا کرنے والے ہوں۔جو عہد حدود شرع میں رہتے ہوئے کسی سے کیا وہ پورا کرتا ہو۔آیت کے اسلوب میں غور فرمائیے' ابھی تک ماضی کے صیغہ سے شرائط تقویٰ بیان فرمائے۔اب اسلوب بدل کر اسم فاعل کا صیغہ ارشاد فرمایا۔اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ایفاء عہد دائمی ہونا چاہئے۔اتفاقی طور پر کوئی معاہدہ پورا کردے تو اس طرح فاجر و فاسق بلکہ کافر بھی گاہے اپنا وعدہ اور عہد کرتا ہے۔ہمیں یہ صفت دائمی طور پر اپنے اندر پیدا کرنی چاہئے اور جو وعدہ کیا ہو اسے پورا کرنا چاہئے۔یہ ہے تقویٰ لیکن ہمارا

حال ایسا نہیں ہے' شادی کی دعوت کے کارڈ میں لکھا ہے کہ ظہر کے بعد دو بجے نکاح ہوگا اور چار بجے تک کوئی نظر نہیں آتا ہے۔یہ بھی وعدہ خلافی ہوئی۔ہم دوستوں سے ملنے کا وعدہ کرتے ہیں اور پھر وعدہ پر پہنچتے نہیں' یہ بھی غلط ہے' اس میں وعدہ خلافی بھی ہوتی ہے اور اکثر ہماری وجہ سے دوسرے کے کام میں خلل بھی پڑتا ہے' وہ ہمارے انتظار میں ہوتا ہے' کبھی اپنا ضروری کام چھوڑ کر انتظار کرتا ہے اور ہم وعدہ کے مطابق نہیں پہنچیں تو بتائیے اس کو کس قدر کلفت ہوگی اور اس کا کتنا نقصان ہوگا۔لہٰذا جو وعدہ کیا ہو اس کے پورا کرنے کا خوب اہتمام کرنا چاہئے۔حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے"العدة دين" وعدہ ایک قرضہ ہے۔اس پہلو سے اخلاقیات بھی اس میں آگئے کہ ہمارے اخلاق بھی عمدہ ہونے چاہئیں۔

صبر بہت بڑی نعمت ہے

اس کے بعد ارشاد فرمایا:" والصبرين في الباسآء والضرآء وحين الباس" اور صبر کرنے والے ہیں سختی میں اور تکلیف میں اور اللہ کے لئے دشمن سے لڑائی کے وقت۔اس میں اخلاقیات کی تعلیم فرمائی کہ سختی اور تکلیف کے وقت صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے اور زبان پر شکوہ شکایت کے الفاظ نہ آئیں۔صبر ایک ایسا ملکہ ہے اور اس میں ایسی قوت ہے کہ جس شخص کو صبر کی حقیقت نصیب ہوجائے اسے بہت بڑی نعمت مل گئی اور صبر کی توفیق کے نتیجہ میں مذکورہ اعمال میں مدد لی جاسکتی ہیں۔جب یہ صفات زندگی میں اتر گئیں اور ہمارے اندر یہ صفات پیدا ہوگئیں تو اب اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں"اولئک الذين صدقوا واولئک هم المتقون" یہی لوگ سچے ہیں اور یہی لوگ متقی ہیں۔بزرگو جب یہ شرائط پورے ہوں گے تو تقویٰ زندگی میں آئیگا۔

تقویٰ سے حضور ﷺ کی قربت

حضرت معاذ بن جبلؓ کو حضور اقدس ﷺ نے یمن کا حاکم بنا کر بھیجا۔حضرت معاذ بن جبلؓ حضور ﷺ کا قرب نہیں چھوڑنا چاہتے تھے اس لئے مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ تقریباً گیارہ مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ میں تمہیں یمن کا حاکم بنانا چاہتا ہوں' تب

فرمانے لگے یارسول اللہ ﷺ! اگر آپ کا حکم ہے تو میں راضی ہوں ورنہ میں آپکی رفاقت نہیں چھوڑنا چاہتا ہوں۔ پھر حضور اقدس ﷺ نے ان کو حاکم بنا کر روانہ فرمایا اور اس شان سے روانہ کیا کہ خود بنفس نفیس حضور اقدس ﷺ مدینہ منورہ کے کنارے تک ان کو رخصت کرنے کے لئے تشریف لے گئے اور حال یہ ہے کہ حضرت معاذ بن جبلؓ سواری پر سوار ہیں اور حضور ﷺ پیدل تشریف لیجا رہے ہیں۔ اس موقعہ پر حضور ﷺ نے بہت سی نصیحتیں فرمائیں۔ یہ بھی ارشاد فرمایا اے معاذ! اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا آئندہ جب تم مدینہ منورہ آؤ گے تو مجھے نہیں پاؤ گے اور تمہارا گزر میری قبر پر سے ہوگا۔ یہ سن کر حضرت معاذؓ زار و قطار رونے لگے تب حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا "ان اولی الناس بی المقفون من کانوا و حیث کانوا" (مشکوٰۃ شریف ص ۴۴۶) اے معاذ! مجھ سے قریب وہی شخص ہوگا جو متقی ہوگا، جو بھی ہو اور جہاں بھی ہو، چاہے کسی نسل کا ہو اور چاہے جس ملک کا ہو، مجھ سے قریب وہی ہوگا جو متقی ہوگا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا قرب بھی تقویٰ سے نصیب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں تقویٰ کی صفت سے متصف فرمائے اور ہمیں تقویٰ کی دولت سے مالا مال فرمائے۔ تقویٰ پر خدا تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی رضامندی موقوف ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نصیب فرمائے۔ آمین۔

و آخر دعوانا ان الحمدللہ رب العٰلمین۔

تقویٰ کی حقیقت اور اس کے ثمرات

(۳)

حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے اللہ پاک کے قول "ولباس التقویٰ ذالک خیر" کی تفسیر میں تحریر فرمایا ہے "اور تقویٰ یعنی ایمان کا لباس جسم کے لباس سے بڑھ کر ضروری ہے اور ظاہری لباس باطنی لباس یعنی تقویٰ کی فرع ہے" اس لئے جس شخص میں جس قدر اور جتنا ایمان کا لباس یعنی تقویٰ ہوگا اتنا ہی جسم کا لباس باقی رہے گا اور جتنا ایمان کا لباس یعنی تقویٰ اتر جائیگا جسم کا لباس بھی اتر جائے گا۔ اس لئے ضروری ہے کہ باطن میں تقویٰ خوب جما ہوا ہو۔ باطن میں جس قدر اللہ کا خوف ہوگا جس قدر خشیت ہوگی، جس قدر تقویٰ ہوگا۔ ظاہر میں اس کا اثر معلوم ہوگا اور دل میں جس قدر تقویٰ ہوگا ہر کام عمدگی کے ساتھ ہوگا۔

ABDUSSAMAD RASHIDI

تقویٰ کی حقیقت اور اس کے ثمرات
(۳)

الحمد لله وحده والصلوة والسلام علىٰ من لا نبى بعده و علىٰ آله و صحبه اجمعين. اما بعد فاعوذ بالله من الشيطن الرجيم. بسم الله الرحمن الرحيم . يا ايها الذين آمنوا اتقو الله حق تقته و لا تموتن الا و انتم مسلمون. وقال تعالىٰ: يا ايها الذين آمنوا اتقوا الله و كونوامع الصادقين. صدق الله العظيم.

تقویٰ، خوف اور خشیت

بزرگو اور عزیز دوستو! تقویٰ کے متعلق گفتگو چل رہی ہے، تقویٰ کے متعلق عارف باللہ حضرت مولانا محمد مسیح اللہ خان صاحبؒ نے بڑی اچھی اور عمدہ بات بیان فرمائی ہے۔ حضرت فرماتے ہیں: باری تعالیٰ نے یاایھاالذین آمنوا اتقوا الله' میں مومنوں کو تقویٰ کا حکم فرمایا ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے احکام کے خلاف کرنے سے بچتے رہنا، ڈرتے رہنا، شرماتے رہنا۔ اس کو دوسرے مقام پر بعنوان خوف ''و اما من خاف مقام ربه'' اور تیسرے مقام پر بعنوان خشیت ''انما یخشی الله من عباده العلماء'' تعبیر فرمایا۔ لہٰذا ہر وقت، ہر حال میں تقویٰ کا لحاظ ہو۔ حضرت کے اس ملفوظ گرامی سے معلوم ہوا کہ تقویٰ اور خوف الٰہی اور خشیت الٰہی تینوں کا مقصد ایک ہی ہے۔ کسی موقع پر لفظ تقویٰ سے بیان فرمایا اور کسی موقعہ پر لفظ خوف سے اور کسی وقت خشیت سے اس حقیقت کو آشکارا فرمایا۔ مقصد یہ ہے کہ انسان ہر موقعہ پر اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف کرنے سے بچتا رہے، ڈرتا رہے اور شرماتا رہے۔ جب کسی انسان کے اندر یہ صفت پیدا ہوگی تو گناہوں سے بچتا رہے گا اور احکام خداوندی پر عمل پیرا رہے گا۔

بلا تقویٰ ایمان عریاں ہے

اس کے بعد حضرت رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں: تقویٰ کیوں ضروری ہے؟ اس لئے کہ تقویٰ ایمان کا لباس ہے، بلا تقویٰ ایمان عریاں ہے جیسے جسم بلا لباس عریاں ہے۔ کتنی عجیب بات حضرتؒ نے بیان فرمائی۔ حضرت کے الفاظ پر غور فرمائیے، کتنے عمدہ الفاظ ہیں کہ تقویٰ ایمان کا لباس ہے۔ جس طرح انسان کے لئے لباس ضروری ہے اور لباس کے بے شمار ظاہری اور باطنی فائدے ہیں اور لباس انسان کے لئے بے حد ضروری ہے اسی طرح ایمان کے لئے تقویٰ بمنزلہ لباس ہے۔ ایمان کے لئے تقویٰ کا لباس بے حد ضروری ہے۔ تو جس طرح جسم لباس کے بغیر عریاں ہے اسی طرح ایمان تقویٰ کے بغیر عریاں ہے۔ اس کے بعد حضرتؒ نے حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے بیان القرآن سے ایک حوالہ نقل فرمایا ہے کہ حضرت تھانویؒ نے اللہ پاک کے قول ''و لباس التقویٰ ذالک خیر'' کی تفسیر میں تحریر فرمایا ہے ''اور تقویٰ یعنی ایمان کا لباس جسم کے لباس سے بڑھ کر ضروری ہے اور ظاہری لباس باطنی لباس یعنی تقویٰ کی فرع ہے'' اس لئے جس شخص میں جس قدر اور جتنا ایمان کا لباس یعنی تقویٰ ہوگا اتنا ہی جسم کا لباس باقی رہیگا اور جتنا ایمان کا لباس یعنی تقویٰ اتر جائےگا جسم کا لباس بھی اتر جائےگا۔ اس لئے ضروری ہے کہ باطن میں تقویٰ خوب جما ہوا ہو۔ باطن میں جس قدر اللہ کا خوف ہوگا، جس قدر خشیت ہوگی، جس قدر تقویٰ ہوگا۔ ظاہر میں اس کا اثر معلوم ہوگا اور دل میں جس قدر تقویٰ ہوگا ہر کام عمدگی کے ساتھ ہوگا۔ عبادت بھی اعلیٰ درجہ کی ہوگی، اخلاص اور للّٰہیت بھی ہوگی، امانت بھی ہوگی، دیانتداری بھی ہوگی، عقائد بھی صحیح ہوں گے، معاملات بھی درست ہوں گے، اور معاشرت بھی اچھی ہوگی اور اخلاق بھی اعلیٰ ہوں گے، غرض جب دل میں حقیقی تقویٰ کی صفت پیدا ہوگی تو اس کا اثر زندگی کے تمام شعبوں میں آئے گا۔ تو اپنے اندر تقویٰ کی حقیقت پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

تقویٰ کے چار درجے

امام غزالی رحمہ اللہ نے تبلیغ دین میں تقویٰ کے چار درجات تحریر فرمائے ہیں۔ ایک رسالہ ہے ''اکابر کا تقویٰ'' اس میں اس مضمون کا اختصار بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں تقویٰ کے چار درجے ہیں۔

پہلا درجہ

جن چیزوں یا جن باتوں کی حرمت پر تمام علماء دین اور فقہاء شریعت کا فتویٰ ہے ان کا استعمال نہ کرو کیوں کہ ان کے استعمال سے آدمی فاسق بن جاتا ہے۔ یہ تو عام مومنین کا تقویٰ کہلاتا ہے۔

دوسرا درجہ

تقویٰ کا دوسرا درجہ صلحاء کا تقویٰ ہے یعنی مشتبہ چیز سے بھی پرہیز کرنا کیونکہ علماء شریعت نے ظاہری حالت دیکھ کر اگرچہ مشتبہ چیز کو حلال کہا ہے مگر چونکہ اس میں حرمت کا احتمال ہے اور اسی وجہ سے وہ چیز مشتبہ کہلاتی ہے اس وجہ سے صلحاء اس اشتباہ کی وجہ سے اس کو بھی استعمال نہیں کرتے اور مشتبہ چیزوں سے بچتے ہیں۔

تیسرا درجہ

تقویٰ کا تیسرا درجہ اتقیاء کا تقویٰ ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ مسلمان جب تک خطرہ والی چیزوں میں مبتلا ہونے کے اندیشہ سے بے خطرہ چیزوں کو بھی ترک نہیں کرے گا اس وقت تک اتقیاء کے درجہ کو نہ پہنچے گا۔

چوتھا درجہ

تقویٰ کا چوتھا درجہ یہ ہے کہ جس چیز کے کھانے سے عبادت و طاعت پر قوت حاصل نہ ہو اس سے پرہیز کرنا۔ یہ درجہ تو چونکہ آسان نہیں ہے اس لئے صرف عام مسلمانوں کا تقویٰ تو ضرور حاصل کرو کہ ان چیزوں کے پاس نہ پھٹکو جن کی حرمت پر علماء دین کا فتویٰ ہے۔ (اکابر کا تقویٰ، ص ۱۱۸۔۱۱۹)

عارفین کے قلوب تقویٰ کا معدن ہیں

فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہیؒ اپنے ایک بیان میں ارشاد فرماتے ہیں: **"یا ایها الذین آمنوا اتقوا الله" اے ایمان والو اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، تقویٰ اختیار**

کرو گے تو ایمان کا درخت مظبوط ہوگا، قوی ہوگا۔ اس کے اوپر برگ و بار آئیں گے، اس کی شاخیں بہت دور تک پھیلیں گی، تمام اعمال صالحہ کی توفیق ہوگی، ایمان کے تمام شعبے زندہ ہوں گے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے "**لكل شئی معدن و معدن التقوىٰ قلوب العارفين**" ہر شی کے لئے ایک معدن ہے اور تقویٰ کا معدن کیا ہے؟ تقویٰ کا معدن عارفین کے قلوب ہیں۔ عارفین کے قلوب میں تقویٰ ہے، وہاں سے تقویٰ ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو تقویٰ کا خزانہ عطا فرمایا ہے۔ جو شخص ان کی بات سنتا ہے، اس پر عمل کرتا ہے، ان کا اتباع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو تقویٰ عطا فرماتے ہیں۔

حضور اقدس ﷺ کی مجلس مبارکہ کا اثر

نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین بیٹھتے تھے۔ ان پر جو کیفیت اس وقت ہوتی تھی اس کو وہ خود بیان فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کی مجلس میں بیٹھ کر ایسا معلوم ہوتا تھا گویا جنت اور دوزخ ہماری نظروں کے سامنے ہے۔ یہ کیا بات تھی؟ بات یہی تھی کہ آدمی جس قسم کے شخص پاس بیٹھتا ہے ویسے اثرات اس کے اندر آتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کا یقین کتنا قوی تھا کہ کسی وقت یہ چیزیں حضور ﷺ کے دل و دماغ سے غائب نہیں ہوتی تھیں تو پاس بیٹھنے والوں پر بھی اس کا اثر پڑتا تھا۔

صحبت کا اثر ہوتا ہے، اس کی ایک مثال

ایک عورت کا بچہ مر گیا ہو، اس کا دل اور سینہ غم سے بھرا ہوا ہو۔ اگر وہ کسی کے پاس آ کر بیٹھ جائے تو پاس بیٹھنے والوں کو یہ بات بتانے کی ضرورت نہ ہوگی کہ میرے سینہ میں غم ہے۔ اس کا چہرہ ہی اس کے اندر کے غم کی ترجمانی کر دیگا اور پاس بیٹھنے والا بھی اس کے غم سے متاثر ہوتا ہے اور اس کے اندر بھی غم کے اثرات ظاہر ہوتے ہیں حالانکہ نہ اس نے اپنا غم ظاہر کیا اور نہ ان سے غمگین ہونے کو کہا مگر اللہ پاک نے انسان کی طبیعت کے اندر ایک مادہ رکھا ہے کہ وہ دوسرے کی طبیعت سے مضمون لیتی ہے، اس سے متاثر ہوتی ہے۔ مثل مشہور ہے کہ خربوزہ کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔

طبیعت سے مضمون لینا چاہئے

حضرت مولانا الیاس صاحبؒ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ ہم لوگ زبان سے لینے کے عادی ہوگئے ہیں۔انسان کی زبان سے جوالفاظ نکلتے ہیں اس سے مضمون اخذ کرتے ہیں۔ الفاظ تو بہت ضعیف واسطہ ہیں‘اس میں غلطی کا احتمال ہوتا ہے۔اصل مضمون تو طبیعت سے لینا چاہئے ایک کی طبیعت میں جومضمون ہے اس کی طبیعت سے وہ مضمون لینا چاہئے۔اسی واسطے ایک مرتبہ فرمایا کہ میں نے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس اللہ سرہ کی خدمت میں سہارنپور خط لکھا کہ حضرت میرا دل چاہتا ہے کہ میں دلی سے آکر کچھ روز حضرت کی خدمت میں رہوں۔تو حضرت مولانا خلیل احمد نور اللہ مرقدہ نے جواب میں لکھا کہ تم کو یہاں آنے کی ضرورت نہیں‘تم کو مجھ سے کچھ حاصل کرنے کے لئے ”یہاں“ ”وہاں“ ”دور نزدیک“ سب برابر ہیں۔جب طبیعت میں رنگ اتنا غالب آجائے جسے کہتے ہیں---

صادقین کے ساتھ ہوجاؤ

اپنے رنگ میں رنگ لینا۔فلاں فلاں کے رنگ میں رنگا گیا۔یہی رنگ میں رنگا جانا اعلیٰ درجہ کی چیز ہے۔اگر عارفین کے قلوب کے ساتھ یہ تعلق قوی ہوجائے کہ آدمی ان کے رنگ میں رنگ جائے تو یقیناً اس کے دل میں تقویٰ آئے گا اور جب دل میں اللہ کا تقویٰ آئے گا تو کیا ایسے شخص سے پھر معاصی کا صدور ہوگا؟ اس سے تو اعمال صالحہ کا ہی صدور ہوگا۔جس طرح پودے کو پانی دیا جاتا ہے اور اس سے اس پودے کو ترقی ہوتی ہے‘وہ پودا بڑھتا ہے‘اسی طرح اعمال صالحہ سے ایمان میں قوت اور ترقی ہوتی ہے اور یہ بھی ذہن میں رہے کہ جس طرح اعمال صالحہ سے ایمان میں قوت اور ترقی ہوتی ہے اسی طرح اعمال سیئہ، گناہوں سے اور فواحش سے ایمان میں کمزوری پیدا ہوتی ہے، ایمان میں ضعف پیدا ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ ایمان برائے نام رہ جاتا ہے اور پھر اس کے اندر ایمان اور ایمان کی کوئی علامت باقی نہیں رہتی۔اسی لئے فرماتے ہیں کہ اے ایمان والو! اپنے ایمان کو مضبوط رکھو اور مضبوط رکھنے کی صورت یہ ہے کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو **”وکونوا مع الصادقین“** اور

چوں کے ساتھ رہو۔ایک قافلہ جارہا ہے اور وہ اس قافلہ کو جانتا ہے کہ یہ لوگ راستہ میں جہاں کہیں ضرورتوں کی سہولتیں ہیں ان کو بھی یہ قافلہ والے جانتے ہیں ایسے قافلہ کے ساتھ اگر آدمی ہوجائے تو منزل مقصود تک اس کے لئے پہنچنا آسان ہے۔ایک قافلہ حج کے لئے جارہا ہے اور قافلہ میں ایسے لوگ بھی ہیں جو کئی مرتبہ حج کرچکے ہیں ان کے ساتھ اگر کوئی شخص ہوجائے تو آسانی سے وہ حج کرسکے گا۔ایک غیر مسلم ہے‘ آج ہی کلمہ پڑھتا ہے اس کو آپ تنہائی میں بیٹھ کر وضو کرنا سکھائیں‘ نماز پڑھنا سکھائیں‘ مسائل سکھائیں‘ کتنی دشواری پیش آئے گی اور اگر آپ اس کو مسجد میں لیجائیں وہ مسجد میں سب کو وضو کرتے ہوئے دیکھے‘نماز پڑھتا ہوا دیکھے تو ان کو دیکھ کر بہت جلد وضو کرنا‘ نماز پڑھنا سیکھ جائے گا۔اسی لئے فرماتے ہیں ”کونوا مع الصادقین“ صادقین کے ساتھی بن جاؤ تو انشاء اللہ تم بھی صادق بن جاؤ گے‘ تمہارے اندر بھی تقویٰ آجائے گا۔

صادقین کون لوگ ہیں

صادقین کون لوگ ہیں؟ صادقین وہ لوگ ہیں جن کے قلوب میں اللہ نے صدق عطا فرمایا ہے۔عقائد حقہ ان کو نصیب ہیں جن پر ایمان کا دارومدار ہے‘ جن پر نجات کا دارومدار ہے۔اللہ تعالیٰ کو اس کے ذات وصفات کے لحاظ سے ایسا ہی مانتے ہیں جیسا کہ اس کا حق ہے ”کما ھو اھلہ“ اور ان کے اعمال میں بھی صدق ہے‘ ان کے اخلاق میں بھی صدق ہے۔ایسے لوگوں کے ساتھ ہوجاؤ تو ان کی معیت اور صحبت کی برکت سے اللہ تعالیٰ تم کو بھی تقویٰ کا اعلیٰ درجہ عطا فرمائے گا جس سے ایمان قوی ہوگا اور انکی صحبت کی برکت سے تم کو عقائد حقہ‘ اخلاق فاضلہ‘ اعمال صالحہ‘ اقوال صحیحہ حاصل ہوں گے۔پھر تمہاری زبان پر بھی صدق ہوگا‘ اخلاق میں بھی صدق ہوگا‘ زندگی میں بھی صدق ہوگا‘ دل میں بھی صدق ہوگا‘ دل میں تقویٰ ہوگا‘ اللہ کی محبت ہوگی‘ اللہ کا خوف ہوگا۔تو صادقین کی معیت اور ان کا اتباع بہت ضروری ہے۔

ظاہر، باطن دونوں کی اصلاح

بزرگو اور دوستو! انسان کی سعادتمندی یہی ہے کہ وہ اپنی زندگی میں تقویٰ پیدا کرے‘ بزرگوں اور عارفین صادقین کی خدمت میں رہ کر اپنے قلب اور اعمال کی اصلاح کرے‘

قلب کی اصلاح بھی ضروری ہے اور ظاہر میں اتباع شریعت بھی ضروری ہے۔ دونوں چیزوں کی اصلاح کی فکر کرنا ہے۔ چنانچہ تقویٰ کی حقیقت واضح کرتے ہوئے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ارشاد فرمایا ہے ''تقویٰ وہ ہے کہ جو حدیث میں ہے الاان التقویٰ ھھنا و اشار الی صدرہ'' خوب کان کھول کر دھیان سے سنو کہ تقویٰ یہاں ہے اور نبی کریم ﷺ نے یہ فرما کر اپنا ہاتھ مبارک دل پر رکھ کر اشارہ فرمایا کہ تقویٰ یہاں ہے۔ تو معلوم ہوا کہ تقویٰ کا تعلق قلب سے ہے۔ ہاں ظاہری درستی بھی اس پر مرتب ہوتی ہے۔ تو اصل لغت میں اس کی حقیقت ہے ڈرنا اور شریعت میں ایک مضاف الیہ کی تخصیص ہے کہ خدا سے ڈرنا۔ پس تقویٰ تو افعال قلوب سے ہے تو ''فاتقوا اللہ'' میں تو یہ فرمایا کہ قلب کو درست کرو جو کہ قلب کی اطاعت ہے۔ اس کے بعد فرمایا ''واسمعوا'' یہ جوارح کا فعل اور اس کی اطاعت ہے۔ پس حاصل یہ ہوا کہ تم ظاہر اور باطن دونوں کو اطاعت خداوندی میں مشغول کرو۔ یہ ہے اصلاح، مگر ہم دیکھتے ہیں کہ بعض نے تو صرف ظاہر کی درستی پر اکتفا کر لیا ہے کہ داڑھی اور پاجامہ درست کر لیا اور دوسروں پر ہزار طعن کریں گے اگر چہ قلب کی حالت کیسی ہی خراب ہو۔ حدیث میں ہے کہ ایک قوم ہوگی کہ ''یلبسون جلود الضان والسنتھم احلیٰ من السکر وقلوبھم امر من الذباب'' اور یلبسون کے یا تو یہ معنی ہیں کہ فقیرانہ لباس پہنیں گے یا یہ کہ ظاہر میں ایسے نرم بنیں گے مگر قلوب ان کے گرگ سے سخت ہوں گے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں ؎

از بروں چوں گور کافر پر حلل
واندروں قہر خدائے عز و جل

کہ ظاہر تو ایسا اور باطن ایسا خبیث۔ تو ایک طبقہ ایسا ہوگا اور دوسرا طبقہ ان کے مقابل ہوا کہ ؎

در عمل کوش و ہر چہ خواہی پوش

لیکن کبھی انہوں نے زنانے کپڑے نہیں پہنے۔

صاحبو! اس مقابل کے دعویٰ میں دو جزء ہیں۔ ایک تو یہ کہ ظاہر میں کیا رکھا ہے تو اس دعویٰ کی نصوص سے تغلیط ہوگئی یعنی اس دعویٰ کا غلط ہونا ثابت ہوگیا۔ دوسرا جزء یہ کہ باطن

ٹھیک ہونا چاہئے تو یہ بات تو درست ہے مگر یہ دعویٰ غلط ہے کہ ان لوگوں کا باطن درست ہے کیونکہ ظاہر، باطن کے تابع ہوتا ہے۔ اگر باطن درست ہوتا تو ظاہر جو کہ تابع ہے وہ کیسے درست نہ ہوتا؟ اگر آپ کسی حاکم کے پاس جاویں اور آپ سلام بھی نہ کریں اور جب بازپرس ہو تو آپ کہیں کہ جناب میرا قلب آپ کی محبت وعظمت سے پر ہے تو وہ حاکم کہے گا کہ ہرگز ممکن نہیں کہ قلب میں محبت وعظمت ہو اور پھر گردن نہ جھک جائے۔ تو اگر ظاہر خراب ہے تو یہ دلیل ہو سکتی ہے اس کی کہ باطن ہرگز درست نہیں۔

(وعظ التقویٰ بحوالہ حقیقت تصوف وتقویٰ ص ۳۱-۳۲)

بزرگوں اور دوستوں! آپ کو اندازہ ہو گیا ہوگا کہ تقویٰ کی کس قدر اہمیت ہے اور اپنی زندگی کو اور اپنے دل کو تقویٰ سے مزین کرنے کی کس قدر ضرورت ہے۔ یوں کہنا چاہیے کہ تقویٰ سارے اسلامی احکامات کی غایت ہے۔ اسلام کی ہر تعلیم کا مقصد اپنے ہر عمل کے قالب میں اسی تقویٰ کی روح کو پیدا کرنا ہے اور اللہ پاک نے قرآن مجید میں تقویٰ پر بڑے بڑے وعدے بیان فرمائے ہیں۔ متقی حضرات ہی تمام اخروی نعمتوں کے مستحق ہیں۔ قرآن مجید میں متقیوں کے صفات بھی بیان فرمائے گئے ہیں۔ کچھ آیتیں آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

اللہ کی معیت

واتقوا اللہ واعلموا ان اللہ مع المتقین۔ اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ اللہ متقیوں کے ساتھ ہے۔ اللہ پاک کی معیت بہت بڑی نعمت ہے۔ جس کو اللہ عزوجل کی معیت حاصل ہو جائے اسے بہت عظیم الشان نعمت حاصل ہوگئی اور یہ معیت تقویٰ سے حاصل ہوتی ہے۔

تقویٰ سے کامیابی

فاتقوا اللہ یاولی الالباب لعلکم تفلحون۔ سوائے عقل مندوں اللہ سے ڈرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔

متقیوں پر رحمت خداوندی

وهذا كتاب انزلنه مبٰرک فاتبعوه واتقوالعلكم ترحمون. اور یہ کتاب ہے اس کو ہم نے اتارا ہے برکت والی ہے تو اس کی پیروی کرو اور ڈرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

نماز کی پابندی متقیوں کی صفت

منيبين اليه واتقوه و اقيمواالصلوة ولا تكونوامن المشركين۔ اللہ ہی کی طرف رجوع ہوکر اور اس سے ڈرو اور نماز پڑھو اور مشرکین میں نہ ہو۔

رحمت' نور' مغفرت سب تقویٰ کی برکت

يا يها الذين امنوا اتقوا الله وامنوا برسوله يوتكم كفلين من رحمته و يجعل لكم نورا تمشون به و يغفرلكم والله غفوررحيم. اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ کہ وہ تمہیں اپنی رحمت سے دہرا حصہ دے اور تمہارے لئے نور پیدا کردے جس کی روشنی میں تم چلو اور تمہیں بخش دے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

قرآن متقیوں کے لئے ہدایت ہے

آلم. ذالک الکتٰب لا ريب فيه هدىً للمتقين۔ یہ کتاب ایسی ہے جس میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ راہ بتلانے والی ہے خدا سے ڈرنے والوں کو۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن پاک کی تعلیم سے وہی لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں جو تقویٰ والے ہیں۔

متقیوں کی چند صفات

الذين يومنون بالغيب و يقيمون الصلوة ومما رزقنهم ينفقون. والذين يومنون بما انزل اليک وما انزل من قبلک و بالآخرة هم يوقنون. اور خدا تعالیٰ سے ڈرنے والے لوگ ایسے ہیں جو یقین رکھتے ہیں چھپی ہوئی چیزوں پر اور قائم کرتے ہیں نماز کو اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں اور لوگ ایسے ہیں جو یقین رکھتے ہیں اس کتاب پر جو آپ کی طرف اتاری گئی ہے اور ان کتابوں پر بھی جو آپ سے پہلے اتاری جا چکی ہیں اور آخرت پر بھی وہ لوگ یقین رکھتے ہیں۔

متقی لوگ ہدایت پر ہیں اور وہی فلاح پانے والے ہیں

اولئک علیٰ هدىً من ربهم و اولئک هم المفلحون. یہی لوگ جو متقی ہیں اپنے پروردگار کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی متقی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

متقیوں کے اعمال مقبول ہیں

انما يتقبل الله من المتقين. اللہ تو بس متقیوں ہی سے (اعمال) قبول کرتا ہے۔

اللہ متقیوں کا دوست ہے

والله ولي المتقين. اور اللہ تعالیٰ تو متقیوں کا دوست ہے۔

قیامت کے دن متقی اللہ تعالیٰ کے مہمان ہوں گے

يوم نحشر المتقين الى الرحمن وفداً. جس دن ہم متقیوں کو رحمٰن (کے دار النعیم) کی طرف مہمان بنا کر جمع کریں گے۔ تقویٰ پر اللہ کی طرف سے کتنا بڑا اعزاز ہے۔ اللہ ہم سب کو تقویٰ نصیب فرمائیں' آمین۔

خدا کے یہاں تقویٰ پر عزت

ان اکرمکم عندالله اتقکم ان الله عليم خبير. بے شک اللہ کے نزدیک تم سب سے عزت والا وہ ہے جو تم سب سے زیادہ متقی ہے۔ اللہ اکبر! اندازہ لگایئے اللہ پاک کے یہاں تقویٰ کی کیا قدر ہے اور متقیوں کے لئے خدا کے یہاں کتنا بڑا درجہ ہے۔ اکرم افعل التفضیل کا صیغہ ہے جس سے مزید عزت و قابل اکرام ہونا معلوم ہوا۔

متقیوں کا انجام

والآخرة لمن اتقى اور آخرت کا انجام ان کے لئے بہتر ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے۔ یعنی جو اللہ کا خوف اور اللہ کا تقویٰ اپنے اندر پیدا کرے آخرت ان کے لئے بہتر ہے۔ وہاں ان کا بڑا اعزاز ہوگا۔ ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا "والدار الآخرة خير للذين يتقون" اور آخرت کا گھر ان کے لئے بہتر ہے جو اللہ سے ڈرتے ہیں۔ ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا

"والعاقبة للمتقین" بیشک نیک انجام متقیوں کا ہے۔ نیز فرمایا "والدار الآخرة خیر للذین اتقوا افلا تعقلون" اور بیشک آخرت کا گھر ان کے لئے جو ڈرتے ہیں بہتر ہے تو کیا تم نہیں سمجھتے؟ نیز ارشاد فرمایا "والعاقبة للتقوی" نیک انجام تقویٰ کا ہے۔ نیز ارشاد فرمایا "تلک الدار الآخرة نجعلها للذین لایریدون علوافی الارض ولافساداً و العاقبه للمتقین" اور آخرت کا گھر ہم ان کو دیں گے جو زمین میں نہ بڑائی چاہتے ہیں اور نہ فساد اور نیک انجام متقیوں کا ہے۔ نیز ارشاد فرمایا "والآخرة عند ربک للمتقین" اور آخرت تیرے پروردگار کے یہاں متقیوں کے لئے ہے۔

جولوگ آخرت کی نعمتوں کو سمجھتے ہیں وہ ان آیتوں میں دی ہوئی بشارت کو سمجھ سکتے ہیں۔

متقیوں کیلئے گناہوں کا کفارہ اور مغفرت اور بڑا بھاری اجر ہے

یاایها الذین آمنوا ان تتقوا الله یجعل لکم فرقاناً ویکفر عنکم سیئاتکم و یغفرلکم والله ذوالفضل العظیم. اے ایمان والوں! اگر اللہ سے ڈرتے رہو گے (تو) وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) تم کو ایک فیصلہ کی چیز دیگا اور تم سے تمہارے گناہوں کو دور کردیگا اور تم کو بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

یاایهاالذین آمنوا اتقوا الله وقولوا قولاً سدیداً. یصلح لکم اعمالکم و یغفر لکم ذنوبکم ومن یطع الله و رسوله فقد فاز فوزاً عظیماً. اے ایمان والوں! اللہ سے ڈرو اور درست بات کہو۔ اللہ تعالیٰ (اس کے صلہ) میں تمہارے اعمال قبول کریگا اور تمہارے گناہ معاف کردیگا اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریگا سو وہ بڑی کامیابی کو پہنچے گا۔

مغفرت وعزت واجر کی بشارت

انما تنذر من اتبع الذکر و خشی الرحمن بالغیب فبشره بمغفرة و اجر کریم.
بس آپ تو صرف ایسے شخص کو ڈراسکتے ہیں جو نصیحت پر چلے اور خدا سے بے دیکھے ڈرے سو آپ اس کو مغفرت کی وعزت کے اجر کی بشارت سنادیجئے۔

دل چاہی چیزیں تقویٰ کی برکت سے

والذی جآء بالصدق و صدق به اولئک هم المتقون. لهم ما یشآء ون عند ربهم و ذالک جزآء المحسنین. اور جولوگ سچی بات لیکر آئے اور (خود بھی) اس کو سچ جانا تو وہ لوگ پرہیزگار ہیں، وہ جو کچھ چاہیں گے ان کے لئے ان کے پروردگار کے پاس سب کچھ ہے۔ یہ صلہ ہے نیک کاروں کا۔

گناہوں کا کفارہ

لیکفرالله عنهم اسواالذی عملواویجزیهم اجرهم باحسن الذی کانوا یعملون. تاکہ اللہ تعالیٰ ان سے ان کے برے عملوں کو دور کردے اور ان کے نیک کاموں کے عوض ثواب دے۔ ومن یتق الله یکفر عنه سیئاته و یعظم له اجراً اور جو اللہ سے ڈریگا اللہ اس کے گناہ اس سے دور کردیگا اور اس کو بڑا اجر دیگا۔

ڈرنے والوں سے اللہ راضی ہے

رضی الله عنهم و رضواعنه ذالک لمن خشی ربه. خدا ان سے خوش رہیگا اور وہ اللہ سے خوش رہیں گے۔ یہ (جنت اور رضا) اس شخص کے لئے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے۔

ان الذین یخشون ربهم بالغیب لهم مغفرة واجر کبیر. جولوگ بن دیکھے اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں ان کیلئے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

ڈرنے والوں کے لئے بے گمان روزی

ومن یتق الله یجعل له مخرجاً و یرزقه من حیث لا یحتسب. اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے (مضرتوں سے) نجات کی شکل نکال دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا۔

ڈرنے والوں کا کام اللہ تعالیٰ آسان کردے گا

ومن یتق الله یجعل له من امره یسرا. اور جو شخص اللہ سے ڈرے گا اللہ تعالیٰ اس

کے ہر کام میں آسانی کردیگا۔

ڈرنے والوں کے لئے طرح طرح کی نعمتیں اور طرح طرح کے آرام وآسائش

قل اؤنبئکم بخیر من ذالکم للذین اتقو ا عند ربھم جنٰت تجری من تحتھا الانھٰر خلدین فیھا و ازواج مطھرۃ و رضوان من اللہ و اللہ بصیر بالعباد. آپ فرما دیجئے کیا میں تم کو ایسی چیز بتلادوں کہ جو بدرجہا بہتر ہے تمہاری ان چیزوں سے (سوسنو) ایسے لوگوں کیلئے جو اللہ سے ڈرتے ہیں ان کے مالک (حقیقی) کے پاس ایسے ایسے باغ ہیں جن کے نیچے سے نہریں جاری ہیں ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور (ان کے لئے) ایسی بیبیاں ہیں جو صاف ستھری کی ہوئی ہیں اور (ان کے لئے) خوشنودی ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ خوب دیکھتے بھالتے ہیں بندوں کو۔

متقیوں کی مہمانی

لکن الذین اتقوا ربھم جنٰت تجری من تحتھا الانھٰر خلدین فیھا نزلاً من عنداللہ وما عند اللہ خیر للابرار. لیکن جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈریں ان کے لئے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ مہمانی ہوگی اللہ کی طرف سے اور جو چیزیں خدا کے پاس ہیں وہ یہ نیک بندوں کے لئے بدرجہا بہتر ہیں۔

جنت کے چشمے

ان المتقین فی جنٰت وعیون. ادخلوھا بسلٰم آمنین. بیشک متقی لوگ باغوں اور چشموں میں ہیں (کہا جائے گا) ان میں امن سے سلامتی کے ساتھ داخل ہوجاؤ۔

متقیوں کو سلام

جنٰت عدن ید خلونھا تجری من تحتھا الانھٰر لھم فیھا مایشآء ون کذالک یجزی اللہ المتقین. الذین تتوفٰھم الملئکۃ طیبین یقولون سلٰم علیکم ادخلوا الجنۃ

بما کنتم تعملون. ہمیشہ رہنے کے باغ جن میں وہ داخل ہوں گے۔ ان کے نیچے نہریں جاری ہیں ان کے لئے ان باغوں میں وہ ہوگا جو وہ چاہیں گے۔ اللہ متقیوں کو ایسی ہی جزا دیتا ہے جن کو روح فرشتے ایسی حالت میں قبض کرتے ہیں کہ وہ (شرک سے) پاک ہوتے ہیں وہ (فرشتے) کہتے جاتے ہیں السلام علیکم تم جنت میں چلے جانا اپنے اعمال کے سبب۔

جنت کے انعامات

قل اذالک خیرام جنۃ الخلد التی وعد المتقون. آپ منکرین سے فرمادیجئے بھلا یہ (عذاب) بہتر ہے یا ہمیشہ کی بہشت جس کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے۔

ھذا ذکر و ان للمتقین لحسن مآب. جنٰت عدن مفتحۃ لھم الابواب. متکئین فیھا یدعون فیھا بفاکھۃ کثیرۃ و شراب. وعندھم قٰصرت الطرف اتراب. ھذا ما توعدون لیوم الحساب. ان ھذا لرزقنا مالہ من نفاد.

ایک نصیحت کا مضمون تو یہ ہو چکا اور پرہیزگاروں کے لئے (آخرت میں) اچھا ٹھکانہ ہے یعنی ہمیشہ کے باغات جن کے دروازے ان کے واسطے کھلے ہوں گے وہ ان باغوں میں تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے اور وہ وہاں (جنت کے خادموں سے) بہت سے میوے اور پینے کی چیزیں منگوائیں گے اور ان کے پاس نیچی نگاہ والیاں ہم عمر ہوں گی (اے مسلمانوں) یہ وہ (نعمت) ہے جس کا تم سے روز حساب آنے پر وعدہ کیا جاتا ہے۔ بے شک یہ ہماری عطا ہے جس کے لئے ختم ہونا نہیں ہے۔

لکن الذین اتقوا ربھم لھم غرف من فوقھا غرف مبنیۃ تجری من تحتھا الانھٰر وعد اللہ لا یخلف اللہ المیعاد. لیکن جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرے ان کے لئے بالا خانے ہیں ان بالا خانوں کے اوپر بالا خانے بنائے ہوئے ہیں ان کے نیچے نہریں جاری ہیں اللہ کا وعدہ کیا ہوا ہے اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

وسیق الذین اتقوا ربھم الی الجنۃ زمراً حتی اذا جآء وھا وفتحت ابوابھا وقال لھم خزنتھا سلٰم علیکم طبتم فادخلوھا خلدین. و قالوا الحمدللہ الذی صدقنا وعدہ واورثنا الارض نتبوأ من الجنۃ حیث نشآء فنعم اجر العٰملین.

اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے تھے وہ گروہ گروہ ہوکر جنت کی طرف روانہ کئے

جاویں گے یہاں تک کہ جب وہ اس (جنت) کے پاس پہنچیں گے اور اس کے دروازے (پہلے سے) کھلے ہوئے ہوں گے (تاکہ ذرا بھی دیر نہ لگے) اور وہاں کے (محافظ) فرشتے ان سے کہیں گے السلام علیکم تم مزہ میں رہو سو اس (جنت) میں ہمیشہ رہنے کے لئے داخل ہو جاؤ اور وہ (داخل ہوکر) کہیں گے کہ اس اللہ کا (لاکھ لاکھ) شکر ہے جس نے ہم سے اپنا وعدہ سچا کیا اور ہم کو اس سرزمین کا مالک بنا دیا کہ ہم جنت میں جہاں چاہیں مقام کریں، پس (نیک) عمل کرنے والوں کا اچھا بدلہ ہے۔

ان المتقين فى مقام امين. فى جنت و عيون. يلبسون من سندس و استبرق متقابلين. كذالك و زوجنهم بحور عين. يدعون فيها بكل فاكهة آمنين. لا يذوقون فيها الموت الاالموتة الا ولىٰ ووقهم عذاب الجحيم. فضلا من ربك ذالك هو الفوز العظيم. بے شک خداتعالیٰ سے ڈرنے والے امن (چین) کی جگہ میں ہوں گے۔ باغوں میں اور نہروں میں ہوں گے (اور) وہ لباس پہنیں گے باریک اور دبیز ریشم کا آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے (اور) یہ بات اسی طرح ہے اور ہم ان کا گوری گوری بڑی بڑی آنکھوں والیوں سے بیاہ کریں گے (اور) وہ وہاں اطمینان سے ہر قسم کے میوے منگاتے ہوں گے (اور) وہاں بجز اس موت کی جو دنیا میں آچکی تھی اور موت کا ذائقہ بھی نہ چکھیں گے (یعنی مریں گے نہیں) اور اللہ تعالیٰ ان کو دوزخ سے بچالے گا۔ یہ سب آپ کے رب کے فضل سے ہوگا۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔

وازلفت الجنة للمتقين غير بعيد. اور جنت متقیوں کے قریب کی جائے گی، دور نہیں ہوگی۔

ان المتقين فى جنٰت و نهر. فى مقعد صدق عند مليك مقتدر. بے شک متقیوں کے لئے ان کے پروردگار کے ہاں نعمتوں والے باغ ہیں۔

ان للمتقين فى ظلٰل و عيون. و فواكه مما يشتهون. كلوا و اشربوا هنيئاً بما كنتم تعملون. انا كذالك نجزى المحسنين. بے شک متقی لوگ سایوں اور چشموں میں ہیں اور میووں میں جس قسم سے چاہیں (اور ان سے کہا جائے گا) کہ اپنے اعمال کے (نیک) صلہ میں خوب مزے سے کھاؤ پیو، ہم نیک لوگوں کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں۔

ان للمتقين مفازاً. حدائق واعناباً. و كواعب اتراباً. و كاساًدهاقا. لايسمعون فيها لغواولا كذاباً. جزاءً من ربك عطآء حسابا. بیشک متقیوں کے لئے کامیابی ہے (یعنی کھانے اور سیر تفریح کو) باغ (جن میں طرح طرح کے میوے اور) انگور ہیں اور (دل بہلانے کو) نوخواستہ ہم عمر عورتیں ہیں اور (پینے کو) لبالب بھرے ہوئے جام شراب اور وہاں نہ کوئی بے ہودہ بات سنیں گے اور نہ جھوٹ۔ یہ ان کو ان کی نیکیوں کا بدلہ ملے گا جو کہ کافی انعام ہوگا آپ کے رب کی طرف سے۔

وامامن خاف مقام ربه ونهى النفس عن الهوىٰ . فان الجنة هى المأوىٰ. اور جو شخص اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اور اس نے اپنے نفس کو خواہش سے روکا تو بے شک اس کا ٹھکانہ جنت ہوگا۔

ولمن خاف مقام ربه جنتٰن. اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے (ہروقت) ڈرتا رہتا ہو اس کے لئے (جنت میں) دو باغ ہوں گے۔

بزرگوں اور دوستوں! آپ نے یہ آیتیں سماعت فرمائیں۔ متقیوں کے لئے کیسی کیسی بشارتیں ہیں اور ان کے لئے ان کے مہربان رب نے جنت میں کیسی کیسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں۔ تو اللہ کا تقویٰ، اللہ کا خوف اور خشیت بہت ہی اہم چیز ہے۔ کوشش کر کے، مجاہدہ کر کے، اللہ والوں کی صحبت میں رہ کر، ان کا اتباع کر کے اپنے دل میں یہ بیش بہا دولت پیدا کرنا چاہئے۔ اللہ پاک ہم سب کو تقویٰ کی دولت عطا فرمائیں۔ تقویٰ کے اوپر جنت کے وعدے ہیں۔ اسی طرح جہنم سے نجات کا بھی وعدہ ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:۔

متقیوں کو جہنم سے نجات

ثم ننجى الذين اتقوا ونذر الظلمين فيها جثيا. پھر ہم ان کو جو ڈرے دوزخ سے بچالیں گے اور ظالموں کو اسی میں گھٹنوں کے بل پڑا رہنے دیں گے۔

وينجى الله الذين اتقوابمفازتهم لايمسهم السوء ولا هم يحزنون. اور جولوگ (شرک و کفر سے) سے بچتے تھے اللہ تعالیٰ ان کو کامیابی کے ساتھ (جہنم سے) نجات دے گا ان کو (ذرا) تکلیف نہ پہنچے گی اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

ووقٰهم عذاب الجحیم. اور اللہ ان کو دوزخ کے عذاب سے بچالے گا۔

ان المتقین فی جنٰت ونعیم. فاکهین بما اٰتٰهم ربهم ووقٰهم ربهم عذاب الجحیم. متقی لوگ بلاشبہ (بہشت کے) باغوں اور سامان عیش میں ہوں گے (اور) ان کو جو چیزیں ان کے پروردگار نے دی ہوں گی اس سے خوشدل ہوں گے اور ان کا پروردگار ان کو عذاب دوزخ سے محفوظ رکھے گا۔

الاخلاء یومئذ بعضهم لبعض عدو الا المتقین. یٰعباد لا خوف علیکم الیوم ولا انتم تحزنون. تمام (دنیوی) دوست اس روز ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے بجز خدا سے ڈرنے والوں کے (اور مومنین کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ندا ہوگی کہ) اے میرے بندو تم پر آج کوئی خوف نہیں اور نہ تم غمگین ہوں گے۔

انتفاء خوف وحزن دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی

الا ان اولیآء الله لا خوف علیهم ولاهم یحزنون. الذین اٰمنوا وکانو ایتقون. یاد رکھو اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی اندیشہ ہے اور نہ وہ مغموم ہوتے ہیں (اور وہ ہیں جو) اور پرہیز کرتے ہیں۔

حق وباطل کی پہچان

یاایها الذین اٰمنوا ان تتقوا الله یجعل لکم فرقاناً. اے ایمان والو اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو ایک فیصلہ کی چیز دیگا۔ یعنی تقویٰ کی برکت سے حق تعالیٰ تمہارے دلوں میں ایک نور ڈال دیگا جس سے ذوقاً ووجداناً حق وباطل اور نیک وبد میں فیصلہ اور تمیز کرسکو گے۔

آسمان وزمین کی برکتوں کا کھلنا

ولو ان اهل القریٰ اٰمنوا واتقوا لفتحنا علیهم برکات من السمآء والارض. اگر بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور پرہیز کرتے تو ہم ان پر ضرور آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے۔

بزرگو! قرآن مجید کی چند آیات آپ کے سامنے پیش کی ہیں۔ ان سے آپ کو اندازہ ہوگیا کہ تقویٰ کی برکات کتنی ہیں اور تقویٰ کے کیا فضائل ہیں۔ تقویٰ پر ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے دشمنوں سے بھی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے۔

دشمنوں سے حفاظت

وان تصبروا وتتقوا لا یضرکم کیدهم شیئاً. اگر تم نے صبر کیا اور تقویٰ اختیار کیا تو ان (کفار ومشرکین) کی تدبیریں اور چالیں ومکاریاں تم کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتیں۔

اللہ پاک ہمیں تقویٰ کی دولت سے مالا مال فرمائیں اور اپنے فضائل سے ہم سب کی مغفرت اور حسن خاتمہ فرمادیں اور اسی طرح ہمارے تمام مرحومین کی بھی مغفرت فرمائیں، آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العٰلمین۔

تقویٰ کی حقیقت اوراس کے ثمرات

(۴)

حضرات! معاصی سے اجتناب تقویٰ کے لئے بہت اہم ہے۔ جب تک انسان گناہوں کو نہ چھوڑے وہ متقی بن ہی نہیں سکتا۔ کامل اور حقیقی متقی وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کے اوامر کو پورا کرے، نواہی سے اجتناب کرے کیونکہ گناہ ومعصیت تو زہر قاتل ہے۔ ہم بڑی بڑی نفل عبادت کر لیتے ہیں، صدقہ وخیرات، نفلی حج اور عمرہ کر لیتے ہیں مگر گناہوں سے بچنے کا اہتمام نہیں کرتے۔ تو اوامر پر عمل کرنے کے ساتھ نواہی اور گناہوں سے بھی اجتناب ضروری ہے۔

تقویٰ اور خوف الٰہی بہت بڑی نعمت ہے۔ جن کو عظمت الٰہی اور خوف الٰہی کا استحضار رہتا ہے ان کے لئے طاعت وعبادت بھی آسان ہے اور گناہوں سے بچنا بھی آسان ہے۔ خوف الٰہی بڑے سے بڑے گناہ سے حفاظت کے لئے زبردست آڑ ہے۔ اگر تقویٰ اور اللہ کا خوف نہ ہو تو انسان سب کچھ کر گزرتا ہے اور خوف الٰہی ہوتا ہے تو تنہائیوں میں بھی وہ گناہوں سے بچتا ہے۔

تقویٰ کی حقیقت اوراسکے ثمرات

(۴)

الحمدلله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى اما بعد فاعوذبالله من الشيطن الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم. يايها الذين آمنوا اتقوا الله حق تقاته. وقال تعالى يايها الذين آمنوا اتقوا الله وكونوا مع الصادقين. صدق الله العظيم وصدق رسوله النبي الحبيب الكريم.

تقویٰ کے درجات

بزرگوں اور دوستوں! تقویٰ کے متعلق گفتگو چل رہی ہے۔ تقویٰ کے چار درجات امام غزالیؒ کے حوالہ سے آپ کی خدمت میں عرض کئے تھے۔ بعض حضرات نے ذرا عنوان بدل کر اس طرح بھی بیان فرمایا ہے کہ تقویٰ کے تین درجات ہیں۔ تین کہو یا چار کہو، سب کا مآل ایک ہی ہے۔ ان حضرات نے فرمایا ہے کہ تقویٰ کا پہلا درجہ کفر وشرک سے بچنا ہے۔ اس معنی کے اعتبار سے ہر مسلمان کو متقی کہا جا سکتا ہے اور اللہ رب العزت کے اس فرمان "والزمهم كلمة التقوى" میں یہی مراد ہے۔

دوسرا درجہ

ہر اس چیز سے بچنا جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے نزدیک پسندیدہ نہ ہو۔ یہی درجہ دراصل مطلوب ہے اور قرآن وحدیث میں تقویٰ کے جو فضائل اور برکات بیان کئے گئے ہیں وہ اسی درجہ پر موعود ہیں۔ چنانچہ حدیث میں ہے "لا يبلغ العبد ان يكون من المتقين حتى يدع مالا بأس به حذرا لما به باس" یعنی انسان اس وقت تک متقی نہیں ہو سکتا جب تک کہ بے خطرہ چیزوں کو خطرہ والی چیزوں کی خاطر نہ چھوڑ دے۔

(مشکوٰۃ شریف، ص:۲۴۲)

نیز حدیث میں ہے "الحلال بین و الحرام بین وبینهما مشبهات فمن اتقی الشبهات استبراء لدینه و عرضه ومن وقع فی الشبهات وقع فی الحرام.... الخ" یعنی جو چیزیں حلال ہیں وہ بالکل ظاہر ہیں اور جو چیزیں حرام ہیں وہ بھی ظاہر ہیں ان کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں۔ جو ایسی مشتبہ چیزوں سے بچیگا وہ اپنے دین اور آبرو کو بچالے گا اور جو مشتبہ چیزوں کو اختیار کرے گا وہ حرام میں پڑ جائے گا۔ (مشکوۃ شریف ص ۲۴۱)

تیسرا درجہ

تیسرا درجہ تقویٰ کا وہ ہے جو سب سے اعلیٰ ہے۔ یہ درجہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان کے خاص نائبین اولیاء اللہ کو نصیب ہوتا ہے یعنی اپنے قلب کو ہر غیر اللہ سے بچالینا اور اللہ کی یاد اور اس کی رضا جوئی سے معمور رکھنا حقیقی تقویٰ یہی ہے کہ اللہ کی طرف متوجہ ہوجائے اور "یایها الذین آمنوا اتقوا الله حق تقته" کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جیسا کہ تقویٰ کا حق ہے۔ اس آیت کریمہ میں اسی تقویٰ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کا تقویٰ اعلیٰ درجہ کا تقویٰ ہوتا تھا اور تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سردار امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا تقویٰ' اللہ اکبر! کیسا ہوگا' ہم اور آپ اس تقویٰ کی کیفیت اور کمیت کو سوچ بھی نہیں سکتے۔ آپ ﷺ کا تقویٰ تو سب سے بڑھ کر ہے۔ خود آقائے مدنی ﷺ نے ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا "انی اتقاکم لله" میں تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں' میں تمہارے اندر سب سے زیادہ متقی ہوں۔ آپ ﷺ کے بعد امت کے افضل ترین شخص حضرت ابوبکر صدیقؓ کا تقویٰ' خلفائے راشدین کا تقویٰ عشرہ مبشرہ کا تقویٰ' بدری صحابہ کا تقویٰ' ازواج مطہرات کا تقویٰ' بنات طاہرات کا تقویٰ اور پھر دیگر صحابہ' صحابیات رضی اللہ عنہم اجمعین کا تقویٰ اور ان کے بعد تابعین' تبع تابعین' صلحاء امت' اولیاء اللہ کا تقویٰ۔ کتابوں کے اندر ان بزرگوں کے تقویٰ کے عجیب عجیب واقعات اور تقویٰ کے عجیب حالات لکھے ہوئے ہیں۔ آپ سنتے بھی رہے ہیں اور پڑھتے بھی ہیں۔ حضور اقدس ﷺ اور صحابہؓ کے تقویٰ کے واقعات آپ کے سامنے گاہے بگاہے بیان بھی کئے ہیں۔ یہ حضرات تو بہت اونچے درجہ کے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کی صحبت اور فیض کی برکت سے ایک ایک صحابی مثل ستارہ کے ہے۔

حسن بصری اور خوف خدا

اولیاء امت کے تقویٰ کے واقعات بھی عجیب عجیب ہیں۔ دل چاہتا ہے کہ آج ان بزرگوں اور اولیاء اللہ کے تقویٰ کے کچھ واقعات آپ کی خدمت میں پیش کروں۔

تصوف کے امام حضرت حسن بصریؒ بہت اونچے درجہ کے تابعین میں سے ہیں۔ ایک سو بیس صحابہ کو دیکھا' ان کے فضائل ومناقب کے لئے ایک دفتر چاہیئے۔ آپ اعلیٰ درجہ کے متقیوں میں سے تھے۔ تصوف میں اصل احسان یہ ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کے حضور اور سامنے ہونے کا ہر وقت تصور رہے۔ حضرت حسن بصریؒ پر یہ کیفیت بہت غالب تھی۔ وہ اللہ کی جلالت شان سے ہر وقت خائف وترساں رہتے تھے۔ ان کی روحانی کیفیت تو یہ تھی "ذکرک فی فمی وخیالک فی عینی ومثواک فی قلبی فاین تغیب" تیرا ذکر مبارک میری زبان پر' تیرا خیال وتصور میری آنکھوں میں اور تیرا ٹھکانہ میرا قلب ہے۔ پس تو غائب کیسے ہوسکتا ہے یا گویا اس شعر کے حقیقی معنی میں مصداق تھے۔۔۔۔۔

بسا ہے نظروں میں کچھ ایسا کہ
جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے

یونس بن عبید سے کسی نے سوال کیا آپ کسی ایسے شخص کو بھی جانتے ہیں جو حسن بصریؒ کی طرح عمل کرتا ہو؟ کہنے لگے عمل کرنا تو بہت دشوار ہے' میں نے تو ایسا شخص بھی نہیں دیکھا جو ان کے اقوال کی طرح اقوال کہتا ہو۔ اس کے بعد انہوں نے حضرت حسن بصریؒ کی توصیف کرتے ہوئے بیان کیا وہ جب آتے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اپنے کسی قریبی دوست کو دفن کرکے آرہے ہیں۔ جب بیٹھتے تو اس قدر اداس ہوتے تھے کہ گویا ایک قیدی ہیں جس کے قتل کا حکم دیا جاچکا ہے اور جب ان کے سامنے دوزخ کا تذکرہ کیا جاتا تو ان پر ایسی دہشت طاری ہوتی تھی کہ گویا دوزخ ان کے سوا کسی اور کے لئے پیدا ہی نہیں کی گئی۔

(شذرات الذهب' ص ۱۳۸)

جب ان کا انتقال ہوا تو لوگوں نے ہاتف غیبی کی ندا سنی کہ آخرت کا فکر اور حزن و ملال دنیا سے رخصت ہوگیا۔ آپ بہت ہی بیقرار روتے تھے۔ کسی نے پوچھا حضرت آپ

کا حال کیسا ہے؟ فرمایا میرا حال ایسا ہے جیسے کچھ لوگ کشتی میں سوار ہوں اور کشتی دریا میں چل رہی ہو اور موجوں کے تھپیڑوں سے اور دریا کے تلاطم وتموج سے کشتی ٹوٹ جائے اور ایک شخص کسی تختہ پر رہ گیا ہو اور دریا بہت گہرا ہو تو اس کی کیا کیفیت ہوگی؟ وہ سمجھے گا کہ شاید اب ڈوبا' تب ڈوبا۔ فرمایا جتنی بے قراری و بے چینی اور اضطراب کی کیفیت اس کی ہوگی اس سے زیادہ بے قراری اور اضطراب بے مجھے ہے۔ آپ پر خوف کا غلبہ تھا کہ ایک موقع پر یہ تمنا ظاہر کی کہ کاش میں وہ شخص ہوتا جو جہنم سے سب سے آخر میں نکالا جائے گا (جس کا واقعہ حدیثوں میں آتا ہے) اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ کو جہنم میں جانے کا شوق تھا بلکہ مطلب یہ تھا کہ جو سب سے آخر میں جہنم سے نکالا جائے گا اس کے بارے میں یہ طے ہے کہ اس کا خاتمہ بھی ایمان پر ہوگا۔ اسی وجہ سے تو وہ بالآخر جنت میں جائے گا۔ آپ کو ایمان پر خاتمہ کی اس قدر فکر تھی۔ (فیض ابرار' ص ۲۵۹' جلد ۵)

سعید بن جبیرؒ اور خوف خدا

سعید بن جبیرؒ تابعین میں ایک بہت زبردست عالم' تفسیر کے بڑے ماہر تھے۔ حضرت ابن عباسؓ کے شاگردوں میں تھے۔ تفسیر وحدیث دونوں میں اپنے زمانہ میں یکتا تھے۔ ان تمام علمی کمالات کے باوجود زہد وتقویٰ میں بھی امتیازی شان رکھتے تھے۔ خشیت ربانی حد سے بڑھی ہوئی تھی۔ سوز وگداز قلب جو تمام نیکیوں اور بھلائیوں کا سرچشمہ ہے' ان میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ قاسم بن ایوب کہتے ہیں سعید بن جبیرؒ رات رات بھر روتے رہتے تھے یہاں تک کہ ان کی آنکھوں میں چندھیاہٹ پیدا ہوگئی تھی۔ ایک مرتبہ یہ آیت بار بار پڑھتے تھے اور روتے جاتے تھے "واتقو یوماً ترجعون فیه الی الله" حق کی خاطر اپنی جان' جان آفرین کے سپرد کر دی۔ مشہور ظالم بادشاہ حجاج بن یوسف کے دربار میں بے دریغ حق بات سناتے رہے جس کی وجہ سے حجاج بن یوسف نے ان کو قتل کر دیا۔ انا للہ و انا الیه راجعون. رحمة الله رحمة واسعة.

میمون بن مہران' خشیت ربانی سے معمور اور معاصی سے اجتناب

بڑے امام فضل وکمالات اور عجیب خوبیوں کے مالک تھے۔ فن حدیث میں مسلم

الثبوت تھے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ حضرت ابو ہریرہؓ حضرت ابن عباسؓ' ابن زبیرؓ' سعید بن جبیرؒ' نافع مولیٰ ابن عمرؓ وغیرہ ہم سے علم الٰہی حاصل کیا۔ اس کے علاوہ خداوند تعالیٰ سے بہت ڈرنے والے تھے۔ خشیت ربانی کا بڑا غلبہ تھا۔ ممنوعات سے بہت اجتناب کرتے تھے۔ ان کے صاحبزادے کا بیان ہے کہ میرے والد فرائض کے علاوہ زیادہ نماز روزہ نہیں رکھتے تھے مگر معصیت کے قریب جانے کو بہت برا جانتے تھے۔

(تہذیب التہذیب' ج ۱' ص ۳۹۱)

محترم حضرات! معاصی سے اجتناب تقویٰ کے لئے بہت اہم ہے۔ جب تک انسان گناہوں کو نہ چھوڑے وہ متقی ہی نہیں بن سکتا۔ کامل اور حقیقی متقی وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کے اوامر کو پورا کرے' نواہی سے اجتناب کرے کیونکہ گناہ ومعصیت تو زہر قاتل ہے۔ ہم بڑی بڑی نفل عبادت کر لیتے ہیں' صدقہ وخیرات' نفلی حج اور عمرہ کر لیتے ہیں مگر گناہوں سے بچنے کا اہتمام نہیں کرتے۔ تو اوامر پر عمل کرنے کے ساتھ نواہی اور گناہوں سے بھی اجتناب ضروری ہے۔

علامہ ابن سیرینؒ کا تقویٰ

محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ "فن تعبیر خواب" کے امام تھے۔ تابعین میں سے ہیں۔ ان کی والدہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی باندی تھیں۔ وہ بھی اس شان کی تھیں کہ ان کے نکاح کے وقت ۱۸ بدری صحابہ کرام موجود تھے۔ آپ نے بڑے بڑے اجل صحابہ سے اکتساب فیض کیا۔ حضرت انسؓ' حضرت ابوہریرہؓ' حضرت ابن عمرؓ' حضرت عمران بن حصینؓ سے فیض صحبت اور علم حاصل کیا۔ تفسیر وحدیث وفتاویٰ میں ایک ماہر امام کے علاوہ فن تعبیر الرؤیا میں مشہور امام تھے لیکن اس کے باوجود زہد وورع وتقویٰ کا یہ عالم تھا کہ وہ خود فرماتے ہیں کہ خواب وبیداری میں' میں ام عبداللہ یعنی اپنی بیوی کے سوا کسی عورت کے پاس نہیں آیا۔ خواب میں بھی کسی اجنبی وعورت کو دیکھتا ہوں تو فوراً خیال پیدا ہوتا ہے کہ یہ عورت میرے لئے حلال نہیں۔ اس خیال کے آنے سے فوراً نگاہ پھیر لیتا ہوں۔

(تاریخ خطیب بغدادی ج ۵' ص ۳۳۶)

روزی اور کمائی میں احتیاط کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ زیتون کے تیل کی مشک چالیس ہزار درہم میں خریدی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اس میں چوہا مرا ہوا نکل آیا۔ حضرت ابن سیرینؒ نے اس خیال سے کہ ممکن ہے کہ کولہو میں چوہا مرا پڑا ہوا ہو پوری مشک پھینکوادی لیکن چونکہ خرید چکے تھے اس لئے تیل والے نے قیمت کا مطالبہ کیا' یہ ادا کرنے سے قاصر تھے چنانچہ اس کے بدلہ انہیں قید کر دیا گیا' جیل کی قید و بند کی صعوبتیں پسند فرمائیں مگر کمال تقویٰ سے اس تیل کو نہ استعمال کیا' نہ فروخت کیا۔ (تہذیب الاسماء ج ا ص ۸۴)

اس زہد و اتقاء کا سبب یہ تھا کہ ان میں خوف خدا کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ ہشام بن حسان کہتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ ابن سیرین کی معیت میں ایک مکان میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ وہاں ہم نے ان کو دیکھا کہ دن کو ہنستے اور رات کو روتے تھے۔ ابن عون کہتے ہیں کہ ابن سیرین امت کے متعلق تو بہت پر امید تھے لیکن خود کی ذات کی نسبت بہت شدید اور سخت تھے۔ (تہذیب الاسماء وخطیب بغدادی)

ابوقلابہ کہتے ہیں محمد بن سیرین کی طرح کون نیزے کی دھار پر سوار ہونے کی طاقت رکھتا ہے۔ ان کے سامنے موت کا ذکر ہوتا تھا تو آخرت کے ڈر سے اس سے اس قدر متاثر ہوتے تھے کہ گویا ان کے ایک ایک عضو پر موت طاری ہوگئی ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ا ص ۷۳)

آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر گناہوں کی بدبو ظاہر ہوتی اور پھیلتی تو لوگ میرے گناہوں کی وجہ سے میرے قریب نہ آتے (سبحان اللہ' کس قدر تواضع ہے اور اپنی حالت پر کس قدر نظر ہے) جب کوئی شخص آپ سے خواب کے بارے میں سوال کرتا تو سوال کرنے والے سے فرماتے کہ بیداری میں خدا سے ڈرتے رہوگے تو جو کچھ خواب دیکھو گے تمہارے لئے مضر نہ ہوگا۔ (اقوال سلف ص ۱۶۱ حصہ اول' مولانا قمر الدین مدظلہ)

عبدالحمید بن عبداللہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ آپ نے بیع کے طور پر غلہ خریدا۔ اس میں آپ کو اسی ہزار درہم کا فائدہ ہوا لیکن آپ کے دل میں شک پیدا ہو گیا کہ اس منافع میں سود کا شائبہ ہے اس لئے پوری رقم چھوڑ دی حالانکہ اس میں مطلق ربوا اور سود نہ تھا۔

(طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۱۹۹)

ابن عونؒ فرماتے ہیں: اگر کسی طرح آپ کے پاس کوئی کھوٹا درہم یا کھوٹا سکہ آجاتا تو اس سے قطعاً کوئی چیز نہیں خریدتے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جس دن آپ کی وفات ہوئی اس دن آپ کے پاس پانچ سو کھوٹے درہم تھے (جو آگے نہ چلانے کی وجہ سے جمع ہو گئے تھے۔ اتنی بڑی رقم کا خسارہ برداشت کیا لیکن کھوٹا سکہ دیکر کسی کو دھوکہ نہیں دیا)۔

(طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۲۰۱)

علامہ ابن سیرینؒ نے فرمایا: اگر میں خواب میں بھی کسی عورت کو دیکھتا ہوں اور مجھے پتہ چل جاتا ہے کہ یہ غیر محرم ہے تو میں خواب میں بھی اس سے آنکھیں پھیر لیتا ہوں۔

(تاریخ طبری ج ۵ ص ۳۳۶)

ابوعوانہؒ فرماتے ہیں: میں نے محمد بن سیرینؒ کو کچھ لوگوں کے پاس سے گزرتے ہوئے دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ آپ جن لوگوں کے پاس سے گزرتے ہیں وہ خود بخود اللہ کی تسبیح اور اللہ کا ذکر کرنے لگتے ہیں۔

(تاریخ طبری ج ۵ ص ۳۳۷)

حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے ولی کی پہچان یہ بتلائی ہے کہ ان کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ یاد آجائے۔

علامہ ابن سیرینؒ کے ان محاسن کا بڑے بڑے صحابہ اور تابعین پر اتنا اثر تھا کہ وہ حضرات ان سے جنازہ کی نماز پڑھوانا باعث برکت سمجھتے تھے۔ حضرت انس بن مالکؓ مشہور صحابی جنہوں نے دس سال تک رسول اللہ ﷺ کی خدمت انجام دی تھی' جو آپ کے استاذ بھی تھے انہوں نے اپنے مرض الموت میں وصیت کی تھی کہ میری وفات کے بعد ابن سیرین مجھے غسل دیں اور میرے جنازہ کی نماز پڑھائیں۔ اتفاق سے حضرت انسؓ کی وفات کے زمانہ میں آپ قید میں تھے اس لئے حاکم شہر سے حصول اجازت کے بعد آپ تشریف لائے اور غسل' تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ کے بعد اپنے گھر والوں سے ملے بغیر سیدھے قید خانے چلے گئے۔ (وفیات الاعیان ج ۳ ص ۱۸۲)

حضرت ثابت بنانیؒ جو اپنے زمانہ کے سب سے بڑے نمازی تھے۔ ان کا بیان ہے

کہ جن دنوں حضرت خواجہ حسن بصری حجاج کے مظالم کی وجہ سے روپوش تھے' ان دنوں آپ کی صاحبزادی کا انتقال ہوگیا۔ میں نے جلدی سے جا کر آپ کو اطلاع دی۔ میرا خیال تھا کہ آپ مجھ ہی کو نماز جنازہ پڑھانے کا حکم دیں گے لیکن آپ نے فرمایا کہ محمد بن سیرین کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ وہ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں۔

(طبقات ابن سعد ج ۷' ص ۲۰۳)

خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اور خوف الٰہی

آپ کے زمانہ میں آپ کے عدل و انصاف کی برکت سے بکریاں اور بھیڑیئے ساتھ ساتھ جنگل میں چرتے تھے۔ اس قدر مبارک آپ کی خلافت کا زمانہ تھا۔ دنیا آپ کے پاس ناک رگڑتی ہوئی آئی مگر آپ نے اس کی طرف رخ نہ فرمایا۔ آپ کے پاس زمانہ خلافت میں صرف ایک قمیص رہتی' جب وہ میلی ہوجاتی تو خود دھوتے اور جب تک خشک نہ ہوجاتی گھر میں رہتے تھے۔ ان کی اہلیہ فاطمہ بنت عبدالملک اپنے سارے مال و دولت کو بیت المال میں جمع کر کے عام مسلمانوں کی طرح ہوگئی تھیں۔ وہ فرماتی تھیں کہ جب سے آپ خلیفہ ہوئے مرنے کے وقت تک غسل جنابت نہ فرمایا۔ اپنی باندیوں کو یہ اختیار دیدیا تھا جو چاہے مجھ سے علیحدہ ہوجائے اور جو میرے ساتھ رہنا چاہے تو اس کو میری طرف سے کسی خواہش کی امید نہ رکھنی چاہیے۔ اسی طرح اپنی اہلیہ فاطمہ کو بھی اختیار دیدیا تھا کہ خواہ یہاں رہیں یا اپنے میکے عبدالملک کے گھر چلی جائیں۔ یہ سن کر سب کی سب اس قدر بلند آواز سے روئیں کہ پڑوسیوں تک نے ان کی آوازیں سنیں۔ یہ تھا خلیفہ وقت کا خوف خدا اور احساس ذمہ داری کہ جائز و مباح چیز کو بھی ترک فرمایا تھا مگر اب یہ حال ہے کہ اس قسم کے مناصب کی خواہش محض تعیش وتزین' و ترفع حاصل کرنے ہی کے لئے کی جاتی ہے تو پھر اپنی یا اپنے محکومین کی اصلاح وتربیت کی بھلا کیا فکر ہوگی؟

ان کی اہلیہ حضرت فاطمہ فرماتی ہیں کہ میں نے عمر بن عبدالعزیز سے زیادہ کسی کو اپنے اللہ سے ڈرنے والا نہیں پایا۔ جب میرے پاس گھر میں داخل ہوتے تو اپنے کو مصلی پر ڈالدیتے اور روتے رہتے یہاں تک کہ نیند سے مغلوب ہوجاتے تو گر پڑتے مگر پھر اٹھ کر

عبادت میں مشغول ہوجاتے اور رات بھر ان کا یہی مشغلہ رہتا۔ اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ کثرت عبادت بدعت نہیں ہے بلکہ صحابہ وتابعین میں اکثر کثیر الوظائف والعبادات رہے ہیں اور یہی حضرات ہمارے لئے بہترین نمونہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو ان کے اتباع کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ (اقوال سلف ج ۱' ص ۱۵۵ تا ۱۵۶)

فرماتے تھے مجھے اپنے متعلق جو معلوم ہے اگر تم کو معلوم ہوجائے تو مجھے دیکھنا گوارا نہ کرو۔ سبحان اللہ! کس قدر تواضع اور انکساری ہے کہ اپنے اعمال صالحہ اور احوال رفیعہ کی طرف ذرا نگاہ نہ تھی۔ اسی لئے تو اللہ کے خاص بندوں کی ایک جماعت نے آپ کی خلافت کو ''خلافت راشدہ'' کے اسم سے موسوم فرمایا ہے۔

(اقوال سلف' ص ۱۵۷' مولانا قمر الدین صاحب مدظلہ)

حضرت عطاء کا بیان ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا معمول تھا کہ رات کے وقت فقہاء کو جمع کر کے موت اور قیامت کے بیانات سنتے اور اتنا روتے کہ گویا ان کے سامنے جنازہ رکھا ہوا ہے۔ (تاریخ الخلفاء' ص ۱۱۲ حصہ دوم مترجم)

ہماری حالت تو یہ ہے کہ ہمارے سامنے جنازہ ہوتا ہے تو بھی نہ ہمیں رونا آتا ہے' نہ ہی اس سے عبرت حاصل کرتے ہیں بلکہ ہمارے قلوب اتنے سخت ہوگئے ہیں کہ جنازہ دیکھ کر بھی اپنی موت وآخرت کی فکر نہیں ہوتی ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ کا تقویٰ

امام الائمہ' سراج الامۃ' سید الفقہاء والمجتہدین حافظ حدیث حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ اعلیٰ درجہ کے مجتہد' محدث' ثقہ' صدوق' زاہد' عارف' خاشع اور بہت ہی اونچے درجہ کے متورع تھے۔ آپ کے تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ ایک دنیا آپ کے تقویٰ کی معترف ہے۔ موافق ہوں یا مخالف' سب آپ کے تقویٰ وطہارت اور حزم واحتیاط کے دل سے قائل ہیں۔ بڑے بڑے محدثین اور اکابر نے آپ کے تقویٰ کو بیان فرمایا ہے۔ عبرت وموعظت کے لئے چند واقعات پیش کرتا ہوں۔

امام اعظم کا مشتبہ چیز کھانے سے اجتناب کرنا

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ لوٹ کی چند بکریاں بعض مفسد لوگوں کے ذریعہ کوفہ میں لائی گئیں۔ وہ بکریاں اہل کوفہ کی بکریوں سے ایسی مخلوط ہوگئیں کہ امتیاز باقی نہ رہا۔ اس سے یہ اندیشہ ہوگیا کہ کبھی کوئی قصاب وہی لوٹ والی بکری خرید کر اس کا گوشت فروخت کردے، اس طرح لوگوں کے لئے حرام گوشت کھانے کا خطرہ پیدا ہوگیا۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ کو حرام گوشت کھانے سے بچنے کی فکر دامن گیر ہوئی کہ کہیں نادانستہ لوٹ کی بکری کا حرام گوشت ان کے گھر نہ پہنچ جائے، آپ نے لوگوں سے پوچھا کہ بکری کی کتنی عمر ہوتی ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ سات سال تو آپ نے سات سال تک بکری کا گوشت نہیں کھایا۔

علامہ صالحی دمشقیؒ جو اس واقعہ کے ناقل ہیں، آگے فرماتے ہیں کہ میں نے مناقب کی کسی کتاب میں یہ بھی لکھا دیکھا ہے کہ انہی دنوں کچھ فوجیوں نے بکری کا گوشت کھا کر اس کے بچے ہوئے ٹکڑے کوفہ کے دریا میں پھینک دیئے۔ آپ نے لوگوں سے پوچھا کہ مچھلی کتنے عرصہ تک زندہ رہ سکتی ہے؟ لوگوں نے آپ کو اس کی عمر کی بابت بتلایا کہ اتنے اتنے سال۔ چنانچہ آپ اتنے عرصے مچھلی کھانے سے رکے رہے اور اتنی مدت تک مچھلی نہیں کھائی۔ (عقود الجمان ص ۲۴۴)

(اپنی کمائی پر بھی ہم ذرا غور وفکر کریں حلال ہے یا حرام؟ آجکل اکثر وبیشتر ہماری روزی وکمائی مشتبہ ہوتی ہے مگر ہمیں اس کی طرف کوئی توجہ ہی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم وکرم فرمائیں۔)

عیب دار مال بے خیالی میں بک جانے کی وجہ سے ساری رقم صدقہ کردی

علی بن حفصؒ فرماتے ہیں: حفص بن عبدالرحمٰن حضرت امام ابوحنیفہؒ کے کاروبار میں شریک یعنی حصہ دار تھے۔ حضرت امام صاحبؒ کے ذمے مال کی فراہمی تھی۔ ایک مرتبہ آپ

نے حفص کے پاس سامان بھیجا اور انہیں یہ کہلوایا کہ دیکھو فلاں کپڑے میں یہ عیب ہے جب یہ سامان فروخت کرو تو خریدار کو وہ عیب بتا دینا۔ حفص نے وہ سامان فروخت کردیا مگر عیب بتانا بھول گئے اور انہیں یہ بھی یاد نہ رہا کہ سامان خرید کر لے جانے والا کون ہے؟ حضرت امام ابوحنیفہؒ کو جب اس صورت حال کا علم ہوا تو آپ نے اس سامان کی ساری رقم صدقہ کردی جو کہ تیس ہزار بنتی تھی اور اسی پر بس نہیں کیا بلکہ اپنے شریک حفص سے کاروبار میں علیحدگی اختیار کرلی۔ (عقود الجمان ص ۲۴۰)

امام صاحب کے تقویٰ کے سبب مجوسی نے اسلام قبول کیا

امام فخرالدین رازی شافعیؒ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کا ایک مجوسی کے ذمہ کچھ قرض تھا۔ ایک روز اپنے قرض کے مطالبہ کے سلسلہ میں اس مجوسی کے گھر تشریف لے گئے۔ جب آپ اس کے گھر کے دروازے کے قریب پہنچے تو اتفاقاً آپ کی جوتی پر سے کچھ نجاست اڑ کر مجوسی کے گھر کی دیوار پر جا لگی۔ آپ اس صورت حال سے حیران ہوئے اور دل میں کہنے لگے "اگر میں اس نجاست کو اسی طرح رہنے دیتا ہوں تو یہ مجوسی کی دیوار کی بدنمائی کا سبب بنے گی اور اگر اسے دیوار سے کھرچتا ہوں تو نجاست کے ساتھ ساتھ دیوار سے کچھ مٹی بھی جھڑے گی اور اس سے اس کے دیوار کا کچھ نقصان ہوگا" آپ نے اسی حیرانی اور پریشانی کے عالم میں دروازہ کھٹکھٹایا جس پر ایک لونڈی باہر آئی۔ آپ نے اس سے کہا کہ اپنے آقا سے جا کر کہو کہ ابوحنیفہؒ باہر کھڑے ہیں۔ وہ مجوسی باہر آیا اور اس نے یہ خیال کرکے کہ یہ قرض کا مطالبہ کرنے آئے ہوں گے، معذرت کرنا شروع کردی۔ امام ابوحنیفہؒ نے اس سے فرمایا بھائی ابھی مال کی بات چھوڑو یہاں تو اس سے بھی اہم قصہ پیش آگیا ہے اور اس کے بعد آپ نے دیوار پر نجاست لگ جانے کا قصہ ذکر کیا اور اس سے پوچھا کہ بتاؤ دیوار کو پاک اور صاف کرنے کی کیا صورت ہوسکتی ہے؟ مجوسی امام ابوحنیفہؒ کے اس احتیاط اور تقویٰ اور للّٰہیت کو دیکھ کر بولا دیوار تو بعد میں پاک کریں گے، پہلے میں اپنے نفس کو پاک کرتا ہوں۔ چنانچہ وہ اسی وقت مسلمان ہوگیا۔

(التفسیر الکبیر للامام الرازی ج ۱، ص ۲۴۷)

نظر کی حفاظت

خارجہ بن مصعبؒ فرماتے ہیں کہ میں حج کو جانے لگا تو اپنی باندی امام ابوحنیفہؒ کے پاس چھوڑ گیا اور مکہ مکرمہ میں تقریباً چار ماہ رہا۔ واپس آیا تو میں نے امام ابوحنیفہؒ سے پوچھا کہ آپ نے اس باندی کی خدمت گذاری اور اخلاق کو کیسا پایا۔ آپ نے فرمایا جس نے قرآن پڑھا اور وہ لوگوں کے دین کی حفاظت میں لگ گیا' حلال وحرام بتانے لگا' وہ اس بات کا محتاج ہے کہ اپنے آپ کو فتنہ سے بچائے۔ خدا کی قسم میں نے تمہاری باندی کو جب سے تم چھوڑ کر گئے تھے اس وقت سے لیکر اب تک دیکھا تک نہیں۔ خارجہ بن مصعب کہتے ہیں کہ میں نے باندی سے امام صاحبؒ اور ان کے گھریلو اشغال کے متعلق پوچھا تو وہ بولی کہ امام صاحب جیسا انسان نہ میں نے دیکھا ہے نہ سنا ہے۔ میں نے نہیں دیکھا کہ آپ نے رات میں یا دن میں غسل جنابت کیا ہو۔ میں نے آپ کو کبھی بے روزہ نہیں دیکھا۔ آپ رات کے آخری حصہ میں کھانا کھاتے۔ پھر تھوڑی دیر آرام فرماتے پھر فجر کی نماز کے لئے تشریف لے جاتے۔ جمعہ کے دن فجر کی نماز پڑھ کر جلد تشریف لاتے۔ جمعہ کا غسل فرماتے اور بہت سویرے جامع مسجد تشریف لے جاتے۔ (عقود الجمان)

حضرت فریدالدین عطارؒ لکھتے ہیں: امام محمدؒ بن حسن شیبانی بچپن میں نہایت حسین و جمیل تھے۔ امام صاحب نے ایک بار انہیں دیکھا تھا۔ پھر کبھی نظر اٹھا کر نہیں دیکھا۔ جب انہیں سبق پڑھاتے تو ستون کے پیچھے ایک کنارے بٹھاتے تھے تاکہ دوران سبق ان پر نظر نہ پڑے۔ (تذکرۃ الاولیاء فارسی ج ا ص ۱۸۸)

بزرگوں اور دوستوں! یہ چند واقعات سلف صالحین کے تھے۔ اب کچھ واقعات اپنے اکابر علماء دیوبند کے پیش کرتا ہوں۔ ان واقعات سے اندازہ لگایئے اس دور میں بھی یہ حضرات تقویٰ کے کتنے بلند معیار پر تھے۔

مولانا احمد علی صاحبؒ کا تقویٰ

حضرت اقدس شیخ المشائخ مولانا الحاج احمد علی صاحب محدث سہارنپوری' جو بخاری شریف وترمذی شریف کتب حدیث کے محشی اور مشہور عالم ومحدث ہیں۔ سہارنپور سے

جب مظاہر علوم کی قدیم تعمیر کے لئے چندہ کے سلسلہ میں کلکتہ تشریف لے گئے کیونکہ وہاں مولانا کا اکثر قیام رہا ہے اور وہاں کے لوگوں سے وسیع تعلقات تھے تو مولانا مرحوم نے سفر سے واپسی پر اپنے سفر کے آمد ورفت کا مفصل حساب مدرسہ میں داخل کیا تو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے خود رجسٹر پڑھا۔ ایک جگہ لکھا تھا کہ کلکتہ میں فلاں جگہ میں اپنے ایک دوست سے ملنے گیا تھا اگرچہ وہاں چندہ خوب ہوا لیکن میرے سفر کی نیت دوست سے ملنے کی تھی اس لئے وہاں کی آمد ورفت کا اتنا کرایہ آمد ورفت سے وضع کرلیا جائے۔ (اکابر کا تقویٰ ص ۳۴) سبحان اللہ! غور فرمایئے کس قدر احتیاط ہے۔ مدرسہ کا چندہ امانت ہوتا ہے۔ امانت داری اور مدرسہ کے مال کی حفاظت کا کس قدر خیال ہے۔ اللہ پاک ہمیں بھی اتباع نصیب فرمائے' آمین۔

حضرت سہارنپوریؒ کا مدرسہ کی اشیاء کو استعمال نہ کرنا

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب نوراللہ مرقدہ فرماتے ہیں میں نے خود تو یہ واقعہ نہیں دیکھا مگر دو واسطوں سے سنا ہے کہ حضرت اقدس مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کی خدمت میں ایک صاحب عزیزوں میں سے جو بڑے رتبہ کے آدمیوں میں سے تھے ملاقات کے لئے تشریف لائے' حضرت سبق پڑھا رہے تھے۔ اختتام سبق تک تو حضرت نے توجہ بھی نہ فرمائی' ختم سبق کے بعد حضرت ان کے پاس تشریف لائے۔ انہوں نے اصرار کیا کہ حضرت اسی جگہ تشریف رکھیں۔ حضرت نے ارشاد فرمایا مدرسہ نے یہ قالین صرف سبق پڑھانے کے لئے دیا ہے' ذاتی استعمال کے لئے نہیں اس لئے اس قالین سے علیحدہ بیٹھ گئے البتہ یہ واقعہ میرا ہمیشہ کا دیکھا ہوا ہے کہ مدرسہ قدیم (یعنی مظاہر علوم) میں حضرت کی ہمیشہ چارپائی رہتی تھی' اسی پر حضرت آرام بھی فرماتے تھے' اسی پر بیٹھتے تھے' مدرسہ کی اشیاء کو استعمال کرتے ہوئے میں نے کبھی نہیں دیکھا۔

(آپ بیتی بحوالہ اکابر کا تقویٰ ص ۳۶ تا ۳۷) اللہ اکبر کیسی احتیاط ہے۔

جلسہ کے موقعہ پر بھی اپنے گھر کا کھانا

مظاہر علوم کا جب سالانہ جلسہ ہوتا تھا' حضرت شیخ الحدیثؒ فرماتے ہیں میں نے

اکابر مدرسین میں سے کبھی کسی کو جلسہ کے کھانے یا چائے یا پان کو کھاتے نہیں دیکھا۔ جملہ مدرسین حضرات اپنا اپنا کھانا کھاتے تھے جب بھی وقت ملے۔ حضرت کے مکان سے دس بارہ آدمیوں کے لئے کھانا آتا تھا جو متفرق مہمانوں کے سامنے رکھدیا جاتا تھا' اسی میں سے حضرت نوش فرماتے تھے' مدرسہ کی کوئی چیز کھاتے نہیں دیکھا۔ مولانا عنایت الٰہی صاحب مہتمم مدرسہ دو شب و روز مدرسہ کے اندر رہتے اور ظہر کے وقت یا رات کے بارہ بجے دفتر کے کونے میں بیٹھ کر ٹھنڈا اور معمولی کھانا تنہا کھالیتے تھے۔ مولانا ظہور الحق صاحب دیوبندی مدرس مدرسہ اس زمانہ میں مطبخ طعام کے منتظم ہوتے تھے اور چوبیس گھنٹہ مطبخ کے اندر رہتے تھے لیکن سالن چاول وغیرہ کا نمک کسی طالب علم سے چکھواتے تھے' خود نہ چکھتے تھے۔ جب وقت ملتا اپنے گھر جاکر کھانا کھا آتے۔ اسی طرح سے دیگر اکابر مدرسین کو میں نے کوئی شے مدرسے کی چکھتے نہیں دیکھا۔ ان سب احتیاط کے باوجود حضرت سہارنپوری قدس سرہ جب ۴۴ھ میں مستقل قیام کے ارادہ سے حجاز مقدس تشریف لے گئے تو اپنا ذاتی کتب خانہ یہ فرماکر مدرسہ کے اندر وقف کر گئے تھے کہ نہ معلوم مدرسہ کے کتنے حقوق ذمہ رہ گئے ہوں۔

(اکابر کا تقویٰ ص ۳۷'۳۸)

سالن گرم کرنے کا معاوضہ' حضرت مولانا یحیٰی صاحبؒ کا تقویٰ

میرے والد صاحب کے زمانہ میں مدرسہ کا مطبخ جاری نہیں ہوا تھا' نہ مدرسہ کے قریب کسی طباخ کا مکان تھا۔ گھر والوں کے نہ ہونے کے زمانہ میں جامع مسجد کے قریب ایک طباخ کی دوکان تھی جس کا نام اسماعیل تھا۔ اس کے یہاں سے کھانا آیا کرتا تھا۔ سردی کے زمانہ میں وہاں سے کھانا آتے آتے خصوصاً شام کو ٹھنڈا ہو جاتا تھا تو سالن کے برتن کو مدرسہ کے حمام کے اندر نہیں بلکہ باہر رکھوا دیتے تھے' اس کی تپش سے وہ تھوڑی دیر میں گرم ہو جاتا تھا تو یہ فرماکر دو تین روپے ہر ماہ چندہ کے اندر داخل فرمادیا کرتے تھے کہ مدرسہ کی آگ سے انتفاع ہوا ہے' تنخواہ تو میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ نے اپنے سات سالہ قیام مدرسہ میں کبھی لی ہی نہیں۔

(اکابر کا تقویٰ ص ۳۸)

بہلی میں بلا اجازت مالک کے ایک خط بھی لے جانے سے انکار

حضرت مولانا مظفر حسین صاحبؒ کے متعلق مشہور ہے کہ جب وہ کوئی سواری کرایہ پر کرتے تو مالک کو چیزیں دکھلایا کرتے تھے۔ اگر بعد میں کوئی خط بھی لاتا تو فرماتے کہ بھائی میں نے سارا اسباب مالک (یعنی گاڑی کے مالک) کو دکھلا دیا ہے اور یہ خط اس میں نہیں لہٰذا تم مالک سے اجازت لے لو۔ (اکابر کا تقویٰ ص ۴۳)

حضرت حاجی صاحبؒ کی تسبیح

حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کے کسی خادم کے پاس حضرت حاجی صاحبؒ کی ایک تسبیح تھی جس کو انہوں نے حضرت والا (مراد حکیم الامت مولانا تھانویؒ) کی خدمت میں پیش کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ حضرت نے دریافت فرمایا کیا یہ جائز طریقہ سے ملی ہے؟ عرض کیا کہ خود حاجی صاحب نے عنایت فرمائی تھی' مزید اطمینان کے لئے پھر دریافت فرمایا کہ مرض وفات میں یا اس سے پہلے؟ عرض کیا مرض وفات سے پہلے۔ تب حضرت نے اسے قبول فرمایا۔ (اکابر کا تقویٰ ص ۵۲)

تقویٰ حکیم الامتؒ

فرمایا: میں ہر کام میں' ہر بات میں احتیاط کا پہلو اختیار کرتا ہوں' مجھ کو اس پر وہمی کہا جاتا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا گنگوہیؒ سے میری شکایت کی گئی کہ یہ جلسہ میں آکر مدرسہ کی رقم سے کھانا نہیں کھاتا۔ حضرت مولانا نے مجھ سے سوال کیا۔ میں نے صاف عرض کر دیا کہ مجھ کو اس کے جواز میں شبہ ہے۔ حضرتؒ نے کچھ نہیں فرمایا۔ ایک شخص نے میرا وعظ سن کر سو روپیہ چندہ بلقان میں دیئے اور وہ انجمن ہلال احمر میں داخل کئے گئے اور احمق نے مجھ پر تقاضا کیا کہ قسطنطنیہ سے اس کی مستقل رسید منگوا کر دو ورنہ میرا روپیہ واپس کر دو۔ میں نے قطع شغب کے لئے اپنے پاس سے روپیہ دے دیا۔ ایک مولوی صاحب نے یہ سن کر مجھ کو فرمایا کہ اپنے پاس سے کیوں دیئے۔ تمہاری معرفت سے جو چندہ بلقان جمع ہوا تھا اس میں سے سو روپے رکھ لئے ہوتے اور تاویل یہ کی کہ خاص اس کی دی ہوئی رقم تو واپس کر دینا

جائز ہی تھا اور وہ رقم اور دوسرے چندہ کی رقمیں سب ایک ہی حکم میں ہیں' کیا ٹھکانہ ہے اس بے احتیاطی کا۔ نفسانی غرض کا جب غلبہ ہوتا ہے ایسی ہی باتیں سوجھتی ہیں۔ میں تو اکثر کہا کرتا ہوں کہ اموال کے باب میں اکثر اہل علم کو بھی احتیاط نہیں الا ماشاء اللہ' اور عوام کو احتیاط کیا ہوتی۔

(الافاضات الیومیہ ج ۳' ص ۹۸)

تقویٰ حضرت نانوتویؒ کا

حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا: مولانا قاسم صاحب جب مدرسہ دیوبند کے دوات قلم سے کوئی خط لکھتے تو روشنائی اور قلم کے استعمال کے عوض میں ایک پیسہ دیدیتے تھے۔

(الکلام الحسن ملفوظ ۱۲۹)

حضرت مولانا مظفر حسین صاحبؒ کا تقویٰ

مولانا مظفر حسین صاحبؒ ایک دفعہ دہلی سے کرایہ کی ایک بہلی میں چلے' گاڑی بان سے دیہاتیوں کی طرح باتیں کرتے رہے تاکہ وہ مانوس ہو کیونکہ رفیق سفر کو مانوس کرنا بھی حق رفاقت ہے۔ پھر اس سے باتوں باتوں میں معلوم ہوگیا کہ یہ بہلی (گاڑی) رنڈی کی ہے' مولانا کو بڑی وحشت ہوئی کیونکہ آپ بڑے متقی تھے' ان کا تقویٰ مشہور ہے' وہ ایسی گاڑی میں کیونکر سوار ہو سکتے تھے جو حرام کمائی سے تیار کی گئی ہو مگر کمال یہ ہے کہ آپ نے اترنے میں جلدی نہیں کی اس خیال سے کہ گاڑی بان کی دل شکنی نہ ہو۔ تھوڑی دور جا کر پیشاب کے بہانے سے اترے پھر اس سے کہا کہ اب تو پیدل چلنے کو جی چاہتا ہے۔ گاڑی بان سمجھ گیا اور عرض کیا میں سمجھ گیا ہوں' اب بہتر یہ ہے کہ مجھ کو رخصت فرمایئے۔ فرمایا یہ نہیں ہوسکتا میرے کرایہ کے سبب ممکن ہے کہ کوئی کرایہ دار لوٹ گیا ہو تو یہ خسارا مجھ کو گوارا نہیں۔ اسی طرح کاندھلہ تک بہلی لائے اور خود پیادہ تشریف لائے۔ یہاں پہنچ کر پورا کرایہ دیکر رخصت کیا۔ یہ کمال' یہ باتیں بزرگوں کی صحبت سے حاصل ہوتی ہیں۔

(حضرت تھانویؒ کا وعظ "اوج قنوج" بحوالہ حقیقت تصوف وتقویٰ ص ۴۰۱ تا ۴۰۲)

مولانا مظفر حسینؒ ہی کا واقعہ ہے: حضرت تھانوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں' مولانا مظفر حسین صاحب معمولات کے بہت پابند تھے۔ تہجد سفر میں بھی قضا نہ کرتے تھے۔ اس وقت

ریل نہ تھی لوگ بہلیوں میں سفر کیا کرتے تھے۔ مولانا اس میں بھی تہجد پڑھا کرتے تھے مگر کبھی اس ضرورت کے لئے بہلی کو ٹھہرایا نہیں کیونکہ اس سے دوسرے رفقاء کا حرج ہوتا یا کم از کم گاڑی بان کا تو حرج ہوتا اور عارفین کسی کی کلفت کو کبھی گوارا نہیں کرتے۔ بس یہ کرتے کہ گاڑی سے آگے بڑھ جاتے اور دو رکعت پڑھ لیتے' جب گاڑی نزدیک آتی آگے بڑھ جاتے پھر دو رکعت پڑھ لیتے' اسی طرح تہجد ختم کرتے۔ (حوالہ بالا' ص ۴۰۱)

خوف الٰہی' گناہوں سے بچنے کا ذریعہ ہے

بزرگو اور دوستو! سلف صالحین اور ہمارے علماء اکابر کے کچھ واقعات بطور نمونہ آپ حضرات کے سامنے پیش کئے۔ اس سے اندازہ لگایئے کہ اللہ کے نیک بندوں پر کس قدر خوف الٰہی کا غلبہ رہتا ہے اور وہ حضرات کس قدر احتیاط فرماتے ہیں۔ سچ یہ ہے کہ ایسے ہی متقی اور نیک بندوں کے صدقہ اللہ پاک ہم پر رحم فرماتے ہیں اور ہم زندہ ہیں ورنہ ہمارے گناہ اور ہماری بے احتیاطی تو اس قدر ہے کہ بیان نہیں کی جاسکتی۔ اللہ پاک ہم سب کو معاف فرمائیں اور ہم پر رحم فرمائیں اور ہم سب کو بھی تقویٰ اور خوف الٰہی اور خشیت الٰہی والی پاکیزہ زندگی گذارنے کی توفیق عطا فرمائیں' آمین۔

بہر حال تقویٰ اور خوف الٰہی بہت بڑی نعمت ہے۔ جن کو عظمت الٰہی اور خوف الٰہی کا استحضار رہتا ہے ان کے لئے طاعت وعبادت بھی آسان ہے اور گناہوں سے بچنا بھی آسان ہے۔ خوف الٰہی بڑے سے بڑے گناہ سے حفاظت کے لئے زبردست آڑ ہے۔ اگر تقویٰ اور اللہ کا خوف نہ ہو تو انسان سب کچھ کر گزرتا ہے اور خوف الٰہی ہوتا ہے تو شہنائیوں میں بھی وہ گناہوں سے بچتا ہے تقویٰ کے برکات اور خوف الٰہی کے ثمرات کے متعلق الحمد للہ کچھ باتیں آپ کی خدمت میں پیش ہوئیں۔ حقیقت یہ ہے کہ خوف الٰہی اور تقویٰ اختیار کرنے پر اللہ پاک مشکلات میں بھی نجات کی راہ نکال دیتے ہیں اور اس بندہ کی مدد فرماتے ہیں۔ اس سے متعلق ایک عجیب وغریب عبرتناک واقعہ نظر سے گذرا۔ اس میں بڑی عبرت ہے' آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ اللہ پاک ہمیں بھی اس سے عبرت حاصل کرنے اور گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

عبرتناک واقعہ

ایک کتاب ہے "نزھۃ البساتین" اس کا ترجمہ حضرت اقدس حضرت تھانویؒ اور حضرت مولانا ظفر احمد صاحبؒ نے کیا ہے۔ اس ترجمہ کا نام "قصص الاولیاء" ہے اس میں یہ عجیب عبرتناک واقعہ ہے۔ بعض بزرگوں سے مروی ہے کہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں طواف کر رہا تھا ناگاہ ایک عورت پر نظر پڑی جس کے کندھے پر ایک چھوٹا بچہ تھا اور وہ چلا چلا کر کہہ رہی تھی "یاکریم عھدک القدیم" میں نے اس عورت سے کہا کہ تیرے اور اللہ کے درمیان کیا عہد ہے جو تو اپنے ان الفاظ میں کہہ رہی ہے کہ اے کریم آپ کا عہد۔ وہ کہنے لگی ایک بار میں کشتی پر سوار ہوئی اور تاجروں کی ایک جماعت ہمارے ساتھ تھی' اتفاقاً بہت زور کا طوفان آیا اور کشتی غرق ہوگئی اور کشتی کے تمام لوگ بھی غرق ہو گئے' صرف میں اور میرا یہ بچہ ایک تختہ پر اور ایک حبشی مرد جو دوسرے تختہ پر تھا' ہم تین سلامت رہے۔ جب صبح ہوئی تو اس حبشی نے میری طرف دیکھا اور پانی ہٹاتے ہٹاتے میرے قریب آیا اور ہمارے تختہ پر سوار ہو گیا اور مجھے بدکاری پر راضی کرنے لگا۔ میں نے کہا اے بندہ خدا! کیا تجھے کچھ بھی خوف نہیں ہے، ہم کیسی مصیبت میں گرفتار ہیں' جس سے بجز اللہ کی اطاعت کے خلاصی ممکن نہیں۔ یہ وقت اللہ کی طرف توجہ کا ہے چہ جائیکہ اس حالت میں اللہ کی نافرمانی کریں۔ اس نے کہا باتیں چھوڑ دے' میں تو ضرور اپنا مقصد پورا کروں گا۔ یہ بچہ میری گود میں سو رہا تھا میں نے اس کو چٹکی بھری وہ جاگ کر رونے لگا۔ میں نے اس سے کہا اے بندہ خدا ذرا صبر کر میں بچہ کو سلا دوں پھر جو مقدر میں ہوگا ہو جائے گا۔ اس حبشی نے ہاتھ لمبا کر کے بچہ کو مجھ سے چھین کر دریا میں ڈال دیا۔ میں نے آسمان کی جانب نگاہ کر کے کہا اے اللہ! تو اس آدمی اور اس کے قلبی ارادوں کے درمیان حائل ہونے والا ہے' اپنی طاقت اور قدرت سے میرے اور اس کے درمیان جدائی کر دے' تو سب چیزوں پر قادر ہے۔ قسم ہے اللہ کی میں ابھی ان کلمات کو پورا بھی نہ کر چکی تھی کہ ایک جانور منہ کھولے ہوئے دریا سے نکلا اور اس حبشی کا ایک نوالہ کر گیا۔ ایک ہی لقمہ میں پورا اس کو کھا گیا اور غوطہ لگا کر پانی کے اندر چلا گیا اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی قدرت اور اپنی قوت سے مجھے اس سے بچا لیا۔ بے شک

اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس کے بعد میرا تختہ موجوں کی تھپیڑوں میں بہتا رہا یہاں تک کہ مجھے ایک جزیرہ میں پہنچا دیا' میں اس جزیرہ میں اتری اور اپنے دل میں اللہ پاک کا شکر ادا کیا اور دل میں کہا کہ یہاں کی سبزی اور پانی پر اپنا گزارا کروں گی جب تک کہ اللہ تعالیٰ کوئی صورت پیدا کر دے' وہی نجات دینے والا ہے۔ اس طرح چار روز مجھ پر گزرے' پانچویں دن دور سے ایک کشتی نظر آئی' میں نے ایک ٹیلہ پر چڑھ کر ان کی طرف کپڑے سے اشارہ کیا۔ ان میں سے تین آدمی ایک ناؤ پر بیٹھ کر میری طرف آئے ان کے ساتھ ناؤ پر سوار ہو کر کشتی میں داخل ہوئی تو کیا دیکھتی ہوں کہ وہ میرا بچہ جس کو حبشی نے دریا میں ڈال دیا تھا ایک شخص کے پاس ہے۔ یہ دیکھ کر مجھ سے رہا نہ گیا میں نے اپنے آپ کو اس بچہ پر گرا دیا اور اسے چومنے اور پیار کرنے لگی اور میں نے کہا کہ یہ میرا بچہ ہے' میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔ کشتی والے کہنے لگے تو مجنونہ ہے' تیری عقل ماری گئی ہے۔ میں نے کہا نہ میں مجنونہ ہوں نہ میری عقل ماری گئی ہے بلکہ واقعہ یہ ہے اور اپنا سارا قصہ از ابتدا تا انتہا ان کو سنایا۔ یہ سن کر ان لوگوں نے سر جھکا لیا اور کہا اے لڑکی تو نے عجیب قصہ سنایا۔ ہم بھی تجھے ایک قصہ سنا دیں گے جس سے تجھے بھی تعجب ہوگا۔ ہم موافق ہوا میں چل رہے تھے کہ ایک بڑا دریائی جانور ہمارے آڑے آیا اور سامنے آ کر کھڑا ہو گیا اور یہ بچہ اس کی پشت پر تھا اور ایک منادی آواز دے رہا تھا کہ اگر اس بچہ کو نہ لے چلو گے تو تم ہلاک ہو جاؤ گے۔ چنانچہ ہم میں سے ایک آدمی اس مچھلی کی پشت پر چڑھا اور اس بچہ کو لے آیا جیسے ہی وہ آدمی کشتی پر آیا وہ جانور غوطہ مار کر پانی میں چلا گیا۔ ہمیں اس واقعہ سے بھی اور تیرے واقعہ سے بھی بہت تعجب ہوا اور ہم سب اللہ سے عہد کرتے ہیں کہ یا اللہ! آج کے بعد تو ہمیں معصیت میں نہ دیکھے گا اور ہم انشاء اللہ کسی گناہ کے قریب نہ جائیں گے۔ چنانچہ ان سب نے توبہ کی' بے شک وہ پاک ہے بندوں پر لطف کرنے والا ہے اور ان کی خبر رکھنے والا اور مصیبت زدوں کی مدد کرنے والا ہے۔ (قصص الاولیاء ص ۹۷ تا ۱۰۰ جلد چہارم)

بزرگو اور دوستو! کس قدر عبرت ہے اس واقعہ میں۔ جس طرح یہ واقعہ ان کی توبہ کا سبب بنا اللہ پاک ہم سب کے لئے بھی توبہ کا سبب بنا دیں کہ ہم سب بھی بارگاہ الٰہی میں

اپنے گناہوں پر اللہ پاک سے توبہ کریں اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا عہد کریں۔ اے رب کریم اپنے کرم سے ہمارے تمام گناہوں کو معاف فرما اور ہم کو توبہ نصوح کی توفیق عطا فرما آمین۔ آپ نے ملاحظہ فرمایا جب بندہ اللہ سے ڈرتا ہے اور اس کا تقویٰ اختیار کرتا ہے اور مصیبت اور پریشانی کے وقت اللہ کو پکارتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے اس کے نجات کی صورت پیدا فرماتے ہیں۔

تقویٰ کی وصیت

نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ حضرت معاذؓ سے ارشاد فرمایا: "ثم قال یامعاذ! اوصیک بتقوی اللہ و صدق الحدیث، ووفا العھد، واداء الامانۃ، وترک الخیانۃ و رحم الیتیم و حفظ الجوار و کظم الغیظ ولین الکلام و بذل السلام ولزوم الامام" حضرت معاذؓ نے ایک مرتبہ سفر کا ارادہ فرمایا تو حضور اقدس ﷺ سے عرض کیا مجھے کچھ نصیحت فرمائیے۔ حضور اقدس ﷺ نے ان کو چند باتوں کی وصیت فرمائی۔ اس میں یہ بھی ارشاد فرمایا میں تم کو وصیت کرتا ہوں اللہ کے تقویٰ کی اور سچ بولنے کی اور وعدہ پورا کرنے کی اور امانت ادا کرنے کی اور خیانت ترک کرنے کی اور یتیم پر رحم کرنے کی اور پڑوسی کی عزت اور اس کے احترام کی اور غصہ پی جانے کی اور نرم کلام کرنے کی اور سلام کو پھیلانے کی اور امام یعنی حاکم کی اطاعت کی۔ (الترغیب والترھیب ص۱۰۷، ج۴)

ہر وقت اور ہر جگہ اللہ سے ڈرتے رہو

ایک اور حدیث میں ہے "عن ابی ذر و معاذ بن جبل رضی اللہ عنھما عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتق اللہ حیثما کنت و اتبع السیئۃ الحسنۃ تمحھا و خالق الناس بخلق حسن رواہ الترمذی" یعنی حضرت ابوذر اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنھما رسول اللہ ﷺ سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا ہر وقت اور ہر جگہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو یعنی اللہ سے ڈرتے رہو گناہ ہو جائے تو فوراً اس کے بعد نیکی کا کام کرلو یعنی توبہ کرلو اور اس کے بعد کوئی نیک کام کرلو یہ نیکی اس گناہ کے اثر کو مٹادے گی اور لوگوں کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آیا کرو۔ (الترغیب والترھیب ج۴، ص۱۰۹)

جلوت اور خلوت میں ہر جگہ تقویٰ اختیار کرو

وروی احمد باسناد جید عن ابی ذر و معاذ بن جبل رضی اللہ عنھما ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ستۃ ایام ثم اعقل یا ابا ذر ما یقال لک بعد، فلما کان الیوم السابع قال اوصیک بتقوی اللہ فی سر امرک و علانیتہ و اذا أساءت فاحسن ولا تسألن احداً شیأ وان سقط سوطک ولا تقبض امانۃ۔ حضور اقدس ﷺ نے حضرت ابوذرؓ سے فرمایا تم چھ دن تک انتظار کرو اس کے بعد جو بات تم سے کہی جائے اسے اچھی طرح سمجھ لینا۔ چنانچہ ساتویں دن حضور اکرم ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا میں تم کو اللہ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں تمہارے پوشیدہ کاموں میں بھی اور ظاہری اور علانیہ کاموں میں بھی، ہر حال میں تقویٰ اختیار کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ جب کوئی برا کام ہو جائے فوراً توبہ کرلو اور پھر کوئی نیک کام کرلو اور کسی سے کچھ سوال نہ کرو اگرچہ تمہارا کوڑا گر جائے تو وہ بھی تم خود ہی اٹھالو اور اپنے پاس امانت نہ رکھو اس خوف سے کہ تم اس کی پوری پوری حفاظت نہ کرسکو۔ (الترغیب والترھیب ج۴، ص۱۱۰)

تقویٰ ہی فضیلت کا معیار ہے

عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنھما قال: خطبنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی أوسط ایام التشریق خطبۃ الوداع فقال: یاایھاالناس ان ربکم واحد و ان اباکم واحد، الا لا فضل لعربی علیٰ عجمی ولا لعجمی علیٰ عربی ولا لاحمر علیٰ اسود ولا لاسود علیٰ احمر الا بالتقویٰ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ الا ھل بلغت؟ قالوا: بلیٰ یا رسول اللہ۔ قال: فلیبلغ الشاھد الغائب۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنھما سے روایت ہے، آپؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایام تشریق کے درمیانی دن میں ہمارے سامنے الوداعی خطبہ فرمایا۔ آٹھویں ذی الحجہ سے تیرھویں ذی الحجہ تک کے ایام ایام تشریق کہلاتے ہیں۔ ان ایام میں ہر فرض نماز کے بعد تکبیر تشریق بھی کہی جاتی ہے اور یہی پانچ دن حج کے دن بھی ہیں۔ انہی دنوں میں دسویں، گیارھویں، بارھویں ذی الحجہ

میں پوری دنیا میں مسلمان قربانی بھی کرتے ہیں' بڑے مبارک ایام ہیں۔ تو حضور اقدس ﷺ نے خطبہ وداع میں ارشاد فرمایا اے لوگو! بیشک تمہارا رب ایک ہے' تمہارے والد ایک ہیں یعنی حضرت آدم علیہ السلام۔ خبردار! یہ بات سن لو کسی عربی کو کسی عجمی پر اور عجمی کو کسی عربی پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔ اسی طرح کسی احمر کو کسی اسود پر اور کسی اسود کو کسی احمر پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ سے۔ جس کے اندر تقویٰ ہوگا وہی فضیلت والا ہے۔ بے شک تم میں سب سے زیادہ مکرم اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ شخص ہے جس میں سب سے زیادہ تقویٰ ہو جو سب سے بڑا متقی ہو وہی مکرم ومحترم ہے۔ خبردار! کیا میں نے تم کو تمام باتیں پہنچا دیں یا نہیں؟ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا یا رسول اللہ! ﷺ بیشک آپ نے اپنے رب کا پورا پورا پیغام ہم کو پہنچا دیا۔ اس کے بعد حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا چاہیئے کہ حاضر شخص غائب شخص کو یہ باتیں پہنچا دے تاکہ تمام تک یہ باتیں پہنچ جائیں۔

(الترغیب والترھیب ص ۶۱۲-۶۱۳' ج ۳)

اللہ کے اعتبار سے نسب

حدیث میں ہے: عن ابی ہریرۃؓ اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان یوم القیامۃ امر اللہ منادیاً ینادی: الا انی جعلت نسباً وجعلتم نسباً فجعلت اکرمکم اتقاکم فنا بیتم الا ان تقولوا: فلان بن فلان خیر من فلان بن فلان فالیم ارفع نسبی واضع نسبکم این المتقون؟ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے' آپ فرماتے ہیں کہ سرکار دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایک منادی کے ذریعہ اعلان کرائے گا خبردار ہو جاؤ میں نے ایک نسب مقرر کیا ہے اور تم نے ایک نسب بنایا ہے' میں نے تو نسب کا معیار یہ بنایا ہے کہ تم میں سب سے زیادہ مکرم وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ تقویٰ والا ہو' تم نے اس سے انکار کیا یعنی اعمال صالحہ جو حقیقت میں تفاخر کا سبب ہیں اور جس چیز کی تیاری کرنا چاہیئے وہ تو تم نے مانا نہیں اور تمہاری زبانوں پر تفاخر بالا حساب اور تفاخر بالانساب ہی جاری رہا اور تم تو بس یہی کہتے رہے فلاں بن فلاں۔ تو فلاں بن فلاں سے بہتر ہے۔ فالیوم ارفع نسبی اب آج میں اپنے نسب والوں کو بلند درجات عطا

کروں گا اور تم نے جو نسب مقرر کیا تھا اور تم جس چیز پر فخر کرتے تھے اس کو ایک طرف رکھ دوں گا۔ این المتقون' اس کے بعد اللہ کی طرف سے اعلان ہوگا کہاں ہیں متقی لوگ؟ تو بزرگو دوستو! دنیا میں ہم جس نسب پر فخر کرتے ہیں اور جس کی بنیاد پر خود کو بڑا اور دوسروں کو حقیر سمجھتے ہیں قیامت کے دن یہ تفاخر بالانساب کچھ کام نہ آئیگا۔ اصل کام آنے والی چیز تقویٰ اور اعمال صالحہ ہیں تو اسی کی تیاری کرنا چاہیئے اور اپنے اندر تقویٰ پیدا کرنے کی کوشش کرنا چاہیئے۔ اللہ پاک ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائیں۔ (الترغیب والترھیب ج ۳' ص ۶۱۳) نیز ایک حدیث میں ہے "من بطابہ عملہ لم یسرع نسبہ"۔ جس کا عمل اس کو پیچھے رکھے گا اس کا نسب اس کو آگے نہیں بڑھائیگا۔

(الترغیب ج ۳' ص ۶۱۳)

نسب پر فخر کرنا

بزرگو اور دوستو! ان احادیث مبارکہ میں بار بار غور کیجئے۔ آج بہت سے لوگ اس مرض میں مبتلا ہیں' بلند نسب بلند خاندان یہی ان کے نزدیک بلندی کے معیار ہے اور جو لوگ بلند نسب والے نہیں ہیں ان کو حقیر اور ذلیل سمجھتے ہیں۔ حسب اور نسب تو صرف ایک دوسرے کے تعارف کے لئے ہے اور مقصد یہ تھا کہ اس کے ذریعہ لوگوں کی پہچان ہو اور اپنے اپنے رشتہ داروں کو پہچان سکیں تاکہ ان کے ساتھ صلہ رحمی کریں' ان کی خبر گیری کریں۔ حسب ونسب کا مقصد ہرگز ہرگز باہم فخر کرنا نہیں ہے۔ ایک حدیث میں ہے "عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ عزوجل اذھب عنکم عبیۃ الجاھلیۃ و فخرھا بالآباء. الناس بنو آدم و آدم من تراب. مومن تقی و فاجر شقی لینتھین اقوام یفتخرون برجال انما ھم فحم من فحم جھنم او لیکونن اھون علی اللہ من الجعلان التی تدفع النتن بانفھا" رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم سے زمانہ جاہلیت کی کبر ونخوت اور باپ دادا جو کفر پر مرگئے ان پر فخر کرنے کو ختم فرمادیا۔ تمام انسان حضرت آدم کی اولاد ہیں اور اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو مٹی سے پیدا فرمایا۔ تو سب کی اصل مٹی ہے۔ اب دنیا میں تمام انسانوں کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) مومن

متقی (۲) فاجر شقی۔ لہٰذا اب لوگوں پر لازم ہے کہ باپ دادا جو اپنے کفر کی وجہ سے جہنم کے کوئلوں میں سے ایک کوئلہ ہیں ان پر فخر کرنے سے باز آجائیں ورنہ وہ لوگ اللہ کے نزدیک نجاست کے کیڑے سے بھی زیادہ ذلیل ہوں گے۔

(الترغیب والترھیب ج ۳ ص ۶۱۴)

تمام انسانوں کی دو قسمیں ہیں

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ فتح مکہ کے روز رسول اللہ ﷺ نے اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر طواف فرمایا۔ مقصد یہ تھا کہ سب لوگ دیکھ سکیں، طواف سے فارغ ہو کر آپ ﷺ نے خطبہ دیا "الحمدللہ الذی اذھب عنکم عبیۃ الجاھلیۃ و تکبرھا. الناس رجلان بر تقیٌ کریم علی اللہ و فاجر شقی ھین علی اللہ ثم تلا یایھا الناس انا خلقناکم. الایۃ" شکر ہے اللہ کا جس نے فخر جاہلیت کو اور اس کے تکبر کو تم سے دور کر دیا۔ اب تمام انسانوں کی صرف دو قسمیں ہیں، ایک نیک اور متقی وہ اللہ کے نزدیک شریف اور محترم ہے، دوسرا فاجر شقی وہ اللہ کے نزدیک شقی ہے۔ اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے یایھا الناس انا خلقناکم یہ آیت تلاوت فرمائی۔

(ترمذی وبغوی بحوالہ معارف القرآن مولانا مفتی شفیع صاحب ج ۸ ص ۱۲۵ سورہ حجرات)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں، دنیا میں لوگوں کے نزدیک "عزت" نام ہے مال اور دولت کے زیادہ ہونے کا اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت نام ہے تقویٰ زیادہ ہونے کا۔

(معارف القرآن ج ۸ ص ۱۲۵)

تو محترم بزرگو! عزت حقیقت میں نہ حسب ونسب میں ہے، نہ مال و دولت میں۔ عزت درحقیقت ایمان اور تقویٰ میں ہے۔ حسب ونسب، مال و دولت بے شک اللہ کی نعمت ہے اس کے ملنے پر انسان کو اللہ کا شکر ادا کرنا ہے نہ کہ اس کے ذریعہ فخر کرنا اور دوسروں کو ذلیل وحقیر سمجھنا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو دین و شریعت صحیح طور پر سمجھنے کی توفیق عطا فرمادیں اور ایمان وتقویٰ سے مزین فرمائیں۔

سبحان اللہ و بحمدہ سبحنک اللھم و بحمدک و نشھد ان لا الہ الا انت نستغفرک و نتوب الیک۔

تقویٰ کی حقیقت اور اس کے ثمرات

(۵)

حضرت حکیم اختر صاحب مدظلہ نے فرمایا:

"ہر سال کوئی حج وعمرہ کرے اور رات کو تہجد بھی قضا نہیں ہوتی، تسبیح بھی ہر وقت ہاتھ میں ہے مگر کسی ایک گناہ میں عادتاً مبتلا ہے۔ یہ شخص اللہ کے اولیاء میں شامل نہیں ہوسکتا۔ تقویٰ اور ولایت لازم وملزوم ہیں، یعنی اگر کسی میں صحیح معنی میں تقویٰ ہے اور حقیقت میں وہ متقی ہے تو انشاء اللہ وہ یقیناً ولی بھی ہے اور اس کی دلیل یہ آیت مبارکہ ہے "ان اولیاء ہ الا المتقون" اللہ کے دوست اولیاء متقی بندے ہی ہیں۔ فسق وفجور اور اللہ کی دوستی یہ دونوں جمع نہیں ہوسکتے۔"

تقویٰ کی حقیقت اور اس کے ثمرات

(۵)

الحمدالله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى امابعدفاعوذبالله من الشيطن الرجيم.بسم الله الرحمن الرحيم. يايها الذين آمنوا اتقوالله وكونوا مع الصادقين.صدق الله العظيم وصدق رسوله النبي الحبيب الكريم ونحن على ذالک لمن الشاهدين و الشاكرين والحمد لله رب العلمين.

ہر چیز اس کے اہل کے پاس سے ملتی ہے

بزرگو اور دوستو! تقویٰ کے متعلق گفتگو چل رہی ہے' الحمدللہ کچھ مفید باتیں آپ کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ اس سے آپ حضرات کو تقویٰ کی اہمیت کا اندازہ ہوا ہوگا۔ تقویٰ ہماری زندگی میں کس طرح آئے گا اس کے متعلق بھی کچھ مفید باتیں عرض کی ہیں۔ فقیہ الامت حضرت اقدس مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہ کے مواعظ سے کچھ باتیں پیش کی ہیں' آج بھی اسی بات کو انشاء اللہ پیش کروں گا۔ یہ بات مسلم ہے کہ ہر چیز اس کے اہل کے پاس سے ملتی ہے۔ صرف کتاب پڑھ لینا اور مضمون سمجھ لینا کافی نہیں ہوتا۔ کوئی شخص طب کی کتابیں پڑھ ڈالے تو صرف کتابیں پڑھ لینے سے وہ ماہر ڈاکٹر اور حکیم نہیں بن جاتا' کوئی شخص انجینئرنگ کی کتابوں کا مطالعہ کرے تو صرف مطالعہ کے زور سے وہ کامیاب اور مقبول انجینئر نہیں بن سکتا۔ ہر فن میں کامل دسترس اور مہارت اسی وقت پیدا ہوتی ہے جب وہ اس کے ماہرین کے پاس رہے اور ان سے استفادہ کرے۔ اسی طرح بزرگو! اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہماری زندگی تقویٰ سے آراستہ ہو تو ہمیں بھی کسی اہل دل سے وابستہ ہونا ہوگا۔ کسی اہل اللہ کی صحبت سے تقویٰ کا رنگ چڑھیگا اور یہ بات اللہ پاک نے جو انسانوں کی فطرت کا خالق ہے' بیان فرمائی ہے۔ جو آیت کریمہ احقر نے آج بھی

تلاوت کی ہے اس میں اللہ جل جلالہ نے اسی مضمون کو ارشاد فرمایا ہے کہ اے ایمان والو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو' اللہ سے ڈرو اور صادقین کے ساتھ ہو جاؤ۔ معلوم ہوتا ہے کہ صادقین کی صحبت سے یہ صفت ہمارے اندر پیدا ہوگی۔

شرط ولایت تقویٰ ہے

ہمارے حضرت مولانا حکیم اختر صاحب مدظلہم العالی خدارسیدہ بزرگ ہیں' بزرگوں کی صحبت میں مدت دراز تک رہے ہیں۔ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب مدظلہ العالی کے خلیفہ ہیں۔ اللہ پاک نے بڑے کمالات سے نوازا ہے' دردبھرا دل عطا فرمایا ہے۔ ان کے ملفوظات میں بڑا اثر ہے۔ اللہ پاک انکی عمر میں برکت عطا فرمائے اور ان کی دعاؤں میں ہمیں بھی شامل فرمائیں۔ حضرت نے تقویٰ اور اہل اللہ کی صحبت کے متعلق بہت مفید باتیں بیان فرمائی ہیں۔ آج انشاء اللہ حضرت حکیم صاحب مدظلہ کے کچھ ملفوظات آپ کی خدمت میں پیش کروں گا۔

پہلے آپ کی خدمت میں عرض کیا ہے کہ تقویٰ کے لئے یہ ضروری ہے کہ انسان ہر قسم کے گناہ اور فسق و فجور سے بچے' گناہوں سے بچنے پر اللہ پاک ولایت عطا فرماتے ہیں۔ چنانچہ حضرت حکیم اختر صاحب مدظلہ فرماتے ہیں:

"ہر سال کوئی حج وعمرہ کرے اور رات کو تہجد بھی قضا نہیں ہوتی' تسبیح بھی ہر وقت ہاتھ میں ہے مگر کسی ایک گناہ میں عادۃً مبتلا ہے۔ یہ شخص اللہ کے اولیاء میں شامل نہیں ہو سکتا۔ تقویٰ اور ولایت لازم وملزوم ہیں' یعنی اگر کسی میں صحیح معنی میں تقویٰ ہے اور حقیقت میں وہ متقی ہے تو انشاء اللہ وہ یقیناً ولی بھی ہے اور اس کی دلیل یہ آیت مبارکہ ہے "ان اولیاء ہ الا المتقون" اللہ کے دوست اولیاء متقی بندے ہی ہیں۔ فسق و فجور اور اللہ کی دوستی یہ دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔" (فیوض ربانی ص ۴۵)

تصوف کی حقیقت

اور ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا:

آج کل لوگوں نے چند وظیفوں، چند تسبیحات پر اور چند خوابوں اور مراقبات پر اور نفلی عبادات پر تصوف کی بنیاد رکھی ہے۔ میں یہ کہتا ہوں قرآن کا اعلان سن لیجئے کہ "ان اولیاء ہ الا المتقون" ہمارے ولی صرف متقی بندے ہیں۔ تصوف کی حقیقت صرف تقویٰ یعنی اللہ کی نافرمانی سے بچنا ہے، اگر اللہ والوں کے پاس رہنا ہے تو تقویٰ سیکھے اور اگر یہ ارادہ نہیں ہے تو وقت ضائع نہ کیجئے۔ کونوا مع الصادقین۔ معیت اہل اللہ سے مقصد کیا ہے؟ تقویٰ ہے، کیونکہ یایہا الذین امنوا اتقوا اللہ میں تقویٰ کا حکم ہے اور کونوا مع الصادقین حصول کا طریقہ ہے۔ (فیوض ربانی، ص ۴۶)

صادقین کے ساتھ ہمیشہ رہنا چاہئے، اس پر استدلال

اس کے بعد ارشاد فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے "کونوا مع الصادقین" فرمایا ہے اور "امر" ہے اور امر بنتا ہے مضارع سے اور مضارع میں تجدد واستمرار کی صفت ہوتی ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ استمراراً اور دواماً اہل اللہ کے ساتھ رہو، کوئی زمانہ ایسا نہ ہو جس میں اہل اللہ سے مستغنی رہے۔ لہٰذا اگر کسی کے شیخ کا انتقال ہو جائے تو اس کو فوراً دوسرے شیخ سے تعلق قائم کر لینا چاہئے جیسے ڈاکٹر کا انتقال ہو جائے تو طبعی غم ہونا چاہئے لیکن اب اس کی قبر پر جا کر کوئی انجکشن لگوا سکتا ہے؟ فوراً دوسرا ڈاکٹر تلاش کرتے ہیں۔ اسی طرح جب شیخ کا انتقال ہو جائے تو اپنی اصلاح کے لئے دوسرا شیخ تلاش کیجئے۔ جس طرح جسمانی علاج زندہ ڈاکٹر ہی کر سکتا ہے اسی طرح روحانی اصلاح بھی زندہ شیخ ہی سے ہوتی ہے۔" (فیوض ربانی، ص ۶۴)

دو جز سے ولایت بنتی ہے

ایک اور موقعہ پر اپنے ایک وعظ تعلق مع اللہ میں ارشاد فرمایا:

"حضرت حکیم الامتؒ فرماتے ہیں کہ دو ہی جز سے ولایت بنتی ہے۔ ایک ایمان، دوسرا تقویٰ "الذین امنوا و کانوا یتقون" تو آدھی ولایت تو سب مسلمانوں کو حاصل ہے یعنی ایمان تو الحمدللہ حاصل ہے ہی، بس تقویٰ کا اعلیٰ مقام اور حاصل ہو جائے اسی کا نام ولایت ہے۔"

ولایت تین چیزوں سے حاصل ہوتی ہے، اہل اللہ کی توجہ اور نظر

اور حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا کہ یہ ولایت تین چیزوں سے عطا ہوتی ہے۔ نمبر ایک یہ کہ کسی صاحب نسبت سے تعلق قائم کیا جائے، اگر اس کی صحبت میسر ہو جائے تو کیا کہنا ورنہ اصلاحی مکاتیب کا سلسلہ رکھا جائے۔ حضرت نے شاہ فضل رحمٰن صاحب گنج مرادآبادی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ روس میں ایک قازنامی چڑیا ہے وہ ہندوستان، پاکستان میں آتی ہے اور آنے سے پہلے روس کے پہاڑوں میں انڈے دیکر آتی ہے۔ پھر یہاں سے اپنی توجہ سے انڈوں کو گرماتی ہے اور جب واپس جاتی ہے تو دیکھتی ہے کہ اس کی توجہ کی گرمی سے بچے پیدا ہو چکے ہیں۔ حضرت شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی فرماتے ہیں کہ جب چڑیوں کی توجہ میں اللہ نے یہ طاقت رکھی ہے تو اللہ والوں کی روحوں میں کیا بات ہوگی۔ لہٰذا اہل اللہ کی صحبت میسر نہ ہو تو خط وکتابت سے بھی اصلاح ہو سکتی ہے۔ ان کی توجہ اور دعا میں اللہ نے خاص اثر رکھا ہے۔ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ ایک صاحب نسبت بزرگ تھے، حالت جذب میں اللہ کے حضور میں مراقبہ میں بیٹھے ہوئے تھے اچانک آنکھ کھلی، ایک کتا گذر رہا تھا اس پر نگاہ پڑ گئی۔ فرمایا کہ جہاں جہاں وہ کتا جاتا تھا سب کتے اس کے سامنے ادب سے بیٹھ جاتے تھے پھر ہنس کر فرمایا کہ شیخ الکلاب ہو گیا ظالم۔ تو جب اللہ والوں کی نظر کا جانوروں پر یہ اثر ہے تو میرے دوستو! کیا کہوں کہ انسانوں پر ان کی نگاہ کیا اثر کرتی ہوگی۔

صحبت کی تاثیر پر ایک تمثیل

مجھ سے ٹنڈو جام میں ایگریکلچر ڈیپارٹمنٹ والوں نے پوچھا کہ اللہ والوں کی صحبت کی کیا ضرورت ہے اور یہ سوال کرنے والے کون تھے، کئی ایم۔ ایس۔ سی اور کئی پی۔ ایچ۔ ڈی جو امریکہ سے ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں لائے ہوئے تھے۔ میں نے کہا آپ لوگوں نے ایگریکلچر ڈیپارٹمنٹ یعنی نباتات کی تحقیق وریسرچ پر جو ڈگریاں حاصل کی ہیں تو آپ لوگ یہاں کیا کام کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا ہم دیسی آم کو لنگڑا آم بناتے ہیں۔ میں نے کہا کیسے بناتے ہو۔ کہا ہم دیسی آم کی شاخ کو لنگڑے آم کی شاخ سے پیوند کرتے ہیں اور اتصال تام کرتے ہیں ذرا سا بھی فاصلہ نہیں رہنے دیتے، کس کر پٹی باندھ دیتے

ہیں کہ کہیں ہل نہ جائے کیونکہ اگر ایک بال کے برابر بھی فاصلہ رہ جائے تو لنگڑے آم کی خوبو اور سیرت اس دیسی آم میں منتقل نہیں ہوسکتی۔ بس میں نے کہا کہ آپ لوگ اپنے ہی قول سے پکڑے گئے اور اقراری ملزم ہوگئے۔ آپ ہی کے قول میں آپ کے سوال کا جواب ہے میں نے عرض کیا کہ آپ لوگ بتا چکے ہیں کہ ہم دیسی آم کو لنگڑا بناتے ہیں، ایسے ہی اللہ کے فضل سے دیسی دل کو اللہ والا بنایا جاسکتا ہے۔ جس طرح لنگڑے آم کے پیوند سے اس کی ساری خوبو دیسی آم میں منتقل ہوجاتی ہے اور دیسی آم لنگڑا آم بن جاتا ہے اسی طرح اگر کوئی دیسی دل یعنی غافل دل کسی اللہ والے دل سے اپنا پیوند کرلے تو وہ دیسی دل اللہ والا دل بن جاتا ہے اور اس اللہ والے کی ساری نسبت اس میں منتقل ہوجاتی ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اس اللہ والے کا تعلق قوی اور مظبوط ہو۔ اگر ڈھیلا ڈھالا تعلق ہوا تو یہ نفع حاصل نہ ہوگا۔ تو ایک چیز ولایت کے حصول کے لئے اور تقویٰ پیدا کرنے کے لئے اللہ والوں کی محبت ہے۔

(۲) مجاہدہ بھی ضروری ہے

مگر صرف صحبت کافی نہیں، مجاہدہ بھی ضروری ہے اور اس کی عجیب مثال ہے۔ جون پور، ہندوستان میں چنبیلی کا تیل بہت مشہور ہے۔ جب چنبیلی کا تیل بنایا جاتا ہے تو تل کو پہلے مجاہدہ کراتے ہیں، اسے خوب رگڑ رگڑ کر اس کی اوپر کی بھوسی چھڑاتے ہیں یہاں تک کہ تل کے دانوں پر ایک ہلکا سا غلاف رہ جاتا ہے جس میں سے تیل نظر آتا ہے کہ اگر سوئی چبھودیں تو تیل باہر آجائے۔ اتنا مجاہدہ تل کو رگڑ رگڑ کر کرایا جاتا ہے۔ اب اس کے بعد چنبیلی کے پھولوں کو پھیلاتے ہیں، پھر ان پھولوں پر وہ مجاہدہ کرائے ہوئے تل کے دانوں کو رکھتے ہیں اس کے اوپر چنبیلی رکھتے ہیں اور کئی ہفتہ عشرہ اسی طرح رہنے دیتے ہیں تاکہ خوشبو تل میں جذب ہوجائے۔ پھر اس کو کولہو یا مشین میں پیل دیتے ہیں اور چنبیلی کی ساری خوشبو اس تل میں آجاتی ہے۔ اب وہ تلی کا تیل روغن چنبیلی کہلاتا ہے۔ بس یہی طریقہ ہے اللہ والا بننے کا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "والذین جاھدو افینا۔ الخ" پہلے مجاہدہ ہو جس سے نفس کی بھوسی چھڑائے اور اولیاء اللہ کے اخلاق جذب ہونے کی صلاحیت پیدا ہو۔ اللہ کے جس ولی سے مناسبت ہو اس کے اخلاق کو جذب کرنے کی صلاحیت مجاہدہ سے پیدا ہوتی ہے۔

مجاہدہ کیا چیز ہے؟

اور مجاہدہ کیا چیز ہے؟ ذکر اللہ کا اہتمام اور بدنگاہی، بدگمانی، غیبت اور جتنے گناہ ہیں ان تمام سے بچنے کی کوشش اور اگر مغلوب ہو رہا ہو تو شیخ کو اس کی اطلاع۔

شیخ کے چار حق ہیں

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ شیخ کے چار حق ہیں، جب تک ان کو ادا نہ کروگے فیضیاب نہ ہوسکو گے اور نفع کامل نہ ہوگا۔ جس کو خواجہ صاحبؒ نے اس شعر میں بیان کیا ہے----

شیخ کے ہیں چار حق رکھ ان کو یاد
اطلاع و اتباع و اعتقاد و انقیاد

یہ چار حق جس نے ادا کئے انشاء اللہ کامل ہوجائیگا۔ یعنی شیخ کو اپنے احوال سے اطلاع بذریعہ خط و کتابت اور اگر موقع ملے تو کبھی کبھی ان کی خدمت میں حاضری۔ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ اس زمانہ میں زیادہ نہیں صرف چالیس دن اگر کسی اللہ والے کے پاس اپنی اصلاح کی نیت سے کوئی رہ جائے تو انشاء اللہ کام بن جائے گا مگر افسوس طلب ہی نہیں۔

نفع کا دارومدار مناسبت پر ہے

حضرت حکیم الامتؒ فرماتے ہیں کہ کسی صاحب نسبت سے استفادہ کے لئے شرط یہ ہے کہ اس سے مناسبت بھی ہو۔ اگر مناسبت نہ ہوگی تو نفع نہ ہوگا۔ نفع کا دارومدار مناسبت پر ہے۔

تو دوستو! اللہ کی محبت حاصل کرنے کے لئے تین چیزیں ہیں۔ (۱) صحبت اہل اللہ (۲) اہتمام ذکر اللہ جس کو اوپر مجاہدہ کے ضمن میں بیان کیا ہے اور تیسری چیز (۳) تفکر فی خلق اللہ۔

(۳) تفکر فی خلق اللہ

تفکر یہ ہے کہ کبھی کبھی سوچے کہ یہ آسمان اور زمین، سورج اور چاند کو کس نے پیدا کیا

ہے اور ان کی تخلیق سے اللہ تعالیٰ نے ہم پر کیا کیا احسانات فرمائے ہیں۔ یتفکرون فی خلق السمٰوٰت والارض' اللہ کے خاص بندے اللہ کی تخلیق میں غور کرتے ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو اور اگر فکر میں جمود ہو تو مولانا رومیؒ اس کا علاج فرماتے ہیں۔۔۔۔ع

فکر اگر جامد بود ذکر کن

فرماتے ہیں جب ذکر کرو گے تو فکر کا جمود ختم ہو جائے گا۔ اللہ کا ذکر تمہارے فکر افسردہ کو گرم کردے گا اور اس میں نور پیدا ہو جائے گا۔

(مواعظ درد محبت۔ وعظ تعلق مع اللہ' ص ۱۵۹ تا ۱۷۱ ملخص)

بزرگو اور دوستو! بڑی قیمتی باتیں ہیں۔ ان باتوں سے آپ حضرات کو اللہ والوں کی صحبت کی اہمیت کا اندازہ ہو رہا ہوگا۔ صحبت کے ضروری ہونے پر حضرت حکیم الامتؒ کا ایک عجیب استدلال حضرت مولانا حکیم اختر صاحب بیان فرماتے ہیں۔

اہل اللہ کی صحبت کے ضروری ہونے پر حکیم الامتؒ کا ایک علمی استدلال

حضرت حکیم الامتؒ مجدد الملت تھانویؒ سے ایک عالم نے بحث کی۔ اس نے کہا تزکیہ نفس کی فرضیت کو تو تسلیم کرتا ہوں لیکن مزکی کی کیا ضرورت ہے؟ میں خود کتاب پڑھ کر اپنا تزکیہ کرلوں گا۔ حضرت نے فرمایا مولوی صاحب تزکیہ فعل لازم ہے یا فعل متعدی؟ کہا فعل متعدی ہے۔ فرمایا کیا فعل متعدی بھی فعل لازم کی طرح اپنے فاعل پر تمام ہو جاتا ہے؟ اللہ اکبر! کیا علمی نکتہ بیان فرمایا۔ یہ بات سن کر وہ صاحب سکتے میں پڑ گئے۔ مولانا صاحب تھے اور سمجھ گئے کہ واقعی فعل متعدی فاعل پر تمام نہیں ہوتا۔ جاء زید' جاء فعل لازم ہے' زید فاعل پر تمام ہو گیا لیکن تزکیہ تو فعل متعدی ہے اس کے لئے ایک مزکی ہونا چاہیے۔ دیکھئے صحابہ بھی اپنے نفوس کا تزکیہ خود نہیں کر سکے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "یزکیھم" ہمارا نبی ان کا تزکیہ کرتا ہے' شخصیت رسالت نے ان کا تزکیہ کیا۔ آج بھی وہی نائبین رسول اولیاء کرام علی

سبیل نیابت اس گئے گزرے دور میں بھی تزکیہ کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔۔۔۔الخ۔

(مواعظ درد محبت' ص ۱۴۷ تا ۱۴۸)

صحبت اہل اللہ کے عبادت سے افضل ہونیکی وجہ

حضرت حکیم اختر صاحب مدظلہ العالی نے ارشاد فرمایا: ایک مرتبہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنے شیخ و مرشد حضرت حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانویؒ سے اس شعر کے متعلق پوچھا۔۔۔

یک زمانے صحبت با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریاء

حضرت! شاعر نے اس شعر میں جو یہ کہا ہے کہ ایک منٹ کی صحبت اہل اللہ سو سال کی اخلاص والی عبادت سے بہتر ہے تو کیا یہ مبالغہ نہیں ہے۔ حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے فرمایا کہ مفتی صاحب یہ مبالغہ نہیں ہے بلکہ شاعر نے کم بیان کیا ہے کہ "بہتر از صد سالہ طاعت بے ریاء" شاعر کو یوں کہنا چاہئے تھا۔۔۔

یک زمانہ صحبت با اولیاء
بہتر از لکھ سالہ طاعت بے ریا

اور اس کی وجہ حضرت نے ملفوظات حسن العزیز میں بیان فرمائی ہے کہ شیطان نے ہزاروں سال عبادت کی لیکن مردود ہونے سے نہ بچ سکا لیکن اللہ والوں کا صحبت یافتہ مردود نہیں ہوتا' گناہ کا اس سے صدور تو ہو سکتا ہے لیکن دائرہ اسلام سے خروج نہیں ہو سکتا' ایمان انشاء اللہ اس کا سلامت رہے گا' حسن خاتمہ نصیب ہوگا۔ اور اللہ والوں کا صحبت یافتہ گناہوں پر قائم بھی نہیں رہ سکتا' توفیق توبہ ان کی برکت سے نصیب ہو جاتی ہے۔ تو فرمایا کہ صحبت اہل اللہ میں جب یہ اثر ہے کہ وہ دائرہ اسلام سے خروج سے حفاظت کی ضامن ہے تو پھر وہ اس عبادت سے کیوں افضل نہ ہوگی جس میں یہ اثر نہ ہو۔

حضرت حکیم الامتؒ نے اس کی کوئی دلیل نقل نہیں فرمائی لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک

حدیث یاد دلائی جو حضرت حکیم الامت کے ارشاد کی دلیل ہے۔ بخاری شریف کی حدیث ہے " من احب عبداً لا یحبه الا لله" جو شخص کسی بندے سے صرف اللہ کے لئے محبت کرے تو اس کو حلاوت ایمانی نصیب ہوگی اور ملاعلی قاری فرماتے ہیں " وقد ورد ان حلاوة الایمان اذا دخلت قلباً لا تخرج ابداً و فیه اشارة الیٰ بشارة حسن الخاتمة " یعنی حلاوت ایمانی جس قلب کو عطا ہوتی ہے پھر کبھی اس دل سے نہیں نکلتی اور جب کبھی ایمان دل سے نکلے گا ہی نہیں تو اس میں حسن خاتمہ کی بشارت موجود ہے۔ اور دوسری دلیل بھی بخاری شریف کی حدیث ہے۔ " هم الجلساء لا یشقی جلیسهم " یہ اللہ والے ایسے ہم نشین ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا شقی اور بدبخت نہیں رہ سکتا۔ (مواہب ربانیہ ص ۱۱۰-۱۱۱ مجموعہ ملفوظات حکیم اختر صاحب مدظلہم) (فیوض ربانی ص ۵۳) نیز (انعامات ربانی ص ۱۱۴-۱۱۵)

بزرگو اور دوستو! اہل اللہ کی صحبت پر حضرت حکیم صاحب مدظلہم العالی نے عجیب عجیب باتیں بیان فرمائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت حکیم صاحب کو بڑا دردمند دل عطا فرمایا ہے اور انکی باتوں میں عجیب تاثیر رکھی ہے۔ اللہ پاک ہمیں ان باتوں پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ دل چاہتا ہے کہ ان کی باتیں آپ کے سامنے نقل کرتا رہوں۔ ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا:

ملاقات اہل اللہ کی اہمیت

دوستو کی ملاقات کی قدر بعض صوفیوں کو نہیں ہے۔ بس غلبہ حال ہے کیونکہ ذکر میں مزہ آرہا ہے مگر فہم کی کمی ہے۔ دوستوں کی ملاقات اتنی اہم ہے کہ جنت میں بھی اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں "فادخلی فی عبادی" جاؤ پہلے میرے خاص بندوں سے ملو۔ عبادی میں یاء نسبتی ہے یعنی یہ میرے ہیں۔ دنیا میں کثرت تعلقات اور کثرت اسباب معاصی اور اسباب شہوات نفس میں رہتے ہوئے بھی یہ نفس کے نہ ہوئے، غیروں کے نہ ہوئے، میرے بن کر رہے۔ تو جب دنیا میں یہ میرے رہے تو میں کیوں نہ انکو کہوں کہ یہ میرے ہیں۔ فادخلی فی عبادی 'میں اپنے خاص بندوں کی ملاقات کو مقدم فرمایا اور " وادخلی جنتی " میں جنت کو مؤخر فرمایا۔ یہ تقریر میرے شیخ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوریؒ کی ہے۔ حضرت نے فرمایا جنت کی نعمت سے زیادہ اللہ والوں کی ملاقات ہے اس لئے اللہ والوں کی ملاقات کو

اللہ تعالیٰ مقدم فرمارہے ہیں کہ جاؤ پہلے میرے خاص بندوں سے ملو جن کے صدقہ میں تم یہاں آئے ہو اور حضرت نے فرمایا تھا کہ اہل اللہ جنت کے مکین ہیں، جنت ان کا مکان ہے اور مکین افضل ہوتا ہے مکان سے اور دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کو یہ مطلوب ہے کہ اہل اللہ کے پاس زیادہ رہو۔ نفلی عبادات کا اتنا اہتمام نہ کرو جتنا اللہ والوں کے ساتھ رہنے کا کرو۔ فرماتے ہیں "کونوا مع الصادقین" "اللہ والوں کے پاس رہ پڑو۔ علامہ آلوسیؒ نے اس کی تفسیر میں فرمایا "خالطوهم لتکونوا مثلهم" اتنا ساتھ رہو کہ تم ویسے ہی ہو جاؤ، تمہارے دل میں وہی درد آجائے، آنکھیں ویسی ہی اشکبار ہو جائیں تمہارے سینے میں ویسا ہی تڑپتا ہوا دل آجائے ویسا ہی تقویٰ تمہیں نصیب ہو جائے۔ اب اس کی دلیل شرعی پیش کرتا ہوں اور یہ علم عظیم الحمد للہ ابھی عطا ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کی آپس میں ملاقات اور ملنا جلنا مقصود نہ ہوتا تو جماعت کی نماز واجب نہ ہوتی بلکہ یہ حکم ہوتا کہ اپنے اپنے گھروں میں نماز پڑھو دروازے بند کر لو، خلوتوں میں مجھے یاد کیا کرو، نہیں، بلکہ پانچوں وقت مسجد میں جاؤ اور میرے بندوں سے ملو۔ اس میں ملاقات کی اہمیت ہے کہ مسلمان آپس میں ملتے بھی رہیں۔ کوئی باپ نہیں چاہے گا کہ میرے بیٹے ہمیشہ الگ الگ رہیں۔ اگر بھائی آپس میں ملیں جلیں، کھائیں پئیں، ایک دوسرے کی دعوت کریں تو ابا خوش ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے سات دن تک تو پنجگانہ ملاقات رکھی ہے لیکن جمعہ کے دن ایک بڑا اجتماع رکھا کہ چھوٹے چھوٹے گاؤں میں جمعہ نہیں ہوگا، قریہ کبیرہ میں جاؤ۔ اس طرح جمعہ میں اور زیادہ مسلمانوں سے ملاقات ہوگی۔ پھر عید و بقرعید میں اور زیادہ اجتماع بڑھا دیا اور پھر حرمین شریفین حج و عمرہ کے لئے آؤ جہاں سارے عالم کے مسلمان مل جائیں گے۔ معلوم ہوا کہ اہل اللہ کی ملاقات عظیم نعمت ہے اور عنداللہ مطلوب ہے۔ (فیوض ربانی ص ۴۳-۴۴) (مواہب ربانیہ ص ۵۲)

اہل اللہ سے تعلق کے برکات کی ایک مثال

حکیم صاحب مدظلہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میرے قلب میں ایک مثال عطا فرمائی کہ ایک تالاب میں مچھلیاں ہیں اور دوسرا تالاب مچھلیوں سے خالی ہے۔ اگر وہ خالی تالاب چاہتا ہے کہ مجھے بھی مچھلیاں مل جائیں تو مچھلیوں کے تالاب سے اپنی سرحد ملا

لے اور جب پانی کی سرحدیں مل گئیں اور فاصلے ختم ہو گئے تو یہ تالاب بھی مچھلیوں سے محروم نہیں رہے گا۔ پس اللہ والوں کے دل سے اپنا دل ملا دو' انشاء اللہ اس اللہ والے کا تقویٰ' خوف' خشیت اور نسبت مع اللہ خود بخود آپ کے دل میں منتقل ہو جائے گی' خود آپ کو تعجب ہوگا اور عالم بھی متحیر ہوگا کہ یہ کیا تھا اور کیا ہو گیا۔ خواجہ صاحبؒ نے بلاوجہ تھوڑی فرمایا تھا کہ......

تو نے مجھ کو کیا سے کیا شوق فراواں کر دیا
پہلے جاں پھر جان جاں پھر جان جاناں کر دیا

(فیوض ربانی ص ۵۱)

صحبت شیخ سے کیا ملتا ہے

حکیم صاحب دامت برکاتہم نے ارشاد فرمایا: بنگلا دیش میں ایک عالم صاحب نے مجھ سے سوال کیا کہ ماں باپ کو رحمت کی نظر سے دیکھنے سے ایک حج مقبول کا ثواب ملتا ہے تو اپنے شیخ کو دیکھنے سے کیا ملتا ہے؟ میرے قلب کو فوراً اللہ تعالیٰ نے یہ جواب عطا فرمایا کہ ماں باپ کو دیکھنے سے کعبہ ملتا ہے اور مرشد کو دیکھنے سے کعبہ والا ملتا ہے' رب الکعبہ ملتا ہے کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ "اذا رئوا ذکر اللہ" اللہ والوں کی پہچان یہی ہے کہ ان کو دیکھنے سے اللہ یاد آتا ہے' ان کی صحبت سے اصلاح ہوتی ہے' اصلاح کے لئے انسان چاہئے اسی لئے پیغمبر بھیجے جاتے رہے۔ اگر کعبہ شریف میں اصلاح کی شان ہوتی تو تین سو ساٹھ بت کعبہ کے اندر رکھے ہوئے نہ ہوتے۔ نبی اور پیغمبر اصلاح کرتا ہے' پھر کعبہ شریف کی تجلیات نظر آتی ہیں ورنہ کفر کے موتیا سے جس کی دل کی آنکھیں اندھی ہیں وہ کعبہ کے انوار کیا دیکھے گا۔

(فیوض ربانی ص ۵۴)(مواہب ربانیہ ص ۱۴)

صحبت کی اہمیت پر ایک علم عظیم

حکیم صاحب دامت برکاتہم نے ارشاد فرمایا کہ جب حضور ﷺ کو ہجرت کا حکم ہوا تو کیا صحابہ کو اجازت ملی کہ تم میرے گھر سے چمٹے رہنا۔ کعبۃ اللہ سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کے فیض کو اللہ تعالیٰ نے اہمیت دی کہ جہاں میرا نبی جا رہا ہے سب جاؤ' ایک بھی یہاں نہیں

رہے گا اور پھر مکہ شریف فتح ہو جانے کے بعد بھی اللہ نے اجازت نہیں دی کہ اب تو مکہ شریف فتح ہو گیا' اب تکلیف دہ ماحول نہیں رہا' اب تم سب آ جاؤ اور میرے کعبہ سے چمٹے رہو۔ نہیں بلکہ میرے نبی کے قدموں سے چمٹے رہو' اللہ تم کو میرے نبی سے ملے گا۔ اس سے صحبت کی اہمیت ظاہر ہے۔

ایک عالم نے مکہ شریف میں میرے شیخ شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم سے پوچھا کہ بعد عصر حضرت شیخ الحدیثؒ کی مجلس ہوتی ہے تو میں مجلس میں حاضر ہوا کروں یا طواف کیا کروں؟ حضرت نے فرمایا کہ اگر کسی کی آنکھ میں تکلیف ہو تو وہ پہلے ڈاکٹر کے پاس جائے گا یا تلاوت کرے گا۔ اہل اللہ کی صحبت اور انکی برکت سے اللہ کی محبت پیدا ہوتی ہے اور دل رذائل سے پاک ہوتا ہے' پھر صاف دل سے کعبہ کی تجلیات کچھ اور نظر آتی ہیں۔ جب گھر والے سے محبت ہوگی تب اس کا گھر کچھ اور نظر آئے گا۔

(فیوض ربانی ص ۵۸)(مواہب ربانیہ ص ۶۸)

اہل اللہ کی صحبت کے حصول کیلئے دعا

حضرت حکیم صاحب مدظلہم العالی نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا: میں نے ایک دعا کی ہے آپ بھی یہ دعا کر لیجئے کہ..........

یارب تیرے عشاق سے ہو میری ملاقات
قائم ہیں جن کے فیض سے یہ ارض و سماوات

فرمایا یہ میرا ہی شعر ہے۔ میں خدا کے عاشقوں سے ملاقات کی بہت دعا کرتا رہتا ہوں اور ایک دفعہ میں نے ایک شعر اور کہا تھا کہ..........

دل چاہتا ہے ایسی جگہ میں رہوں جہاں
جیتا ہو کوئی درد بھرا دل لئے ہوئے

جیسے حاجی امداد اللہ صاحبؒ جیسے شمس تبریزیؒ جیسے مولانا رومیؒ جیسے مولانا تھانویؒ۔
یعنی بڑے بڑے اولیاء اللہ کے درمیان اختر جینا چاہتا ہے اور انہیں کے درمیان مرنا چاہتا

ہے۔ اس تمنا کو احقر نے اس شعر میں بیان کیا ہے.........

میری زندگی کا حاصل میری زیست کا سہارا
ترے عاشقوں میں جینا ترے عاشقوں میں مرنا

(مواعظ درد محبت ص ۴۹ اوعظ تعلق مع اللہ)

اللہ پاک ہم کو بھی اہل اللہ کی صحبت اور انہی کے درمیان جینا اور مرنا نصیب فرمائے۔ بزرگو! حقیقت یہی ہے کہ تقویٰ چاہتے ہیں تو اللہ پاک نے جو فرمایا ہے "وکونوا مع الصادقین" اسی پر عمل کرنا ہوگا۔ اللہ والوں کی جوتیاں سیدھی کرنے اور ان کی صحبت کی برکت سے انشاء اللہ یہ دولت تقویٰ نصیب ہوگی اس لئے اللہ والوں کی تلاش میں رہو اور کسی دل جلے سے وابستہ ہو جاؤ، دل جلا یعنی جو عشق الٰہی میں اپنا دل جلا چکا ہو، عشق الٰہی میں جل بھن گیا ہو ان کی صحبت تریاق ہے انشاء اللہ تعلق مع اللہ نصیب ہوگا، تقویٰ نصیب ہوگا۔

تقویٰ بہت ضروری ہے، تقویٰ کی برکت سے عبادات کے انوار محفوظ ہو جاتے ہیں اور سنتوں پر عمل کرنے سے جو نور پیدا ہوتا ہے اس کی بھی حفاظت ہوتی ہے۔ چنانچہ.........

تقویٰ محافظ نور سنت ہے

حضرت حکیم اختر صاحب دامت برکاتہم ارشاد فرماتے ہیں کہ سنت کے اتباع سے نور پیدا ہوتا ہے۔ تقویٰ اس نور کا محافظ ہے۔ لہٰذا جو تقویٰ کا اہتمام نہیں کرتا، انوار سنت کو ضائع کرتا ہے اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے ٹنکی پانی سے بھر لی لیکن ٹونٹیاں کھلی چھوڑ دیں تو سب پانی ضائع ہو جائے گا۔ اسی طرح سنت کے اتباع سے قلب انوار سے بھر گیا لیکن اگر آنکھ کی ٹونٹی کھلی چھوڑ دی، بدنظری کر لی، زبان کی ٹونٹی کھلی چھوڑ دی یعنی غیبت کر لی، جھوٹ بول دیا وغیرہ، کانوں کی ٹونٹی کھلی چھوڑ دی یعنی گانا سن لیا وغیرہ۔ اس نے اتباع سنت کے انوار کو ضائع کر دیا۔ اس لئے انوار سنت کی حفاظت کے لئے گناہوں سے بچنا ضروری ہے۔

(افضال ربانی ص ۸۶، مواہب ربانیہ ص ۲۸۲)

اللہ کی محبت کا رس تقویٰ ہے

حضرت حکیم صاحب مدظلہم العالی نے فرمایا: اللہ کی محبت کا رس تقویٰ ہے، اگر تقویٰ

حاصل نہیں تو اس نے اللہ کی محبت کا مزہ نہیں پایا۔ اگر اللہ کی محبت کا کامل مزہ لینا ہے تو گناہ سے بچو اور گناہ سے بچنے کا غم اٹھاؤ۔ اس غم کے صدقہ میں اللہ تعالیٰ اپنی محبت کا رس، اپنا درد محبت عطا کرتا ہے اور زندگی کا مزہ آ جاتا ہے۔

(افضال ربانی ص ۸۷، مواہب ربانیہ ص ۲۸۳)

اللہ تعالیٰ کے غضب کے اعمال سے بالکلیہ الگ ہو جاؤ

تقویٰ کا معنی ہر قسم کا گناہ چھوڑنا ہے۔ اسی کو بیان کرتے ہوئے حضرت حکیم صاحب مدظلہم العالی نے بڑی اہمیت سے ارشاد فرمایا۔ افسوس کہ بعض احباب کو ایک زمانہ گزر گیا ہے لیکن گناہ نہ چھوڑنے کی وجہ سے اللہ کی محبت کا وہ درد جو اولیاء اللہ کے سینوں میں ہوتا ہے وہ نہیں پا سکے، اگر انہوں نے ہمت سے کام نہیں لیا اور رو رو کر اللہ سے توفیق کی بھیک نہ مانگی تو خوف ہے کہ ایسے ہی دفن نہ ہو جائیں۔ جن صوفیاء اور سالکین نے سو فیصد تقویٰ اختیار نہیں کیا، ننانوے گناہ چھوڑ دیئے لیکن ایک گناہ میں مبتلا رہے وہ اللہ کی محبت کے درد کامل کو نہ پا سکے۔ لہٰذا جو اللہ کی محبت کا پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہے تو اللہ کی نافرمانی سے پوری پوری احتیاط کرے۔ دیکھئے دنیا میں اگر آپ چاہتے ہیں کہ کسی شخص کی پوری پوری مہربانی و شفقت حاصل کر لیں تو اس کو پورا پورا راضی کرنا ضروری ہوگا یا نہیں؟ تو جو لوگ اللہ کا پورا پورا پیار اور رحمت چاہتے ہیں وہ اللہ کے غضب کے اعمال سے بالکلیہ دست بردار ہو جائیں اور ٹھان لیں کہ جان دیدیں گے لیکن اللہ کو ناراض نہیں کریں گے۔ کیا اس ایمان پر اللہ کا فضل نہ ہوگا؟ اللہ دیکھتا ہے کہ میرے بندے نے جان کی بازی لگا دی تو اس کی جان میں کروڑوں جان عطا فرما دیتے ہیں اور وہ بندہ لطف حیات پا جاتا ہے۔ جس نے اپنی حیات کو خالق حیات پر فدا کیا وہ لطف حیات سے آشنا ہوا۔ دنیا ہی سے اس کی جنت شروع ہو جاتی ہے۔

(مواہب ربانیہ ص ۲۸۳) (افضال ربانی ص ۸۷)

متقی چوبیس گھنٹے عبادت گزار ہے

حضرت حکیم صاحب مدظلہم العالی نے عجیب وغریب بات ارشاد فرمائی کہ ذکر کا سب سے اونچا مقام یہ ہے کہ اپنے مالک کو ایک سانس، ایک لمحہ کو ناراض نہ کرو۔ کوئی شخص چوبیس

گھنٹے کماً و کیفاً زماناً و مکاناً کیسے ذکر کرسکتا ہے؟ لیکن جو شخص تقویٰ سے رہتا ہے' گناہ سے بچتا ہے وہ چوبیس گھنٹہ ذاکر ہے' اس سے بڑا اللہ کو یاد کرنے والا کوئی نہیں ہوسکتا۔ اسی لئے حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے "اتق المحارم تکن اعبد الناس" حرام سے بچو تم سب سے بڑے عبادت گذار ہو جاؤ گے۔ ایک آدمی دس پارہ تلاوت کرتا ہے' بیس رکعات نماز پڑھتا ہے' ہر ماہ عمرہ کرتا ہے لیکن تقویٰ والے کو سب سے بڑا عبادت گذار کیوں فرمایا گیا؟ کیونکہ عابد زیادہ سے زیادہ آٹھ گھنٹے عبادت کرلیگا' دس گھنٹے کرلیگا۔ اس کے بعد دماغ ماؤف ہو جائے گا تو عابد کو کبھی عبادت زمانیہ حاصل ہوتی ہے' کبھی عبادت مکانیہ حاصل ہوتی ہے۔ کسی زمانہ میں عبادت کرے گا اور کسی زمانہ میں نہیں کرپائے گا' کوئی مکان عبادت والا ہوگا اور کوئی عبادت سے خالی ہوگا لیکن متقی یعنی گناہ نہ کرنے والا زماناً و مکاناً کماً و کیفاً چوبیس گھنٹے عبادت میں ہے' چوبیس گھنٹے ذاکر ہے کیونکہ اللہ کو ناراض نہیں کررہا ہے اس لئے اعبد الناس ہے اگرچہ کچھ نہیں کررہا ہے' نہ نفل پڑھ رہا ہے' نہ تلاوت کررہا ہے' نہ ذکر رہا ہے' خاموش بیٹھا ہے لیکن عبادت میں ہے کیونکہ کوئی گناہ نہیں کررہا ہے' سورہا ہے تو بھی عبادت میں ہے' بیوی بچوں سے بات کررہا ہے تو بھی عبادت میں ہے کیونکہ کسی گناہ میں مبتلا نہیں ہے اس لئے اس کا ہر زمان اور ہر مکان نور تقویٰ سے مشرف ہے۔ لہٰذا متقی کو ذکر دوام اور عبادت دائمہ حاصل ہے۔ بتائیے کیا اللہ کو ناراض نہ کرنا عبادت نہیں ہے؟ یہی وہ عبادت ہے کہ بہ نص قطعی جس سے اللہ کی ولایت اور دوستی نصیب ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "ان اولیاءہ الا المتقون" صرف متقی بندے اللہ کے اولیاء ہیں' تقویٰ غلامی کے سر پر ولایت کا تاج رکھتا ہے۔

متقی کے یہ معنی نہیں کہ کبھی اس سے خطا ہی نہ ہوگی

لیکن متقی کے معنی یہ نہیں کہ کبھی اس سے خطا ہی نہ ہوگی۔ احیاناً کبھی صدور خطا بھی ہوسکتا ہے لیکن وہ خطا پر قائم نہیں رہ سکتا اور گریہ وزاری سے پھر اللہ کی یاری حاصل کرلیتا ہے۔ یہ صاحب خطا استغفار اور توبہ کی برکت سے "صاحب عطا" ہوجاتا ہے۔ ایسا شخص بھی متقی کے زمرہ میں شامل ہوگا۔

متقی رہنا اتنا ہی آسان ہے جتنا باوضو رہنا

حضرت حکیم الامت تھانویؒ فرماتے ہیں: متقی رہنا اتنا ہی آسان ہے جتنا باوضو رہنا۔ وضو ٹوٹ جائے تو دوبارہ وضو کرکے آدمی باوضو ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر کبھی تقویٰ ٹوٹ جائے تو پھر توبہ واستغفار کرلو آپ متقی کے متقی ہیں۔ خطا پر ندامت و آہ آپ کو دائرہ تقویٰ سے خارج نہیں ہونے دے گی۔

ہے عبادت کا سہارا عابدوں کے واسطے
اور تکیہ زہد کا ہے زاہدوں کے واسطے
اور عصائے آہ مجھ بے دست و پا کے واسطے

(مواہب ربانیہ ص۳۲۹-۳۳۰) (انعامات ربانی ص ۳۳-۳۴)

تقویٰ کی لذت بے مثل ہے

حضرت حکیم اختر صاحب مدظلہم العالی نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اتنا مزہ تقویٰ میں رکھا ہے جو جنت میں بھی نہیں ہے کیونکہ وہاں نفس امارہ نہیں ہے۔ لہٰذا نفس امارہ کے تقاضوں سے بچنے میں گناہ سے بچنے کا غم اٹھانے میں نظر کی حفاظت میں اور اسی طرح انسان جس گناہ میں بھی مبتلا ہو اور نفس اس سے خوش ہوتا ہو اس گناہ کو اللہ کے خوف سے چھوڑنے میں جو مزہ ہے وہ اس دنیا ہی میں ملتا ہے' جنت میں نہیں ملے گا۔ جنت دارالعمل نہیں ہے' دارالجزاء ہے۔ جنت ثمرہ تقویٰ تو ہے لیکن گناہ سے بچنے کی لذت تقویٰ اس دنیا ہی میں حاصل ہوسکتی ہے۔ گناہ سے بچنے کا غم اٹھانے کی لذت جنت میں نہیں ملے گی۔ لہٰذا تقویٰ اختیار کیجئے۔ ولایت کی بنیاد اللہ نے تقویٰ پر رکھی ہے' ذکر و نوافل پر نہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ جو اللہ کا ولی ہو جاتا ہے وہ بغیر ان کو یاد کئے نہیں رہتا لیکن بنیاد ولایت تقویٰ ہے۔ کما قال تعالیٰ ان اولیاء الا المتقون. تقویٰ ذکر منفی ہے جو ذکر مثبت (ذکر لسانی و اعمال نافلہ) سے بڑھ کر ہے۔

(مواہب ربانیہ ص۳۳۰) (انعامات ربانی ص ۳۴)

تقویٰ سب سے بڑی سنت ہے

حضرت حکیم صاحب مدظلہم العالی نے ارشاد فرمایا کہ ایک سب سے اہم سنت یہ ہے کہ کسی وقت اللہ کو ناراض نہ کیا جائے، تقویٰ سب سے بڑی سنت ہے۔ یہی تقویٰ ہے جو ہماری غلامی کے سر پر ولایت کا تاج رکھتا ہے اور آسان بھی اتنا کہ ''کام نہ کرو اور مزدوری لے لو''، یعنی گناہ کے کام نہ کرو، نامحرموں کو نہ دیکھو، چوری نہ کرو، غیبت نہ کرو (اور جیسے کسی کا دل نہ دکھاؤ، اپنی زبان اور ہاتھ سے کسی کو تکلیف نہ پہنچاؤ، دل میں حسد نہ رکھو، بغض نہ رکھو، تکبر نہ کرو، اپنے کو بڑا اور صاحب کمال نہ سمجھو، سود مت کھاؤ، شراب مت پیو، حرام نہ کھاؤ، کسی کا مال نہ دباؤ وغیرہ جتنے گناہ ہیں ان تمام سے بچو) اور ثواب لے لو اور ثواب کیا ہماری دوستی لے لو، ہم تمہیں تقویٰ کی برکت سے اپنا دوست بنالیں گے۔

(مواہب ربانیہ ص ۳۳۱) (انعامات ربانی ص ۳۵)

تقویٰ گناہ سے بچنے کا غم اٹھانے کا نام ہے

حضرت حکیم صاحب دامت برکاتہم نے ارشاد فرمایا کہ دل چاہے کہ حسینوں کو خوب دیکھوں اور ان سے خوب باتیں کروں لیکن لاکھ دل چاہے، دل کے چاہنے پر عمل نہ کرکے غم اٹھالے، زخم حسرت کھالے، خون تمنا کرلے اسی کا نام تقویٰ ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ تقویٰ اس کا نام ہے کہ دل میں خیال بھی نہ آئے گناہ کا، یہ تقویٰ کیسے ہوسکتا ہے؟ کیونکہ تقویٰ نام ہے ''كف النفس عن الهوىٰ'' کا۔ جب تمہارے اندر ھویٰ ہی نہیں تو نفس کو کس چیز سے روکو گے؟ دل میں لاکھ تقاضہ ہو کہ اس حسین کو دیکھوں، اس سے باتیں کروں وغیرہ لیکن خدا کے خوف سے دل کے تقاضوں پر عمل نہیں کرتا اس کا نام تقویٰ ہے۔ اگر حسین کو دل نہ چاہے گا تو اسے کیا خاک تقویٰ حاصل ہوگا۔ مجاہدہ ہی اس کا کیا ہوگا، مگر جس کا دل چاہے، لاکھ تقاضہ پیدا ہو پھر بھی ایک حسین کو نہ دیکھے، پھر مزہ ہے۔ یہ اللہ کے راستہ کی لذت پالیگا اور دل کے چاہنے پر عمل نہ کرکے غم اٹھانا، زخم حسرت کھانا، خون تمنا پینا اسی کا نام تقویٰ ہے۔ تقویٰ اس کا نام نہیں کہ گناہ کو دل ہی نہ چاہے۔ اگر ایسا ہوتا تو فرشتوں کو متقی کہا جاتا لیکن فرشتے

معصوم ہیں، ان کو متقی کہنا جائز نہیں کیونکہ ان کے اندر گناہوں کے تقاضے نہیں ہیں، وہ نورانی مخلوق ہیں۔ اولیاء اللہ فرشتوں سے تقویٰ کی وجہ سے ہی بازی لے گئے کہ باوجود تقاضائے گناہ کے یہ گناہوں سے بچتے ہیں۔ فرشتوں کو صرف قرب عبادت حاصل ہے لیکن اولیاء اللہ کو قرب عبادت بھی حاصل ہے اور قرب ندامت بھی حاصل ہے۔ اسی کو حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحبؒ فرماتے ہیں.........

کبھی طاعتوں کا سرور ہے، کبھی اعتراف قصور ہے
ہے ملک کو جس کی نہیں خبر، وہ حضور میرا حضور ہے

لہٰذا میں کہتا ہوں کہ جن کے دل میں گناہوں کے شدید تقاضے ہیں وہ ہرگز مایوس نہ ہوں بلکہ خوش ہوجائیں کہ ان کو اللہ نے ایسا تیز راکٹ دیا ہے جس سے وہ اللہ کی طرف بہت جلد اڑ جائیں گے۔ جس کا دل چاہے حسینوں کو پیار کرنے کو اس کے باوجود بے چارہ صبر کرتا ہے، اسی صبر اور زخم حسرت سے وہ اللہ والا بن جاتا ہے.........

زخم حسرت ہزار کھائے ہیں
تب کہیں جا کے ان کو پائے ہیں

ان حسینوں سے دل بچانے میں
ہم نے غم بھی بڑے اٹھائے ہیں

عاشقوں کی اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ مجھے نئی نئی تعبیرات اور نئے نئے عنوانات عطا فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں اور قیامت تک امت مجھے فراموش نہ کرے اور راہ محبت کی رہنمائی حاصل کرتی رہے جس کو اللہ تعالیٰ میرے لئے صدقہ جاریہ بنادیں۔

(مواہب ربانیہ ص ۳۹۹-۴۰۰) (انعامات ربانی ص ۱۰۳-۱۰۴)

اللہ پاک ہمارے طرف سے بلکہ پوری امت کی طرف سے حکیم صاحب دامت برکاتہم کو جزائے خیر عطا فرمائیں اور ان کے درد بھرے قلب سے جو قیمتی باتیں نکلی ہیں ان کے ذریعہ ہم سب کو ہدایت نصیب فرمادیں اور حکیم صاحب کے حق میں صدقہ جاریہ بنائیں، آمین۔

آج کل یہ مہلک مرض عام ہے اور اس کے اسباب بھی بہت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے

حکیم صاحب دامت برکاتہم کے قلب مبارک میں جو نئی نئی تعبیرات القاء فرمائی ہیں بہت قیمتی اور مؤثر ہیں۔ اللہ پاک ہم سب کی بھی حفاظت فرمائیں۔ یہ گناہ بڑا خطرناک ہے انسان بچنے کی بہت کوشش بھی کرتا ہے مگر پھر بھی کچھ نہ کچھ ملوث ہو ہی جاتا ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے توبہ اور استغفار رکھا ہے۔ یہ بھی بہت بڑی نعمت ہے کہ جب ہم گناہوں کی نجاست میں ملوث ہو جاتے ہیں' حق تعالیٰ اپنے رحم اور کرم سے توبہ اور استغفار سے ہم کو پاک وصاف فرما دیتے ہیں۔ حکیم صاحب مدظلہم نے استغفار پر ایک عجیب مثال بیان فرمائی ہے۔

حکم استغفار کی ایک عاشقانہ تمثیل

ارشاد فرمایا کہ: نجات کا کوئی راستہ نہیں ہے سوائے اس کے کہ اپنی زندگی کی ہر سانس کو مجرمانہ سمجھتے ہوئے معترفانہ' مستغفرانہ' نادمانہ' تائبانہ' ناجیانہ اور فائزانہ بنالو' انشاء اللہ ایسے شخص کی نجات ہو جائے گی۔ ایک شخص مٹھائی کی دوکان پر ہو اور شوگر کی بیماری ہو اور مٹھائی کا شوقین بھی ہو تو کس قدر عظیم خطرہ میں ہے کہ پرہیز میں کوتاہی کر بیٹھے۔ اس زمانہ میں چاروں طرف حسن کی مٹھائیاں بکھری ہوئی ہیں' نیم عریاں لڑکیاں ہر طرف پھر رہی ہیں۔ لہٰذا کوشش کرو' ہمت کرو' جان لڑادو کہ ان کو ہرگز نہ دیکھیں گے لیکن جو کچھ چوک ہو جائے تو اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر معافی مانگو۔ بھوکی چڑیا ہے اور چاروں طرف دانے بکھرے پڑے ہوئے ہیں تو مولانا رومیؒ فرماتے ہیں.........

صد ہزار دام و دانہ است اے خدا
ماچو مرغان حریص بے نوا

ایک لاکھ دانے اور جال لگے ہوئے ہیں اور ہم حریص اور لالچی چڑیوں کی طرح ہیں جنہیں بھوک بھی لگی ہوئی ہے۔ نفس تو لذت گناہ کا شوقین ہوتا ہے اس لئے کوشش کرو' جان لڑادو' غم اٹھاؤ۔ پھر بھی اگر خطا ہو جائے تو اللہ سے معافی مانگو کہ اے اللہ! ہم آپ سے شرمندہ ہیں' اگر اللہ تعالیٰ کو معاف کرنا نہ ہوتا تو ''استغفروا'' کا حکم ہی نہ دیتے۔ جب ابّا بچے سے کہے کہ معافی مانگ لو تو سمجھ لو کہ ابّا معاف کرنا چاہتا ہے۔.......... استغفروا کا حکم

بتاتا ہے کہ ربّا ہم کو معافی دینا چاہتے ہیں۔ پھر ماں سکھاتی ہے کہ ایسے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگو۔ اسی طرح اللہ والے سکھاتے ہیں کہ ربّا سے کس طرح معافی مانگو۔ لاکھ عریانی ہے لیکن بار بار نظر بچانے سے حلوہ ایمانی کی بھی تو فراوانی ہے۔ جو بار بار اپنا دل توڑے گا اور اللہ تعالیٰ کے قانون کا احترام کرے گا تو اس کے قلب پر تجلیات پیہم کا نزول ہوگا.........

میر میرے دل شکستہ میں
جام و مینا کی ہے فراوانی

(مواہب ربانیہ ص ۳۹۸) (انعامات ربانی ص ۱۰۲)

بزرگو اور دوستو! اللہ پاک کی توفیق سے تقویٰ اور تقویٰ کس طرح حاصل ہوگا' اس کے متعلق بزرگوں کی کچھ باتیں پیش کیں۔ آپ کو اندازہ ہو گیا ہوگا کہ تقویٰ کے حصول کے لئے اہل اللہ کی صحبت بہت ضروری ہے۔ اولیاء اللہ آج بھی ہیں اور انشاء اللہ قیامت تک ہوتے رہیں گے۔ ہمارے اندر طلب صادق ہونا چاہئے اور اللہ پاک سے دعا بھی کرتے رہنا چاہئے کہ کسی ولی کامل سے ہمیں وابستہ فرما دیں۔ اولیاء اللہ قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے۔ حکیم اختر صاحب دامت برکاتہم نے عجیب بات ارشاد فرمائی ہے۔

قیامت تک اولیاء اللہ پیدا ہوتے رہیں گے

ارشاد فرمایا کہ ''کونوا مع الصادقین'' سے ثابت ہوتا ہے کہ قیامت تک اولیاء اللہ پیدا ہوتے رہیں گے' جیسے کوئی باپ اپنے بچوں سے کہے میرے بچو روزانہ آدھا کلو دودھ پیا کرو اور دودھ کا انتظام نہ کرے تو وہ ظالم ہوگا یا نہیں؟ اور اللہ تعالیٰ ظلم سے پاک ہے' جب وہ اپنے بندوں کو حکم دے رہے ہیں کہ اگر تم تقویٰ حاصل کرنا چاہتے ہو یعنی میرا ولی بننا چاہتے ہو تو میرے خاص بندوں کے ساتھ' متقین کے ساتھ رہ پڑو۔ تو متقین کو پیدا کرنا احساناً اللہ کے ذمہ ہے۔ اپنے اولیاء کے پاس بیٹھنے کا حکم دیں اور اولیاء پیدا نہ کریں یہ محال ہے۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ اب اولیاء اللہ نہیں رہے وہ آیت ''کونوا مع الصادقین'' کا منکر ہے۔ وہ گویا اس کا قائل ہے کہ نعوذ باللہ قرآن پاک کے اس جز پر اب عمل نہیں ہو سکتا لیکن جب اللہ تعالیٰ نے کونوا مع الصادقین کا حکم دیا تو اپنے کلام کی عظمتوں کا پاس رکھنا خود صاحب

کلام کے ذمہ ہے۔ یہ محال ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام کی لاج نہ رکھے۔ لہٰذا قیامت تک متقین پیدا ہوتے رہیں گے۔

(مواہب ربانیہ ص ۳۳۱-۳۳۲) (انعامات ربانی ص ۳۵-۳۶)

محبوب سبحانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا ایک ملفوظ گرامی ایک مضمون میں نظر سے گذرا۔ اسی پر آج کی ان باتوں کو ختم کرتا ہوں۔ یہ ملفوظ گرامی بھی بہت قیمتی ہے اور تقویٰ ہی کے متعلق ہے۔ اس ملفوظ کو بھی اپنا حرز جان بنالیں تو انشاء اللہ ہمارے اندر تقویٰ پیدا ہوگا۔

تقویٰ کی تکمیل

محبوب سبحانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ تقویٰ اور پرہیزگاری کی تکمیل اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ انسان کے اندر دس خصوصیات، دس چیزیں پیدا نہ ہوجائیں۔

(۱) زبان کو غیبت سے بچائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "ولا یغتب بعضکم بعضا" (سورہ حجرات) اور برا نہ کہو پیٹھ پیچھے۔

(۲) بدگمانی سے بچئے ارشاد مبارک ہے "یا ایھا الذین آمنوا اجتنبوا کثیراً من الظن ان بعض الظن اثم (حجرات)" اے ایمان والو! بہت بدگمانیوں سے بچو اس لئے کہ بعض بدگمانیاں گناہ ہیں۔

(۳) ہنسی مذاق اور ٹھٹھا کرنے سے بچو۔ ارشاد باری ہے "یایھا الذین آمنوا لا یسخر قوم من قوم" (الحجرات) اے ایمان والوں ایک گروہ دوسرے گروہ سے ٹھٹھا نہ کرے۔

(۴) حرام کی طرف نہ دیکھے۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے "قل للمؤ منین یغضوا من ابصارھم" (النور) (اے نبی) مؤمنوں کو کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہ نیچی رکھیں۔

(۵) زبان سے حق بات کہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "و اذا قلتم فاعدلوا" (الانعام) اور جب بات کہو تو حق کی کہو۔

(۶) اللہ تعالیٰ کا احسان مانے۔ اپنے نفس پر بھروسہ نہ کرے اور نہ ہی اسے اچھا جانے۔ ارشاد ہے "یمنون علیک ان اسلمو اقل لا تمنوا علی اسلامکم بل اللہ یمن علیکم ان ھداکم للایمان" (الحجرات) وہ لوگ آپ پر احسان رکھتے ہیں کہ وہ مسلمان ہوئے۔ آپ

کہہ دیجئے مجھ پر احسان نہ رکھو اپنے اسلام لانے کا بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے تم کو راہ دی ایمان کی۔

(۷) اپنے مال کو مستحق افراد پر خرچ کرے نہ کرے کہ غیر مستحق پر اور نہ باطل کاموں میں۔ ارشاد ہے "والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا" (الفرقان) اور وہ لوگ کہ جب خرچ کرنے لگیں تو نہ بے جا اڑائیں اور نہ تنگی کریں (یعنی گناہوں میں خرچ نہیں کرتے اور اللہ کے حکم کے مطابق خرچ کرنے سے سستی نہیں کرتے۔)

(۸) بلند مرتبے اور عہدے حاصل کرنے کی خواہش نہ کرے۔ فرمان باری ہے "تلک الدار الآخرۃ نجعلھا للذین لا یریدون علواً فی الارض ولا فساداً" (سورۃ قصص) وہ پچھلا گھر (یعنی آخرت کا گھر جو) ہم دیں گے وہ ان لوگوں کو جو ملک میں اپنی بڑائی نہیں چاہتے اور نہ بگاڑ ڈالنا۔

(۹) پانچوں وقت کی نماز پابندی سے ادا کرے اور رکوع سجدہ (بھی) اچھی طرح کرے۔ فرمان مبارک ہے "حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطیٰ وقوموا للہ قٰنتین" (البقرہ) تم نمازوں کو نگاہ میں رکھو خاص کر درمیانی نماز کو اور کھڑے رہو اللہ کے آگے ادب سے۔

(۱۰) سنت رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرے۔ حق تعالیٰ کا فرمان ہے "وان ھذا صراطی مستقیما فاتبعوہ ولا تتبعو السبل فتفرق بکم عن سبیلہ" (الانعام) اور حکم کیا کہ یہ راہ ہے میری سیدھی سو اس پر چلو اور مت چلو اور راستوں پر کہ وہ تم کو جدا کردیں گے اللہ تعالیٰ کے راستہ سے۔ تلک عشرۃ کاملۃ۔ (ترجمہ شیخ الہندؒ) (غنیۃ الطالبین اردو ص ۷۵، دہلی)

مذکورہ بالا دس چیزوں میں جن کو مکملات تقویٰ کہا گیا ہے اگر ایک چیز کو اور بڑھا دیا جائے تو شاید مناسب ہو۔ واللہ اعلم اور وہ مندرجہ ذیل ہے۔

(۱۱) حلال روزی کھائے، برتے اور اسی کی تلاش میں رہے۔ ارشاد ہے "یایھا الناس کلوا مما فی الارض حلالاً طیبا" (البقرۃ) اے لوگو! کھاؤ زمین کی چیزوں میں سے حلال پاکیزہ۔ (ترجمہ شیخ الہندؒ) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ماہنامہ دارالعلوم دیوبند۔ مئی جون ۱۹۹۷ء ص ۷۱-۷۲)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین

قرآن کی عظمت

الحمد لله رب العلمين والصلوٰة والسلام علىٰ اشرف الانبياء والمرسلين و علىٰ اله واصحابه اجمعين. اما بعد فاعوذ بالله من الشيطٰن الرجيم. بسم الله الرحمن الرحيم. وان كنتم في ريب مما نزلنا علىٰ عبدنا فاتوا بسورة من مثله وادعوا شهدائكم من دون الله ان كنتم صادقين. فان لن تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التي وقودها الناس والحجارة اعدت للكافرين.

ماہ رمضان کی بہار قرآن کریم سے ہے

بزرگان محترم! اللہ تعالیٰ کا کس زبان سے شکر ادا کریں کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے یہ مبارک مہینہ عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ پورا مہینہ برکات وثمرات کے ساتھ عطا فرمائے، آمین۔ رمضان کی بہار قرآن کی وجہ سے ہے اس لئے کہ تمام آسمانی کتابوں میں قرآن مجید سب سے مقدس کتاب ہے اور سب سے آخری رسول حضرت محمد ﷺ پر اس مبارک مہینہ میں نازل ہوئی ہے۔ ﴿شهر رمضان الذى انزل فيه القرآن﴾ رمضان کا مہینہ وہ مبارک مہینہ ہے جس میں قرآن مجید نازل کیا گیا جس کی صفت ''الفرقان'' ہے، حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والی چیز۔

سب رسولوں پر ہمارا ایمان ہے

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علی نبینا وعلیہ السلام سے لیکر سیدنا حضرت محمد ﷺ تک بہت سے نبیوں اور رسولوں کو مبعوث فرمایا جن کی صحیح تعداد خدا تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ قرآن مجید میں سب کے نام اور تفصیلی حالات بیان نہیں کئے گئے لیکن ہمارا ایمان ہے ''کل آمن باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ لانفرق بین احد من رسلہ'' ایمان مجمل اور ایمان مفصل میں ہم کو اسی بات کی تعلیم دی گئی ہے کہ ہم ایمان لاتے ہیں ان تمام رسولوں پر جو اللہ نے بھیجے ہیں، سب رسول سچے اور برحق ہیں۔

نبیوں کی صداقت کے لئے معجزے

اور اللہ تعالیٰ نے ان نبیوں کی صداقت اور ثبوت کے لئے ان کو آیات عطا فرمائیں جن کو معجزہ کہتے ہیں جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کا عصا کہ دریا پر مارا تو بارہ راستے بن گئے، زمین پر ڈالا تو اژدہا بن گیا، پتھر پر مارا تو بارہ چشمے جاری ہوئے۔ بے شمار معجزات اس عصا کے ذریعہ ظاہر ہوتے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ کے حکم سے مادر زاد اندھوں کو بینائی دیدیتے تھے، مٹی کی چڑیا بنا کر اللہ کے حکم سے اڑا دیتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ بتلا دیتے تھے کہ تم کیا کھا کر آئے ہو اور گھر میں کیا رکھ کر آئے ہو۔ قرآن نے کہا ﴿ورسولاً الىٰ بنى اسرائيل انى قد جئتكم باية من ربكم﴾ حضرت صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معجزہ تھا اونٹنی کہ قوم نے فرمائش کی تھی کہ اگر آپ اللہ کے نبی ہیں تو پہاڑ میں سے زندہ اونٹنی نکالو۔ حضرت صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے اس کی دعا کی تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے پہاڑ میں سے اونٹنی برآمد ہوئی۔ مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے مختلف پیغمبروں کو مختلف معجزے عطا فرمائے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام پرندوں کی بولی سمجھ لیتے تھے۔ ﴿و علمنا منطق الطير﴾ ہوا بھی ان کے تابع تھی، جن اور انس بھی ان کے تابع تھے۔ حضرت داؤد السلام کا معجزہ تھا کہ لوہا ان کے ہاتھ میں موم کی طرح اللہ نے نرم کر دیا تھا۔ ﴿والناله الحديد﴾ لوہے کو گرم کرنے، پیٹنے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔ غرض بہت سے انبیاء علیہم السلام کو معجزے عطا فرمائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزوں کی تعداد

اسی طرح حضور اکرم ﷺ کو بھی اللہ نے معجزے عطا فرمائے۔ علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین ہزار معجزے عطا فرمائے تھے۔ بعض حضرات نے دس ہزار معجزے لکھے ہیں۔ آپ ﷺ کے معجزات کا ظہور مختلف جگہوں پر ہوا۔ فضا میں ہوا، جانوروں پر ہوا، زمین پر ہوا، پہاڑوں پر ہوا، کھانے کی چیزوں میں ہوا وغیرہ وغیرہ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا علمی معجزہ

ان سب کے علاوہ قرآن کریم آپ کا علمی معجزہ ہے اگلے تمام رسولوں اور نبیوں کے معجزے تو ان کی ذات کے ساتھ محدود تھے۔ وہ انبیاء علیہم السلام دنیا میں نہیں رہے تو ان کے ساتھ ان کا معجزہ بھی ختم ہو گیا۔ آج اگر حضرت موسیٰ علیہم السلام کا عصا مل جائے تو وہ اژدہا نہیں بن سکتا مگر اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس ﷺ کو قرآن مجید کا جو معجزہ عطا فرمایا ہے یہ آپ کا عظیم الشان معجزہ ہے جو قیامت تک باقی رہنے والا ہے بقول مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں ندویؒ۔

قرآن مجید کی ایک ایک سورت معجزہ ہے، ایک ایک آیت معجزہ ہے اور جو قرآن مجید حضور ﷺ پر نازل ہوا تھا، ہو بہو اسی طرح آج امت کے ہاتھوں میں موجود ہے۔ وہی اصلی حقیقی قرآن کریم ہے نہ تو کم ہوا نہ گم ہوا نہ تحریف کا شکار ہوا آج پوری کائنات عالم میں وہی اصلی قرآن مجید جو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ حضرت جبرئیل امینؑ کے واسطے سے محمد ﷺ کے قلب اطہر پر نازل فرمایا تھا۔ قرآن مجید آپ ﷺ کا سب سے بڑا انقلابی معجزہ ہے۔ قرآن مجید میں ایک سو چودہ سورتیں ہیں، پانچ سو چالیس رکوع ہیں، چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ (۶۶۶۶) آیتیں ہیں۔ تو اس طرح آپ ﷺ کے تمام معجزات ملکر تقریباً دس ہزار معجزات ہو جاتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معجزہ

اور اللہ تعالیٰ کا قانون یہ رہا کہ جس زمانہ میں جیسی ضرورت ہوئی ویسا ہی معجزہ عطا فرمایا۔ حضرت موسیٰؑ کے زمانہ میں جادوگروں کا بڑا زور تھا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا معجزہ عطا فرمایا کہ سارے جادوگر اپنی اپنی لاٹھی، رسیاں لیکر آئے اور جادوگروں کی تعداد ستر ہزار اور ایک روایت کے مطابق ایک لاکھ تھی۔ انہوں نے اپنی اپنی رسیاں اور لاٹھیاں زمین پر ڈالیں تو وہ رینگتے ہوئے سانپ نظر آنے لگیں ان کے جادو کے زور سے سارا میدان سانپوں سے بھر گیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم نے موسیٰ کو حکم دیا کہ آپ اپنا عصا ڈالدیجئے

﴿واوحینا الیٰ موسیٰ ان الق عصاک فاذا ھی تلقف ما یافکون﴾ حضرت موسیٰؑ نے اپنا عصا ڈالدیا تو وہ ایسا اژدہا بن گیا کہ سب کو نگل گیا۔ قرآن نے کہیں ﴿فاذاھی حیۃ تسعیٰ﴾ فرمایا کہیں ﴿ثعبان مبین﴾ فرمایا، کہیں ﴿جانٌ ولیٰ مدبراً﴾ فرمایا وغیرہ۔ جادوگر سمجھ گئے کہ یہ نظر بندی نہیں ہے بلکہ ایک حقیقت ہے اور تائید غیبی ہے۔ وہ جادو کی حقیقت کو سمجھتے تھے، فوراً اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ میں گر گئے اور کہنے لگے ﴿امنا برب ھارون و موسیٰ﴾ جادوگر سب مسلمان ہو گئے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزے

حضرت عیسیٰؑ کے زمانہ میں طب اور اور ڈاکٹری کا بڑا زور تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو ایسے معجزے عطا فرمائے جن امراض کا بڑے سے بڑا ڈاکٹر وہ علاج نہیں کر سکا۔ ان کا علاج حضرت عیسیٰؑ کی دعاؤں اور پھونکوں سے ہوتا تھا اور جس طرح کہ آج سائنس کا دور ہے، میڈیکل سائنس ہے، لوگ اس کے دیوانے بنے ہوئے ہیں اور سائنسی ایجادات اور سائنسی ترقیات کی لوگ تعریف کرتے ہیں۔ اللہ پاک نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایسے معجزے عطا فرمائے کہ اسوقت کے بڑے بڑے ڈاکٹر حیران تھے، لاعلاج بیماریوں کا علاج فرماتے۔

قرآن مجید کا پہلا چیلنج

اسی طرح آپ ﷺ کے زمانہ میں پوری عرب دنیا میں فصاحت، بلاغت اور کلام کا بڑا زور تھا، بڑے بڑے فصحاء اور بلغاء اور شعراء ایسے ایسے اشعار کہتے تھے کہ انکا جواب نہ ہوتا تھا اور ان سے دنیا والوں کو چیلنج کرتے تھے اور عرب یہ کہتے تھے کہ لسان اور زبان تو ہمارے پاس ہے، دوسروں کو ''عجمی'' کہا کرتے تھے یعنی گونگے کہتے تھے۔ سب سے بڑا معزز وہ تھا جو کہ کوئی فصیح و بلیغ شعر کہدے، سینکڑوں اشعار ایک مجلس میں فی البدیہہ کہ دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو قرآن پاک کا وہ معجزہ عطا فرمایا کہ اسوقت سے لیکر آج تک بڑے بڑے فصحاء اور بلغاء، شعراء، ادباء عاجز ہیں اور کوئی بھی ایسا کلام پیش نہ کر سکا اور قیامت تک پیش نہ کر سکے گا۔ انکے اشعار میں عورتوں کے حسن کی تعریف ہوتی،

شراب کی تعریف ہوتی مگر قرآن مجید ایسا کلام ہے جو مردہ دلوں پر اثر انداز ہوتا ہے۔ وہ لوگ کہتے کہ آپؐ نے گھڑ لیا ہے۔ ﴿ام یقولون افتراہ﴾ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اچھا اگر یہ بات ہے تو ہم تم کو چیلنج دیتے ہیں کہ تم سب انسان اور جنات ملکر اس جیسا قرآن بنا کر لاؤ۔ فرمایا ﴿قل لئن اجتمعت الانس والجن علیٰ ان یاتوا بمثل ھذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیراً﴾ آپ فرما دیجئے کہ اگر تمام انسان اور جنات سب اس بات کے لئے جمع ہو جائیں کہ ایسا قرآن بنا لاویں، تب بھی ایسا نہ لا سکیں گے اگرچہ ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں۔ (سورہ بنی اسرائیل، پارہ ۱۵)

دوسرا چیلنج

جب وہ لوگ اس جیسا قرآن وکلام بنانے سے عاجز ہو گئے تو قرآن نے دوسرا چیلنج دیا ﴿قل فاتوا بعشر سور مثلہ مفتریٰت وادعوا من استطعتم من دون اللہ ان کنتم صادقین﴾ آپ فرما دیجئے تم اس جیسی دس سورتیں جو تمہاری بنائی ہوئی ہوں، لے آؤ اور اپنی مدد کے لئے اللہ کے سوا جن جن کو تم بلا سکتے ہو بلا لو اگر تم سچے ہو۔ (سورہ ہود، پارہ ۱۲)

تیسرا چیلنج

جب اس سے بھی عاجز ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ﴿وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شھدائکم من دون اللہ ان کنتم صٰدقین فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ اعدت للکٰفرین﴾ اور اگر تم خلجان اور شک میں ہو تو اس کتاب کے بارے میں جو ہم نے اپنے بندہ خاص پر نازل فرمائی ہے تو اچھا تم اس جیسی ایک سورۃ (ایک محدود ٹکڑا) بنا لاؤ۔ یعنی ایک سورت جو فصاحت و بلاغت میں مضامین کی ندرت واقعات ماضیہ آیت کی صداقت میں امثال و مواعظ کی اثر انگیزی براھین ودلائل کی جامعیت معقولیت قطعیت میں محمد ﷺ کے پیش کردہ قرآن کریم کی ہم پلہ، ہم مثل ہو جو صرف فصاحت و بلاغت کے لحاظ ہی سے نہیں بلکہ ترکیب و الفاظ کے اعتبار سے ہر اعتبار سے معجزہ ہے۔ قرآن کریم سارا کا سارا حق و

صداقت عدالت وھدایت سے پر ہے نہ اس میں وہی تباہی باتیں نہ اس میں ہنسی مذاق کذب وافتراء جو شاعروں کے کلام میں عموماً ہوتا ہے بلکہ شعراء میں مشہور ہے "اعذبہ اکذبہ" جتنا زیادہ جھوٹ وہی زیادہ مزے دار ہوتا ہے لمبے لمبے پرزور قصائد مبالغہ وکذب آمیز کلام عورتوں کی تعریف وتوصیف یا گھوڑوں یا شراب کی ستائش یا صرف شاعروں کے خیالی پلاؤ کے سواء کچھ بھی نہیں ہوتا رائی کا پہاڑ اور چیونٹی کو ہاتھی بنا دیتے ہیں جن سے نہ دین کا نہ دنیا کا کوئی فائدہ نہ اخلاق پر کوئی اثر ہو نہ اعمال پر دو تین شعر اچھے ہوتے ہیں اس کے برخلاف قرآن کریم پر نظر ڈالئے تو دیکھو اسکا ایک ایک لفظ فصاحت و بلاغت دین و دنیا کے نفع سے خیر و برکت سے پر ہے پھر کلام الٰہی کی ترتیب وتھذیب الفاظ کی بندش عبارات کی روانی معانی کی نورانیت مضمون کی پاکیزگی سونے پر سہاگہ ہے اسکی خبروں کی حلاوت و صداقت اسکے بیان کردہ واقعات وقصص کی سلاست مردہ دلوں کی زندگی اس کا اختصار اعلیٰ کمال کا نمونہ ہے۔ اسکی تفصیل معجزے کی جان، کسی بات کا مکرر بیان قند کا مزہ دیتا ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سچے موتیوں کی بارش ہو رہی ہے بار بار پڑھو دل نہ اکتائے غرض یہ کہ جس قدر کمالات ہو سکتے ہیں وہ سب قرآن مجید میں جمع ہیں تو کوئی سورت اس کے ہم پلہ ہو بنا لاؤ اور اس کام کے لئے اپنے حمایتیوں کو بھی بلا لو جو تم نے خدا سے الگ تجویز کر رکھے ہیں اگر تم سچے ہو۔ پھر اگر تم یہ کام نہ کر سکے اور قیامت تک بھی نہ کر سکو گے تو پھر ڈرو اس دوزخ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں جو کافروں کے لئے تیار ہوئی رکھی ہے۔ (سورہ بقرہ، پارہ ۱) اور جب سورہ کوثر نازل ہوئی، فرمایا اس جیسی ہی سورت بنا لاؤ۔

قرآن مجید کے مقابلہ میں پیش کردہ ایک مضحکہ خیز نمونہ

سورہ القارعہ نازل ہوئی ﴿القارعۃ ما القارعۃ وما ادراک ما القارعۃ. یوم یکون الناس کالفراش المبثوث وتکون الجبال کالعھن المنفوش﴾ وہ کھڑکھڑانے والی چیز کیسی کچھ ہے وہ کھڑکھڑانے والی چیز ہے۔ اور آپ کو معلوم ہے کیسی کچھ ہے وہ کھڑکھڑانے والی چیز؟ جس روز آدمی پریشان پروانوں کی طرح ہو جائیں گے اور پہاڑ دھنکی ہوئی اون کی طرح ہو جائیں گے، اس سورت میں قیامت کا منظر کھینچا گیا ہے۔ ایک شخص نے بڑی محنت

کے ساتھ اس کی نقل اتارنے کی کوشش کی۔ اس نے کہا "الفیل ماالفیل وما ادراک ماالفیل ذنبه قصیر و خرطومه طویل" یہ سن کر سارے لوگ ہنسنے لگے' یہ کیا؟ اس میں کون سا کمال اور معنی دار بات آئی۔ وہ کہتا ہے ہاتھی اور کیا ہے' ہاتھی کی دم چھوٹی اور سونڈ بڑی ہے۔

قرآن کا چیلنج آج بھی باقی ہے

چودہ سو سال بیت گئے' آج تک کسی نے اس چیلنج کو قبول نہیں کیا اور قیامت تک اس کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکے گا۔ یہ ہمارا ایمان ہے۔ تو قرآن آپ ﷺ کا وہ عظیم الشان انقلابی معجزہ ہے کہ آج بھی ہمارے ہاتھوں میں ہے اور قیامت تک رہے گا اور اس کی اعجازی شان آج بھی اسی طرح باقی ہے اور قیامت تک رہے گی۔

قران مجید کی کشش

اور قرآن میں اللہ نے وہ کشش رکھی ہے کہ جس نے قرآن کریم سے صحیح تعلق پیدا کیا اس کے دل کی دنیا بدل گئی۔ لیکن افسوس مسلمانوں نے قرآن کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ کسی کا انتقال ہو گیا قرآن خوانی کر لی' رمضان المبارک آیا تو تھوڑی تلاوت کر لی۔ پھر پورا سال چھٹی اور غفلت حالانکہ یہ قرآن تو ایسا کلام ہے کہ انسان اس میں صحیح غور وفکر کرے تو دل کی دنیا بدل جائے اور اسکے طفیل فلاح دارین حاصل ہو۔

ربیعہ بن حارثؓ کا ایمان

اس دور میں جو بڑے بڑے شعراء تھے ان میں سے ایک ربیعہ بن حارث ہیں۔ یہ اتنے بڑے شاعر تھے کہ یہ جو شعر کہتے تھے کعبۃ اللہ میں اس کو لکھ کر لٹکاتے تھے۔ سبعہ معلقہ عربی ادب کی مشہور کتاب ہے' اس میں وہ سات بڑے بڑے قصیدے ہیں جو بیت اللہ پر لٹکائے گئے تھے۔ ربیعہ بن حارث کا قصیدہ بھی لکھ کر لٹکایا جاتا تھا۔ اندازہ لگاؤ کہ وہ کتنا بڑا شاعر ہوگا؟ انہوں نے جب قرآن سنا تو توبہ کر لی اور کہا "یکفینا القرآن" یعنی ہمارے لئے اب شعر و اشعار کی ضرورت نہیں قرآن کریم ہی کافی ہے۔ ایمان لے آئے اور پھر کبھی شعر و شاعری نہیں کی اور صحابی رسول ہو گئے (رضی اللہ عنہ) آج تک بخاری مسلم میں انکا نام آتا ہے۔

علی اسدی کی توبہ

علی اسدی ایک بہت بڑا اعرب گزرا ہے۔ بڑا فاسق' وفاجر لوٹ مار میں بہت مشہور تھا۔ لوگ اس سے عاجز آ گئے تھے۔ حکومت وقت اس سے پریشان تھی۔ ایک مرتبہ کہیں جا رہا تھا' قافلہ میں ایک بچہ قرآن پڑھ رہا تھا ﴿قل یعبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لاتقنطوا من رحمة الله ان الله یغفر الذنوب جمیعاً انه هوالغفور الرحیم﴾ اے میرے بندو اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو جاؤ' اگر تمہارے گناہ ریت کے ذرات اور بارش کے قطروں اور سمندروں کے جھاگ اور درختوں کے پتوں سے بھی زیادہ ہوں گے جب بھی اللہ ان کو معاف کرنے والا ہے ﴿ان الله یغفر الذنوب جمیعاً﴾ تمہارے گناہ چاہے جتنے بھی ہوں مگر اللہ کی رحمت اس سے بڑی ہے۔ کروڑوں آدمیوں کی غلاظت اور نجاست کو سمندر کی ایک موج پاک کر دیتی ہے' تو کیا اللہ کی رحمت کی ایک موج روح کو پاک کرنے کے لئے کافی نہیں ہے' اس نے جب یہ آیت سنی تو کہنے لگا دوبارہ سناؤ۔ ایسے گنہگاروں کو اللہ تعالیٰ اپنا بندہ کہتا ہے' سچے دل سے توبہ کر لی اور اپنے تمام غلط کاموں کو چھوڑ دیا اور سچا مسلمان اور پکا نمازی بن گیا۔

توبہ کا ایک اور واقعہ

موسیٰ بن محمد بن ہاشم ایک شخص تھا۔ سالانہ دولاکھ اشرفیاں اس کی آمدنی تھی۔ ساری زندگی لہو ولعب میں گزاری' رات بھر جس عورت کے ساتھ چاہتا خلوت کرتا' منہ کالا کرتا' کوئی فکر نہیں' کوئی غم نہیں۔ ایک دن وہ اپنے بالا خانے میں مست گویوں کا گانا سن رہا تھا' دیکھا کہ ایک دوسری طرف سے آواز آرہی ہے' بڑی پیاری اور سریلی آواز' کبھی بلند ہوتی' کبھی پست ہو جاتی۔ اس نے اپنے گویوں سے کہا کہ تم اپنی آواز بند کرو اور خادموں سے کہا کہ دیکھو یہ آواز کہاں سے آرہی ہے؟ خادم اس آواز کی طرف دوڑے' دیکھا مسجد میں ایک نوجوان دبلا پتلا ایک چادر اوڑھے قرآن مجید کی تلاوت کر رہا ہے۔ جب آیت رحمت پر پہنچتا ہے تو بہت سرور کے ساتھ پڑھتا ہے اور جب آیت عذاب پر پہنچتا ہے تو زار وقطار روتا ہے۔ خادموں نے اس کو پکڑ کر لیجانا چاہا تو اس نوجوان نے کہا کہ بھائی مجھے کہاں لے

جاتے ہو؟ کہا بس، ہمارے آقا نے تم کو بلایا ہے۔ پکڑ کر آقا کے پاس لے آئے۔ آقا نے پوچھا تم کیا پڑھ رہے تھے؟ نوجوان نے کہا قرآن مجید کی تلاوت کر رہا تھا۔ کہا مجھے بھی سناؤ تو اس نوجوان نے سورۃ تطفیف کی تلاوت شروع کی۔ تلاوت کرتے کرتے اس آیت پر پہنچا ﴿ان الابرار لفی نعیم. علی الارآئک ینظرون. تعرف فی وجوھھم نضرة النعیم. یسقون من رحیق مختوم. ختمه مسک وفی ذالک فلیتنافس المتنافسون. و مزاجه من تسنیم. عینا یشرب بھا المقربون﴾ بے شک نیک لوگ بڑی آسائش میں ہوں گے، مسہریوں پر بیٹھے بہشت کے عجائبات دیکھتے ہوں گے، اے مخاطب تو ان کے چہروں پر آسائش کی بشاشت پہچانے گا اور ان کو پینے کے لئے شراب خالص سر بمہر جس پر مشک کی مہر ہوگی ملے گی، اور حرص کرنے والوں کو ایسی چیز کی حرص کرنی چاہئے اور ہاں اس شراب کی آمیزش تسنیم کے پانی سے ہوگی یعنی ایک ایسا چشمہ جس سے مقرب بندے سیراب ہوں گے۔

ان آیتوں کا سننا تھا کہ اس کا دل بدل گیا اور اپنے تمام گناہوں سے سچی پکی توبہ کرلی اور تمام حشم و خدم کو آزاد کر دیا اور اس کے بعد سارا مال و متاع دین پر لگا دیا اور اس قدر عبادت، ریاضت کی، مجاہدہ اور نمازوں میں مشغول ہوا کہ لوگوں کو اس کے حال پر رحم آتا اور ترس کھاتے اور اس سے کہتے کہ اس قدر مشقت نہ اٹھاؤ اور اتنی ریاضتیں نہ کرو۔ وہ کہتا جب میں عیاشی کرتا تھا اس سے تم نے مجھے منع نہیں کیا اور اب جبکہ اللہ کی عبادت کرتا ہوں تو اس سے منع کرتے ہو۔ اسی حال میں وہ مکہ مکرمہ میں پہنچا، حج کیا اور وہیں اس کا انتقال ہوا۔

رحمته الله رحمة واسعة.

خلاصہ کلام

تو دوستو! قرآن مجید بہت بڑی لازوال نعمت ہے اور بہت عظیم الشان معجزہ ہے۔ قرآن سے جس قدر تعلق بڑھے گا اللہ رب العزت سے تعلق میں اضافہ ہوگا اور اللہ کی محبت دل میں پیدا ہوگی، دل میں نور پیدا ہوگا، دل سے ظلمت اور زنگ دور ہوگا۔ اللہ پاک قرآن پاک کی قدر نصیب فرمادیں اور اس سے تعلق نصیب فرمادیں اور اسکے احکامات پر عمل کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین۔

پانچ نعمتوں سے فائدہ اٹھاؤ

بسم الله الرحمٰن الرحیم

الحمد لله وحده والصلوٰة والسلام علی من لا نبی بعده و علی اله و صحبه اجمعین و بارک وسلم تسلیماً کثیراً کثیراً. اما بعد! عن عمرو بن میمون الازدی قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم رجل وھو یعظه اغتنم خمساً قبل خمس شبابک قبل ھرمک وصحتک قبل سقمک وغناک قبل فقرک و فراغتک قبل شغلک وحیاتک قبل موتک. (رواہ الترمذی)

اگر نعمتوں کی قدر نہ کی تو؟

بزرگو اور دوستو! ایک حدیث میں نے آپ کے سامنے پڑھی ہے۔ اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت سمجھو۔ پانچ نعمتیں اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہیں تو ان سے فائدہ اٹھاؤ۔ یہ بہت بڑی نعمتیں ہیں، جب یہ نعمتیں نہیں رہیں گی پھر اس وقت ان کی قدر ہوگی اور اس وقت آدمی افسوس کرے گا مگر اس وقت افسوس سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ سوائے حسرت اور افسوس کے کچھ حاصل نہ ہوگا اس لئے جب اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ نعمتیں عطا فرما رکھی ہیں تو ان کی قدر کرلو اور ان سے خوب فائدہ حاصل کرلو۔

زندگی کو غنیمت سمجھو موت سے پہلے

نبی کریم ﷺ سے کسی نے درخواست کی کہ مجھے کچھ نصیحت فرمایئے، اس پر حضور اقدس ﷺ نے اس کو نصیحت فرمائی کہ پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت سمجھو۔ ان پانچ نعمتوں میں ایک نعمت حیات قبل موت ہے آج کی مجلس میں انشاء اللہ اس نعمت کے متعلق کچھ باتیں عرض کروں گا بزرگو یہ ایسی نعمت ہے کہ اگر یہ نعمت یعنی زندگی ہے تو بقیہ

نعمتوں سے بھی فائدہ اٹھا سکتے ہو اور اگر یہ نعمت نہیں ہے تو پھر کچھ بھی نہیں۔ دعا فرمائیے اللہ تعالیٰ مفید اور نافع باتیں کہلوائیں اور مجھے اور آپ کو پوری امت کو عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔

حیات سے قبل موت اس کا ترجمہ یہ ہے اپنی زندگی کو اپنی موت سے پہلے غنیمت سمجھو۔ آج اللہ تعالیٰ نے زندگی دی ہے، بہت بڑی نعمت ہے۔ زندگی کا ایک ایک سانس بہت قیمتی سرمایہ اور بہت ہی عظیم دولت ہے اور یہ زندگی گزرتی جاتی ہے۔ اس کو روکے رکھنا انسان کے اختیار میں نہیں ہے۔ اگر اس زندگی کو اچھے کاموں میں استعمال کر لیا، کارِ خیر میں لگا، اللہ کی فرمانبرداری میں زندگی کے قیمتی لمحات استعمال کر لئے، دین کے کاموں میں استعمال کر لئے تو کامیاب ہے یا چلئے کم از کم دنیا کے کاموں میں استعمال کر لی، بے کار وقت نہیں گزارا۔ کچھ نہ کچھ تو کام کر لیا، حسرت تو نہ ہوگی کہ بے کار وقت ضائع کر دیا۔

کچھ نہ کچھ کرتے رہو

حضرت شاہ وصی اللہ رحمہ اللہ الٰہ آبادی بہت بلند پایہ کے بزرگ گزرے ہیں، حضرت تھانویؒ کے اجل خلفاء میں ہیں۔ وہ کسی نوجوان کو دنیا کے کسی کام میں بھی مشغول دیکھتے تو بھی خوش ہوتے کہ چلو کسی نہ کسی کام میں تو مشغول ہے، بے کار وقت نہیں گذار رہا ہے۔ ہماری گجراتی میں مشہور ہے "فرصتی فورصتیو نکھودوالے" کیونکہ فرصت میں ہے، بے کار ہے، پتہ نہیں کیا سے کیا کر گزرے ہو سکتا ہے اچھے کام بھی کر لے۔ اگر آدمی اچھے کام میں لگا ہے، تلاوت کر رہا ہے، ذکر کر رہا ہے، ماں باپ کی خدمت میں مشغول ہے، مساکین اور محتاجوں اور اپاہجوں کی خدمت میں لگا ہوا ہے تو الحمد للہ بہت بہتر ہے، اللہ کا شکر ادا کرے۔ لیکن جو شخص بے کار وقت گذارتا ہے یہ بہت ہی خسارے میں ہے اللہ اس سے ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

موت کا وقت مقرر ہے

حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا "من حسن اسلام المرء ترکه مالا یعنیه" اسلام کی خوبی یہ ہے کہ لایعنی اور بے کار چیزوں کو چھوڑ دے جس میں نہ دین کا فائدہ، نہ دنیا

کا فائدہ۔ تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اپنی زندگی کو موت سے پہلے غنیمت سمجھو۔ موت آگئی اب آدمی کچھ نہیں کر سکتا، اب نیکی کا کام کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا، اب موت کے وقت آدمی پچھتاتا ہے اور تمنا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ زندگی دیدے تو میں اچھے کام کروں لیکن دوستو! موت کا وقت بالکل متعین ہے جس کے لئے جو وقت متعین ہے، ایک لمحہ آگے پیچھے ہونے والا نہیں ہے "اذا جاء اجلهم فلا يستاخرون ساعة ولا يستقدمون" جب موت کا وقت آجاتا ہے تو ایک منٹ نہ آگے نہ پیچھے۔

مہلت کی درخواست

تو جس نے نافرمانی میں زندگی بسر کی وہ موت کے وقت اللہ تعالیٰ سے مہلت مانگتا ہے، کہتا ہے اے میرے رب مجھے دنیا میں بھیج دیجئے تا کہ میں نیک کام کر لوں۔ ارشاد ہے: "حتی اذا جاء احدکم الموت فلا يستاخرون قال رب ارجعون" جب موت آجاتی ہے تو کہتا ہے اے میرے رب مجھے دنیا میں تھوڑی دیر مہلت دیدے، کیوں؟ "لعلی اعمل صالحاً فیما ترکت کلا" اے اللہ لوٹا دے تا کہ اعمال صالحہ کر لوں۔ قرآن کہتا ہے: "انها کلمة هو قائلها" یہ اس کی ایک بکواس ہے جسے وہ بکے جا رہا ہے، "ومن ورائهم برزخ الی دم یبعثون" اس کے آگے برزخ ہے جسے ہم قبر کی زندگی کہہ دیتے ہیں قیامت تک اسی میں رہے گا۔ اس کی تفسیر میں حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے ارشاد فرمایا جس پر حج فرض تھا اس نے حج نہیں کیا تو وہ موت کے وقت تمنا کرے گا کہ اے اللہ میری زندگی بڑھا دے تا کہ میں حج کا فریضہ ادا کر لوں۔ پھر انہوں نے یہی آیت پیش کی "حتی اذا جاء احدهم الموت قال رب ارجعون لعلی اعمل صالحاً فیما ترکت کلا" تو کسی نے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے عرض کیا کہ یہ آیت تو کافروں کے بارے میں نازل ہوئی ہے، وہ موت کے وقت یہ تمنا کریں گے نہ کہ مومنوں کے بارے میں۔ تو حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے فرمایا اچھا میں تم کو ایمان والوں کے بارے میں آیت بتلائے دیتا ہوں، پھر آپ نے سورہ منافقون کی آیت تلاوت فرمائی: یاایها الذین امنوا لا تلهکم اموالکم ولا اولادکم عن ذکر الله" اے ایمان والو! تم کو تمہاری اولاد اور زائد ہے تمہارے اموال اللہ کی یاد سے غافل نہ

کردیں، ہلاکت میں نہ ڈال دیں "ومن یفعل ذالک فاولٰئک هم الخاسرون" اور جس کے مال واولاد نے اس کو ہلاکت میں ڈال دیا، یعنی ان چیزوں کی وجہ سے وہ اللہ پاک سے غافل ہوگیا، وہ خسارے والے ہیں۔ آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "وانفقوا مما رزقنکم من قبل ان یاتی احدکم الموت" اور اللہ کے راستہ میں خرچ کرلو اس سے پہلے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آئے۔ جب موت آجائے گی تو اس وقت کہے گا: "فیقول رب لولا اخرتنی الی اجل قریب" اے اللہ! اے میرے رب! مجھے تھوڑی سی مہلت دیدے، کیوں؟ "فاصدق واکن من الصالحین" تاکہ میں صدقہ کرلوں اور صالحین میں سے ہوجاؤں، مسجد بنالوں، مدرسہ بنالوں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: "ولن یوء خر اللہ نفساً اذا جاء اجلها" جب موت کا وقت آجاتا ہے تو ایک منٹ نہ آگے نہ پیچھے "و اللہ خبیر بما تعملون" اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب کاموں کی خبر ہے۔

موت کے استحضار کی ضرورت ہے

تو زندگی بہت بڑی دولت ہے۔ اسی بنیاد پر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: زندگی کو غنیمت سمجھو موت سے پہلے پہلے۔ ہر شخص کو قیامت کے دن جزا وسزا ملے گی۔ کسی نے خوب کہا ہے.........

تیرے کاموں کے ملیں گے تجھ کو پھل
آج جو کچھ بوئے گا کاٹے گا کل

جیسی کرنی ویسی بھرنی۔ اللہ تعالیٰ ہمارا حشر صالحین میں فرمائے، ہم سب کا ایمان تو یہ ہے کہ ایک دن ضرور مرنا ہے لیکن مستحضر نہیں رہتا۔ ہم اس کو بھول جاتے ہیں۔ جس کو اس بات کا استحضار حاصل ہوجائے تو اس کے لئے نیک کام کرنا آسان ہوجاتا ہے۔ اسی طرح گناہ اور برائیوں سے بچنا بھی آسان ہوجاتا ہے۔

دنیا کی نعمت فانی ہے اور آخرت کی نعمت باقی اور دائمی ہے:

لیکن کافر شخص دنیا کی زندگی کو سب کچھ سمجھتا ہے، وہ آخرت کو مانتا ہی نہیں۔ یہ عقیدہ کا

بہت بڑا فرق ہے۔ ہم روزانہ نماز میں پڑھتے ہیں "مالک یوم الدین" اللہ تعالیٰ ہی روز جزا کا مالک ہے، اللہ تعالیٰ وہاں جو نعمتیں دیگا وہ دائمی ہوں گی اور یقیناً ملیں گی انشاء اللہ۔ دنیا کی نعمت یقینی بھی نہیں، آج کوئی شخص عالیشان بنگلہ دیدے تو کل واپس بھی لے سکتا ہے یا دینے کا وعدہ کرے اور پھر نہ دے اور اگر بنگلہ دے بھی دیا تو وہ دائمی نہیں، کوئی آسمانی بلا آجائے تو وہ فنا بھی ہوسکتا ہے۔ تو دنیا کی نعمت فانی ہے اور آخرت کی نعمت باقی ہے، اس پر زوال نہیں ہے، فنا نہیں ہے۔

دنیا کی زندگی کی مثال

اور آخرت کی زندگی کتنی طویل ہوگی، اس کا انسان اندازہ ہی نہیں لگا سکتا۔ اس زندگی کا کوئی کنارہ ہی نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں ایک بہت طویل حدیث ہے، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسا کہ کوئی سمندر میں اپنی ایک انگلی ڈالے اور پھر نکالے تو انگلی پر کتنی تری ہوگی؟ کتنا پانی ہوگا؟ بس جتنی تری ہوتی ہے اتنی دنیا کی زندگی ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن پوچھے گا "کم لبثتم" تم دینا میں کتنے دن رہے؟ وہ کہیں گے "قالو البثنا یوماً او بعض یوم فاسئل العادین" یعنی ایک دن یا ایک دن کا بھی کچھ حصہ رہے۔ تو آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی ہیچ ہے، وہ ابدالآباد کی زندگی ہے۔

دوسری مثال

اس کو سمجھانے کے لئے ہمارے حضرت مولانا محمد عمر پالنپوریؒ ایک مثال دیا کرتے تھے کہ زمین وآسمان کے درمیان رائی بھر دی جائے (رائی کے دانے کتنے چھوٹے ہوتے ہیں، آپ حضرات جانتے ہیں) آسمان وزمین کے درمیان کروڑوں بلینیوں دانے آئیں گے اور اس کے بعد یہ سمجھو کہ ایک پرندہ آئے اور ایک سال میں ایک رائی کا دانہ اٹھائے، پھر ایک سال کے بعد دوسرا دانہ لے جائے۔ اس طرح ایک ایک سال میں ایک ایک دانہ اٹھاتا رہے۔ کیا آپ اندازہ اور حساب لگا سکتے ہیں کہ وہ دانے کتنے سال میں ختم ہوں گے لیکن یہ متعین ہے کہ ایک نہ ایک دن ضرور ختم ہوجائیں گے اس لئے کہ چاہے وہ

کروڑوں ہیں مگر محدود ہیں لیکن مرنے کے بعد کی جو زندگی ہے وہ ان دانوں کے مقابلہ میں کہیں زیادہ ہے۔ یہ دانے ختم ہو جائیں گے مگر آخرت کی زندگی کبھی ختم نہ ہوگی۔ قرآن بار بار کہتا ہے:" خٰلِدِینَ فیھا. خالداًفیھاابداً اصحاب الجنة ھم فیھا خٰلدون" جنتی ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔ اسی طرح جہنم کی زندگی ہے۔ جہنمی جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ جنتی جنت میں آرام سے رہیں گے اور جہنمی جہنم میں تکلیف اور عذاب میں رہیں گے۔

تمام عالموں میں عالم دنیا سب سے زیادہ اہم ہے

وہاں کی راحت اور سکون کی دنیا میں کوئی مثال نہیں دی جا سکتی لیکن دنیا کی زندگی وہاں کی زندگی کے مقابلہ میں بہت اہم ہے اس لئے کہ اسی دنیا کی زندگی سے وہاں کی زندگی بنتی ہے۔ انسان سفر میں ہے، ہم دنیا اور دنیا کے گھروں کو اصلی گھر نہ سمجھیں۔ پہلے عالم ارواح میں تھے، پھر عالم رحم مادر میں منتقل ہوئے، اس کے بعد اس عالم دنیا میں آئے اور اس عالم دنیا سے عالم برزخ میں جائیں گے اور عالم برزخ سے عالم حشر ونشر میں۔ پھر ایمان والے انشاءاللہ جنت میں جائیں گے اور کفار جہنم میں۔ تو یہ بہت سارے عالم ہیں جن سے گذر کر جنت میں پہنچیں گے اور وہی آخری مقام ہوگا انشاءاللہ۔ پھر وہاں سے کسی اور جگہ منتقل نہیں ہونا ہے۔ ان تمام عالموں سے یہ عالم دنیا سب سے اہم ہے، اسی عالم میں انسان کو اپنا فیصلہ کرنے کا موقع دیا جاتا ہے کہ آئندہ اسے کہاں جانا پسند ہے۔ یہ بہت زبردست چانس (موقعہ) ہے۔ یہ چانس اور یہ موقع اگر ہاتھ سے نکل گیا اور اس زندگی کو غفلت اور خدا فراموشی میں گذار دیا تو بے حد حسرت سے گذرنا ہوگا اور وہاں کی حسرت کچھ مفید نہ ہوگی اس لئے دوستو! ہم کو اللہ پاک نے جو موقعہ اور چانس دے رکھا ہے اس کو ہم بہت ہی غنیمت سمجھیں اور اس کی قدر کرلیں، دارالعمل یہی ہے۔

ستر ہزار قرآن، ایک سبحان اللہ کے بدلہ میں

ایک بزرگ کسی قبرستان سے گزر رہے تھے، ان پر ایک قبر کا حال منکشف ہوا۔ یہ اللہ والوں کا حال ہے، اللہ پاک گاہے گاہے اپنے نیک بندوں پر غیب کی چیزیں کھول دیتے

ہیں۔ اس میں ہم جیسوں کے لئے بڑا سبق ہوتا ہے اور ہمارے لئے بیدار ہونے کا ایک الارم ہوتا ہے۔ انہوں نے دیکھا کہ صاحب قبر اپنی قبر میں قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول ہیں۔ اب دونوں کا کنکشن شروع ہوا، دنیا والے بزرگ نے ان سے فرمایا ہم نے تو سنا ہے کہ مرنے کے بعد کوئی عمل نہیں، قبر یا تو جنت کا باغیچہ ہے یا جہنم کی کھائی، اعمال صالحہ ہیں تو انشاءاللہ جنت کا باغ، کفر اور بداعمالیاں ہیں تو جہنم کا گڑھا اور آپ اب بھی قرآن پاک کی تلاوت میں مشغول ہیں۔ صاحب قبر نے جواب دیا جب کوئی شخص دنیا سے عالم برزخ میں قدم رکھتا ہے تو پہلے اس سے تین سوال ہوتے ہیں، جب وہ ان تین سوالوں کا صحیح صحیح جواب دیدیتا ہے کہ تمہیں قبر میں اپنا وقت قیامت تک انتظار میں گذارنا ہے، جب دنیا والے سب آجائیں گے تو آخرت قائم ہوگی، حشر ونشر ہوگا، حساب وکتاب ہوگا۔ لہٰذا یہ قبر تمہارے لئے ویٹنگ روم ہے، انتظار کرنا ہے، تمہیں دنیا والوں کا انتظار کرنا ہے۔ اگر تمہارا کوئی محبوب مشغلہ ہو تو بتاؤ تمہیں یہاں اس کی اجازت دیدی جائیگی۔ میں چونکہ دنیا میں قرآن مجید سے بڑی محبت رکھتا تھا، رات دن جب بھی موقعہ ملتا تھا قرآن مجید کی تلاوت کیا کرتا تھا، قرآن مجید کا عاشق زار تھا۔ میں نے عرض کیا اگر مجھے قرآن مجید کی تلاوت کی اجازت مل جائے تو یہ میرے لئے بہت کچھ ہے۔ چنانچہ مجھے اجازت مل گئی اسلئے ہر وقت قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول رہتا ہوں۔ اس کے بعد صاحب قبر نے ان بزرگ سے کہا میں یہاں الحمدللہ ستر ہزار قرآن ختم کر چکا ہوں، میں یہ تمام کے تمام آپ کو دیتا ہوں، آپ اس کے بدلہ میں مجھے صرف ایک مرتبہ اپنے "سبحان اللہ" کہنے کا ثواب دیدیجئے۔ دنیا والے بزرگ کہتے ہیں میں بے حد متحیر ہوا اور میں نے قبر والے بزرگ سے کہا یہ تو بڑا سستا سودا ہے، آپ اس پر کس طرح تیار ہو گئے، بات سمجھ میں نہیں آرہی ہے؟ قبر والے بزرگ نے فرمایا بات اصل میں یہ ہے کہ تم جہاں سے مجھ سے بات کر رہے ہو وہاں سبحان اللہ کا بڑا ثواب ہے، وہ دارالعمل ہے اور یہاں ستر ہزار قرآن شریف ختم کرنے کا ثواب ایک مرتبہ سبحان اللہ کہنے کے برابر بھی نہیں۔ اللہ اکبر۔ اندازہ لگائیے ہماری یہ زندگی کس قدر قیمتی ہے۔ اللہ پاک ہمیں قدر نصیب فرمائے۔

سب سے بہتر اور سب سے بدتر شخص

ایک حدیث میں ہے "عن ابی بکرۃ رضی اللہ عنہ ان رجلاً قال یا رسول اللہ ای الناس خیر" حضرت ابو بکرہؓ فرماتے ہیں ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا یا رسول اللہ! لوگوں میں سب سے بہتر شخص کون ہے؟ بڑا اچھا اور کام کا سوال ہے۔ اللہ پاک صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو جزاء خیر عطا فرمائے انہوں نے امت کے لئے بہت اہم اہم چیزیں سوال کر کے جمع فرمادی ہیں۔ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "من طال عمرہ و حسن عملہ" وہ شخص جس کی عمر لمبی ہو اور اس کے اعمال اچھے ہوں۔ یہ سب سے بہتر شخص ہے۔ اس کے بعد اس شخص نے پوچھا: "قال فای الناس شر قال من طال عمرہ و ساء عملہ" سب سے بدتر انسان کون ہے؟ تو حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا جس کی عمر لمبی ہو اور اس کے اعمال برے ہوں (رواۃ احمد والدارمی۔ (مشکوۃ ص ۴۵۱)

تو عمر لمبی ہو اور نیک اعمال ہوں تب تو یہ عمر اس کے لئے خیر کا ذریعہ ہے لیکن اگر اعمال برے ہوں تو عمر کے طویل ہونے کی وجہ سے گناہوں میں اضافہ اور زیادتی ہوتی چلی جائے گی اس لئے اگر ہم بچوں کو طویل عمر کی دعا دیں تو اس طرح دعا دیں کہ اللہ پاک نیک اعمال کے ساتھ تمہاری عمر دراز فرمائے۔

صرف آٹھ دن کا فرق

حدیث میں ایک واقعہ آتا ہے حضرت عبید بن خالدؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دو شخصوں کے درمیان مواخاۃ فرمائی۔ یعنی دونوں میں بھائی چارہ کا تعلق قائم فرمایا۔ شروع میں جب صحابہؓ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو چونکہ سب کچھ مکہ مکرمہ میں چھوڑ کر ہجرت کر کے آئے تھے اس بے سروسامانی کے پیش نظر حضور اقدس ﷺ انصار مدینہ میں سے کسی کے ساتھ اسے جوڑ دیتے تھے اور ان کے درمیان مواخاۃ فرماتے تھے۔ وہ دونوں اس کے بعد بھائی کی طرح رہتے تھے "فضل احد ھما فی سبیل اللہ" ان دونوں میں ایک ساتھی اللہ کے راستہ میں شہید ہو گئے شہادت کا مرتبہ پایا۔ پھر اس کے ایک ہفتہ

کے بعد دوسرے صاحب کا بھی انتقال ہو گیا۔ لوگوں نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور دفن کر دیا اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا تم نے ان کے متعلق کیا کہا؟ تم نے کیا دعا دی؟ حضرات صحابہؓ نے عرض کیا ہم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ ان کی مغفرت فرما اور ان پر رحم فرما اور ان کو ان کے بھائی کے ساتھ ملا دے۔ "فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاین صلٰوتہ بعد صلٰوتہ وعملہ بعد عملہ" نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا پہلے ساتھی کی شہادت کے بعد انہوں نے ایک ہفتہ تک نمازیں پڑھیں اعمال صالحہ کئے ان کا کیا ہوگا؟ ان کا اجر و ثواب کہاں جائے گا؟ انہوں نے ان کے بعد روزے رکھے ان روزوں کا ثواب کہاں جائے گا؟ "لما بینھما ابعد مما بین السماء والارض" ارشاد فرمایا ان دونوں کے درمیان آسمان اور زمین جیسی دوری ہے ان کے اعمال صالحہ کی زیادتی کی وجہ سے نماز کی زیادتی روزوں کی وجہ سے ان دونوں کے درجہ کے درمیان وہ فاصلہ ہوگا جو آسمان اور زمین کے درمیان ہے۔ اللہ اکبر! آپ حضرات نے اس واقعہ پر غور فرمایا۔ پہلے ساتھی شہید ہوئے ان کو شہادت کا درجہ مل گیا اور دوسرے ساتھی کا اپنے بستر پر انتقال ہوا۔ صرف آٹھ دن کا فرق ہے اتنے تھوڑے سے دنوں کے فرق کی وجہ سے درجوں میں کس قدر فرق پڑ گیا۔ لہٰذا جس شخص کو اللہ پاک اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرما رہے ہیں یہ ان کی عظیم الشان نعمت ہے۔ اس پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے اور اللہ پاک سے دعا کرنی چاہئے۔

حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کی فکر کریں

بزرگو اور دوستو! غور کیجئے صرف آٹھ دن کے فرق پر درجات میں کتنا فرق ہوا۔ ہم اپنے حالات پر بھی نظر ڈالیں ہمارے کتنے رشتے دار دوست احباب جو ہمارے ساتھ رہتے تھے مسجد میں ایک ساتھ نماز ادا کرتے تھے ایک ساتھ روزہ افطار کرتے تھے تراویح پڑھتے تھے۔ آج وہ ہمارے درمیان نہیں ہیں اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔ اللہ پاک ان سب کی بال بال مغفرت فرمائیں اپنی رحمتیں ان پر نازل فرمائیں اور اللہ رب العزت نے ہمیں جو زندگی عطا فرما رکھی ہے ہمیں اس کی قدر نصیب فرمائیں اور زیادہ سے زیادہ اطاعت اور عبادت اور اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرما دیں آمین۔ ورنہ یہ زندگی تو برف کی

طرح پگھلتی رہیگی۔ وقت پھرتا نہیں ہے' وہ تو گذر ہی جائے گا۔ تو ہم سب اس بات کی کوشش کریں کہ یہ وقت اور یہ زندگی ہماری آخرت بننے کا ذریعہ بن جائے۔ حقوق اللہ بھی ادا کریں اور حقوق العباد کی ادائیگی کا بھی اہتمام کریں۔ دونوں ضروری ہیں۔ اگر نماز' روزے' حج اور عمرہ کا اہتمام ہو اور حقوق العباد اور اپنے والدین' بھائی بہنوں اور رشتے داروں کی حقوق کی ادائیگی کا اہتمام نہ ہو تو یہ بھی ہمارے لئے خسران کی بات ہے۔ والدین کی اطاعت اور خدمت کا جذبہ ہو' رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کا معاملہ کریں' قطع رحمی اور تعلقات توڑنے اور لڑنے جھگڑنے سے بچنے کا پورا پورا اہتمام کریں۔

صلہ رحمی کی عظمت

قرآن وحدیث میں صلہ رحمی کرنے اور قطع رحمی سے بچنے کے متعلق بہت واضح آیات اور ہدایات ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:"واتقوا اللہ الذی تساء لون بہ والارحام" اور ڈرتے رہو اللہ سے جس کے واسطہ سے سوال کرتے ہو آپس میں اور خبردار رہو قرابت والوں سے۔

صلہ رحمی سے رحمت خداوندی

حدیث میں ہے:"قال اللہ تبارک و تعالٰی انا اللہ و انا الرحمن خلقت الرحم و شققت لها من اسمی فمن و صلها وصلته ومن قطعها بتته" اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں ہی اللہ ہوں' میں ہی رحمٰن ہوں' میں نے ہی رحم کو پیدا کیا ہے اور میں نے ہی لفظ "رحم" کو اپنے نام (رحمٰن) سے مشتق کیا ہے۔ رحمٰن سے رحم مشتق ہے۔ پس جو شخص اس کو ملائے گا یعنی صلہ رحمی کرے گا میں اس کو اپنی رحمت سے ملاؤں گا اور جو اسے کاٹے گا یعنی قطع رحمی کرے گا میں اس کو اپنی رحمت سے کاٹوں گا۔ (مشکوٰۃ شریف' ص ۴۲۰' باب البر والصلۃ)

رزق میں کشائش اور عمر میں برکت

ایک اور حدیث میں ہے:"من احب ان یبسط له فی رزقه وینساء له فی اثره فلیصل رحمه" حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کے رزق میں کشائش ہو اور اس کی عمر دراز ہو تو اس کو چاہئے کہ اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرے

(مشکوٰۃ شریف ۴۱۹) اس حدیث سے صلہ رحمی کے دو بڑے فائدے معلوم ہوئے۔ آخرت کا ثواب تو انشاء اللہ یقیناً ملے گا' دنیا میں بھی صلہ رحمی کا فائدہ ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ رزق کی تنگی دور ہوتی ہے اور دوسرا عمر میں برکت ہوتی ہے۔

رشتہ داروں کی مدد پر دو ثواب

ایک اور حدیث میں ہے "الصدقة علی المسکین صدقة وهی علی ذی الرحم ثنتان صدقة وصلة" حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کسی محتاج اور مسکین کی مدد کرنا صدقہ ہے یعنی صرف صدقہ کا ثواب ملے گا اور اپنے رشتہ داروں کو دینا اور ان کی مدد کرنا صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی ہے۔ تو رشتہ داروں کو دینے سے دو طرح کے ثواب کا حقدار ہوگا۔ صدقہ کا بھی ثواب ملے گا اور صلہ رحمی کا بھی ثواب ملے گا انشاء اللہ۔

قاطع رحم جنت میں داخل نہ ہوگا:

ایک اور حدیث میں ہے "قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لا یدخل الجنة قاطع" رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔ یہ روایت بخاری اور مسلم شریف کی ہے (مشکوٰۃ شریف' ۴۱۹) کتنا سخت گناہ ہے قطع رحمی۔ آج ہم بلاتکلف یہ گناہ کرتے ہیں اور احساس بھی نہیں ہوتا۔ کوئی اپنے بھائی سے تعلق توڑے ہوئے ہے' کوئی اپنی بہن سے ناراض ہے تو کسی نے اپنے چچا اور ماموں کو چھوڑ رکھا ہے اور کبھی کبھی تو برسوں گزر جاتے ہیں نہ سلام کلام ہے' نہ خبر گیری ہے' نہ ہمدردی وغمخواری ہے۔ دل ایسے پتھر بنے ہوئے ہیں کہ قرآن وحدیث سن کر بھی ہمارے دل نرم نہیں ہوتے اور جھکنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ دوستو! حقیقت میں یہ ہمارے معاشرہ میں بہت سنگین گناہ ہو رہا ہے اور ہم اسے گناہ بھی نہیں سمجھتے۔ اس گناہ سے اللہ پاک سخت ناراض ہوتے ہیں۔ اللہ کریم ہمیں اس سے بچنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

رحمت خداوندی سے محرومی

بلکہ اللہ کی رحمت سے ہم محروم ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے:"عن عبد

الله بن ابی اوفی رضی الله عنه قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول لا تنزل الرحمة علیٰ قوم فیهم قاطع رحم"، حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا' آپ فرماتے ہیں کہ جس قوم یا جس خاندان میں قطع رحمی کرنے والا ہو تو اس قوم اور جماعت پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل نہیں ہوتی۔

(مشکوٰۃ شریف' ۴۲۰)

فقیہ ابو اللیثؒ فرماتے ہیں کہ قطع رحمی کرنا اس قدر بدترین گناہ ہے کہ پاس بیٹھے والوں کو بھی رحمت خداوندی سے محروم کر دیتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ جو شخص اس میں مبتلا ہو وہ جلد سے جلد اس سے توبہ کرے اور صلہ رحمی کا اہتمام کرے۔ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ صلہ رحمی کے علاوہ کوئی ایسی نیکی نہیں ہے کہ جس کا بدلہ بہت جلد دنیا میں بھی ملتا ہو اور قطع رحمی اور ظلم کے علاوہ کوئی گناہ ایسا نہیں ہے کہ جس کا وبال آخرت میں باقی رہنے کے ساتھ ساتھ دنیا میں جلدی نہ ملتا ہو۔ (تنبیہ الغافلین)

آسمان کے دروازے بند ہو جاتے ہیں

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ایک مرتبہ صبح کی نماز کے بعد ایک مجمع میں تشریف فرماتھے فرمانے لگے تم لوگوں کو قسم دیتا ہوں کہ اگر اس مجمع میں کوئی شخص قطع رحمی کرنے والا ہو تو وہ چلا جائے' ہم لوگ اللہ تعالیٰ سے ایک دعا کرنا چاہتے ہیں اور آسمان کے دروازے قطع رحمی کرنے والے کے لئے بند ہو جاتے ہیں (ترغیب) آج ہم دعا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ سے اس کی رحمت کا سوال کرتے ہیں مگر ہمارے اندر ہی یہ عظیم گناہ ہے اور ہمارے معاشرہ میں بہت سے لوگ قطع رحمی کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صلہ رحمی کی توفیق عطا فرمائیں۔

تین دن سے زیادہ ناراضگی کی وجہ سے بات چیت بند نہ کریں

ہم انسان ہیں اور کچھ نہ کچھ لغزش ہو جاتی ہے۔ کبھی ہماری طرف سے اور کبھی ہمارے رشتہ دار کی طرف سے اور شیطان بھی موقعہ کی تلاش میں رہتا ہے جس کی وجہ سے کچھ رنجش ہو جاتی ہے۔ تو بزرگو اور دوستو! اس رنجش کو قائم نہ رکھیں' ایسا نہ ہو کہ اس کی وجہ سے قطع

رحمی اور بات چیت بند کرنے کا ایک لامتناہی سلسلہ قائم ہو جائے۔ اس کو قائم رکھنا اسلامی تعلیمات اور اسلامی اخلاق کے بالکل خلاف ہے' زیادہ سے زیادہ تین دن کے بعد تو اپنی رنجش کو ختم کر کے' نفس کشی کر کے' تواضع اختیار کر کے' اللہ پاک کے احکامات اور اللہ کے حبیب ﷺ کی مبارک تعلیمات اور احادیث مبارکہ کو سامنے رکھ کر بات چیت' سلام کلام شروع ہی کر دینا چاہئے۔ ایک حدیث میں ہے' حضرت ابو ایوب انصاریؓ سے روایت ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں "قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لایحل للرجل ان یهجر اخاه فوق ثلث لیال یلتقیان فیعرض هذا و یعرض هذا و خیر هما الذی یبداء بالسلام" رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کسی شخص کے لئے حلال نہیں ہے کہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑ دے یعنی بات چیت' سلام کلام بند کر دے اور یہ حالت ہو جائے کہ اگر دونوں کا آمنا سامنا ہو جائے تو ایک ادھر کو منہ موڑ دے اور دوسرا ادھر کو منہ پھیر لے اور ایک دوسرے سے اعراض کرتے ہوئے اور کتراتے ہوئے گزر جائیں اور ان دونوں میں بہترین وہ شخص ہے جو سلام میں پہل کرے۔ (مشکوٰۃ شریف' ص ۴۲۷)

ایک سال بات بند رکھنے پر سخت وعید

ایک اور حدیث میں ہے' حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا "من هجر اخاه سنة فهو کسفک دمه" جو شخص اپنے بھائی کو ایک سال تک چھوڑے رکھے اور اس سے بات چیت بند کر لے' تعلقات توڑے رکھے تو یہ ایسا ہے جیسے کہ اس نے اپنے بھائی کا خون کر دیا۔ (مشکوٰۃ شریف' ص ۴۲۸) اللہ اپنی حفاظت میں رکھے۔ ان احادیث کو ہم دیکھیں اور اپنے حال پر اور معاشرہ پر نظر ڈالیں۔ ایک سال چھوڑے رہنے پر خون کرنے کے برابر گناہ ہے۔ ہمیں ذرہ برابر پرواہ نہیں' یہاں تو ایک برس نہیں کبھی برسہا برس گزر جاتے ہیں۔ اپنے تکبر اور بڑائی میں مست ہیں' ناک کٹ جائے گی اگر جھکینگے۔ بس یہ ہمارے خیالات ہیں اور حضور ﷺ کی تعلیمات کی طرف توجہ نہیں ہے۔

مغفرت کا معاملہ ملتوی کر دیا جاتا ہے

بزرگو اور دوستو! آپ اندازہ لگایئے مسلمانوں کا آپس میں قطع تعلق کرنا اور سلام

کلام بھی بند کر دینا اللہ تعالیٰ کو کس قدر ناپسندیدہ ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے کتنی سخت وعید بیان فرمائی ہے۔ بہت ہی فکر کی بات ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ ان کی مغفرت بھی موقوف کر دی جاتی ہے۔ حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "یفتح ابواب الجنة یوم الاثنین و یوم الخمیس فیغفر لکل عبد لا یشرک باللہ عزوجل شیئاً الا رجلٌ کانت بینه وبین اخیه شحناء فیقال انظروا هذین حتی یصطلحا" ہر پیر اور جمعرات کو جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور ہر اس بندے کی مغفرت کر دی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا ہو، مگر اس شخص کی مغفرت نہیں کی جاتی کہ اس کے اور اس کے بھائی کے درمیان کینہ ہو۔ ان کے متعلق ارشاد ہوتا ہے کہ ان دونوں کی مغفرت کا معاملہ ابھی رہنے دو یہاں تک کہ وہ دونوں آپس میں صلح کر لیں۔ یہ مسلم شریف کی روایت ہے۔ (مشکوٰۃ شریف، ص ۴۲۷)

آپس میں حسد نہ کرو، بغض نہ رکھو

بزرگو اور دوستو! ان باتوں سے اندازہ لگائیے کہ اسلام آپس میں محبت اور ہمدردی سے رہنے کو کس قدر پسند کرتا ہے اور آپس کے جھگڑوں اور اختلاف کو کتنا برا سمجھتا ہے۔ آپس میں حسد رکھنا اور قطع تعلق رکھنا اللہ پاک کو بالکل پسند نہیں۔ ایک حدیث میں ہے: "عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا تقاطعوا ولا تدابروا ولا تباغضوا ولا تحاسدوا وکونوا عباد الله اخوانا کما امرکم الله" حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا آپس میں قطع تعلق نہ کرو اور ایک دوسرے سے منہ نہ موڑو اور آپس میں بغض نہ رکھو اور حسد نہ کرو اور اے اللہ کے بندو سب بھائی بھائی بن کر رہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو حکم دیا ہے۔ (مسلم شریف، جلد ۲، ۲۱۶)

کس قدر پاکیزہ تعلیم ہے اور اسلام ہمیں کس طرح دیکھنا چاہتا ہے۔ اللہ پاک نے ہمیں آپس میں مل جل کر رہنے کا حکم فرمایا ہے۔ تمام مؤمنین کو آپس میں بھائی بھائی بن کر ہی رہنا چاہیے۔ ارشاد فرمایا ہے۔ انما المومنون اخوة، بے شک تمام مؤمنین آپس میں بھائی بھائی ہیں تو ہمیں آپس میں بھائی کی طرح رہنا چاہیے۔

اصلاح ذات البین کی فضیلت

آپس میں محبت ہو، ہمدردی ہو، ایک دوسرے کا تعاون کریں۔ یہ صفات ہمارے اندر ہونی چاہئیں اور یہ بھی ذہن میں رہے کہ اس پر اللہ پاک اجر و ثواب بھی عطا فرماتے ہیں اور آپس میں ہمدردی اور ایک دوسرے کی غمخواری کے ساتھ رہنے کا اللہ پاک کے یہاں بڑا مقام ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے: "عن ابی الدرداء رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الا اخبرکم بافضل من درجة الصیام والصدقة قال قلنا بلیٰ. قال اصلاح ذات البین و فساد ذات البین هی الحالقة" حضرت ابو الدرداءؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں ایسا عمل نہ بتاؤں جو روزہ، صدقہ اور نماز کے درجہ سے بہتر ہے۔ ہم نے عرض کیا ضرور بتائیے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا باہمی تعلقات کی درستگی اختیار کرو اور آپس کا فساد، آپس میں تعلقات قطع کر دینا۔ یہ ثواب اور نیکیوں کو مونڈنے والا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف، ص ۴۲۸)

فساد باہمی دین کو مونڈنے والا ہے

ایک حدیث میں حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ایاکم و فساد ذات البین فانها هی الحالقة لا اقول انها تحلق الشعر ولکن تحلق الدین" جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا باہم تعلقات کے بگاڑ سے بچو، فساد باہمی سے بچتے رہو اس لئے کہ وہ مونڈنے والی چیز ہے، میں یہ نہیں کہ یہ بالوں کو مونڈ دیتی ہے بلکہ دین کو مونڈ دیتی ہے۔ یعنی فساد باہمی سے دین برباد ہو جاتا ہے۔ جب آپس میں تعلقات کا بگاڑ ہوتا ہے تو ہر شخص دوسرے سے غیر مطمئن ہو جاتا ہے اور عداوت بڑھنا شروع ہو جاتی ہے۔ یہ اسکو تکلیف اور نقصان پہونچانے کی فکر میں رہتا ہے، وہ اس کو نقصان پہونچانے کی تدبیریں سوچتا ہے، یہ اس کو ذلیل کرنا چاہتا ہے، وہ اسے ذلیل کرنے کی کوشش میں رہتا ہے اور اس حال کے بعد جائز ناجائز کا بھی خیال نہیں رہتا۔ بس اب تو یہ فکر ہوتی ہے کہ کس طرح اس کو نقصان پہونچاؤں، کس طرح اس کو ذلیل و خوار کروں۔ اب اس چکر میں نہ جائز کو دیکھتا ہے نہ ناجائز کو۔ بس

جو چیز بھی اس کو نقصان پہونچانے والی ہو اس کو اختیار کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس طرح آہستہ آہستہ دین ختم ہو جاتا ہے۔

کافر قیامت کے دن کہے گا

بزرگو اور دوستو! بہت دور بات چلی گئی' کہنے کا حاصل یہی ہے کہ اللہ پاک نے ہمیں جو زندگی عطا فرمائی ہے وہ بہت غنیمت ہے۔ اپنی زندگی ایسے کاموں میں گذارنا چاہیئے جن سے اللہ پاک بھی خوش ہوں اور بندوں کے حقوق بھی ادا ہوں۔ دونوں کا خیال کر کے اپنی زندگی گزارنا ہے۔ اگر یہاں ان تمام باتوں کا خیال کرتے ہوئے زندگی گذاری تو انشاء اللہ وہاں بھی اچھی گزرے گی اور اگر یہاں کی زندگی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور بغاوت میں گذاری تو وہاں کی زندگی خسارے میں گذرے گی۔ اس لئے کافر وہاں کہے گا' قرآن نے اس کا عجیب نقشہ کھینچا ہے "ربنا امتنا اثنتین و احییتنا اثنتین فاعترفنا بذنوبنا فھل الی خروجٍ من سبیل" اے ہمارے رب! اے ہمارے داتا! آپ نے ہمیں دو مرتبہ مردہ رکھا اور دو مرتبہ زندگی عطا فرمائی۔ دو موت' دو زندگی۔ ایک مرتبہ پیدائش سے پہلے کہ ہم بے جان مادہ کی صورت میں تھے' جب ماں کے پیٹ میں آئے تو وہاں بھی ابتداء میں بے جان تھے۔ پھر دنیا میں آئے تو دنیا کی زندگی ملی۔ یہ ایک موت اور ایک زندگی ہوئی۔ اس کے بعد وقت مقررہ پر موت آئی اور عالم برزخ میں رہے' پھر عالم آخرت میں زندگی ملی تو یہ دو زندگیاں ہوئیں۔ فاعترفنا بذنوبنا' اے ہمارے رب! ہم اپنے گناہوں اور خطاؤں کا اعتراف کرتے ہیں۔ اب کیا یہاں سے نکلنے کی کوئی سبیل ہے؟ کہ ہم یہاں سے دنیا میں دوبارہ چلے جائیں اور اپنے تمام گناہوں کا تدارک کرلیں اور اعمال صالحہ کرلیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے یہ دار الجزاء ہے' دنیا دار العمل تھی وہ تو ختم ہوگئی۔

آخرت کیلئے تیاری کی ایک مثال

کسان کا جب کاشت کا وقت آتا ہے تو کیسا تیار ہو جاتا ہے اور ہر چیز کی تیاری شروع کر دیتا ہے۔ زمین صاف کرتا ہے' ہل چلاتا ہے' دانہ یعنی بیج ڈالتا ہے۔ پھر اس بیج کی

دیکھ بھال کرتا ہے' پابندی سے کھیت جاتا ہے اور ان تمام کاموں کے کرنے کے بعد اللہ پاک سے دعا کرتا ہے' اللہ پاک سے آس لگاتا ہے' اللہ سے دعائیں کرتا ہے' بارش کا انتظار کرتا ہے اور یقین رکھتا ہے کہ کھیت کے اندر کھیتی کو اگانے والا وہی ہے۔ قرآن کہتا ہے: "ءانتم تزرعونہ ام نحن الزارعون" کیا تم کھیتی اگانے والے ہو یا ہم اگانے والے ہیں؟ بیشک اللہ پاک ہی کھیتیوں کو اگانے والے ہیں۔ یہ ہمارا ایمان ہے۔ اللہ پاک اپنی قدرت کاملہ سے بارش برساتے ہیں اور اپنی قدرت سے ان دانوں اور بیجوں سے پودے نکالتے ہیں اور چند دانوں کے بدلہ میں کئی من دانے اگاتے ہیں۔ پودا نکلتا ہے' آہستہ آہستہ بڑھتا ہے' پھر کھیتی لہلہاتی ہے' کتنا خوشنما منظر ہوتا ہے۔ اب کسان وہ ہری بھری اور لہلہاتی کھیتی دیکھ کر خوش ہوتا ہے کیونکہ اس کی محنت اور فکروں کا پھل سامنے لگا ہوا ہے' اس کے دل کی آرزو پوری ہوتی نظر آرہی ہے تو خوش ہے اور اس کا خوش ہونا حق بجانب ہے اور اس کے برعکس دوسرا ایک کسان ہے جب کھیتی کا وقت آیا تو نہ زمین تیار کی' نہ ہل چلایا' نہ کھیت میں بیج ڈالا' نہ کچھ بویا اور نہ کچھ سینچا۔ اب جبکہ کھیتی کاٹنے کا وقت آیا تو یہ بھی وہاں پہنچ گیا۔ بتلایئے کیا اس کو کچھ ملے گا؟ ظاہر ہے کچھ نہیں ملے گا' اب تو صرف حسرت اور افسوس ہوگا مگر اس حسرت اور افسوس سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ بس اسی طرح یہاں کی زندگی اعمال بونے کا وقت ہے' اعمال کے بیج اپنے دل کی زمین میں ڈالو۔ انشاء اللہ آخرت میں اس کا پھل ملے گا اور اگر یہاں اعمال نہیں بوئے تو آخرت مین خالی ہاتھ رہوگے آخرت تو دار الجزاء ہے۔ اس کا نام بھی روز جزا ہے' وہ دار العمل نہیں ہے' ہر وقت اس کو مستحضر رکھنے کی ضرورت ہے۔

زندگی برف کی طرح ہے

اور اسی طرف متوجہ کرنے کے لئے حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: "اغتنم خمساً قبل خمس" پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت سمجھو "حیوتک قبل موتک" اس سے زندگی کی اہمیت معلوم ہوتی ہے کہ آخرت کا دارومدار اسی زندگی پر ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "والعصر ان الانسان لفی خسر" زمانہ کی قسم تمام انسان خسارہ میں ہیں۔ انسان کس طرح خسارہ میں ہیں؟ ایک بزرگ نے اس کی مثال دی۔ ایک

دیہاتی آدمی شہر میں برف بیچنے کے لئے آیا اور وہ کھیل تماشہ دیکھنے میں مصروف ہو گیا حتی کہ اس کا برف پگھل کر ختم ہو گیا اور وہ آدمی شام کو گھر واپس لوٹنے لگا تو گھر والوں کے لئے کچھ سامان نہ لے سکا اور نفع کا کیا سوال۔ اس کی پونجی بھی ختم ہو گئی اور ایک وہ دیہاتی جو کھیل تماشہ چھوڑ کر اپنے کام میں لگا رہا تو وہ شام کو نفع بھی لے کر جائے گا اور گھر والوں کے لئے کچھ سامان اور کھانے پینے کی چیزیں بھی لے کر جائے گا۔

موت مؤمن کا تحفہ ہے

اسی طرح یہ دنیا اور دنیا کی زندگی لہولعب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وماھذہ الحیٰوۃ الدنیا الا لھو ولعب" آخرت کے مقابلہ میں ایسی دنیا کی کچھ حیثیت نہیں۔ جو شخص دنیا میں لہو ولعب میں لگا رہا اس نے آخرت کی پونجی برباد کر دی اور اگر اس نے یہ زندگی آخرت کی تیاری میں لگا دی تو یہاں سے خوش ہو کر جائے گا۔ سخت گرمی ہو اور اس وقت اگر ٹھنڈا پانی مل جائے تو کتنی مسرت ہو گی۔ اسی طرح اگر آخرت کی تیاری کر کے جا رہا ہے تو موت اس کے لئے انتہائی پسندیدہ اور محبوب چیز ہو گی اور اسی وجہ سے حدیث میں فرمایا ہے: "تحفۃ المؤمن الموت" مومن کا تحفہ موت ہے۔ (مشکوٰۃ شریف' ص ۱۴۰)

موت جنت کا ایک دروازہ ہے

علامہ طیبی اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "اعلم ان الموت ذریعۃ الی وصول السعادۃ الکبریٰ ووسیلۃ الی نیل الدرجۃ العلیا" فرماتے ہیں کہ یاد رکھو یقیناً موت ہی سعادت کبریٰ تک پہنچنے کا ذریعہ ہے اور بلند درجات کے حصول کا وسیلہ ہے۔ موت ہی کے ذریعہ انسان اپنے محبوب اور اپنے اللہ کے حضور پہنچ سکتا ہے اور ایک مؤمن جس کے دل میں اللہ کی محبت ہے وہ اپنے حبیب اور دوست کی ملاقات کو پسند کرتا ہے تو موت ہی وہ پل ہے جسے پار کر کے وہ اپنے حبیب تک پہنچ سکتا ہے اور فرماتے ہیں "وھو احد الاسباب الموصلۃ للانسان الی النعیم الابدی" اسی موت کے ذریعہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کی نعمتوں کو حاصل کر سکتا ہے۔ یہ موت ان اسباب میں سے ایک سبب ہے جس سے انسان

ہمیشہ کی نعمتوں کو حاصل کر سکتا ہے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں "وھو انتقال من دار الیٰ دار فھو وان کان فی الظاھر فناء واضمحلال ولکن فی الحقیقۃ ولادۃ ثانیۃ وھو باب من ابواب الجنۃ یتوصل الیھا ولولم یکن الموت لم یکن الجنۃ" فرماتے ہیں موت در حقیقت ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہونا ہے' ایک گھر سے دوسرے گھر جانا ہے۔ موت اگرچہ بظاہر فناء ہے لیکن دوسرے اعتبار سے یہ ولادت ہے اور یہ موت جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔ اگر موت نہ ہوتی تو جنت نہ ہوتی۔ (حاشیہ مشکوٰۃ' ۲۰۔ ۱۴۰)

سفر کی تیاری

تو بزرگو! موت تو مؤمن کی انتہائی پسندیدہ چیز ہے۔ لیکن موت سے اسی وقت محبت ہو گی جب اس نے دنیا میں رہ کر موت کی تیاری کی ہو گی۔ انسان سفر پر جاتا ہے تو کچھ نہ کچھ تیاری ضرور کرتا ہے اور عقل مند اور ہوشیار انسان جیسا سفر ہوتا ہے اسکے مطابق تیاری کرتا ہے' چھوٹا سفر ہے تو مختصر تیاری' طویل سفر ہے تو طویل تیاری۔ دنیا کے سفر میں توشۂ سفر ساتھ رکھنا ہے اور آخرت کے سفر کے لئے پہلے سے بھیجنا ہے۔ دنیا کا چاہے جتنا لمبا سفر ہو واپس آنے کی امید ہے اور واپسی کی نیت ہی سے سفر بھی کیا جاتا ہے مگر آخرت کا سفر وہ سفر ہے جہاں سے واپسی کی کوئی امید نہیں اس لئے دوستو! اللہ پاک نے اس وقت جو زندگی دے رکھی ہے' زندگی کے ان قیمتی لمحات کو ہم آخرت کی تیاری میں استعمال کریں۔

دنیا کو آباد اور آخرت کو برباد کر رکھا ہے

امام ابوحازمؒ سے ایک مرتبہ سلیمان بن عبدالملک نے دریافت کیا کہ یہ بتائیے کہ ہم موت سے کیوں گھبراتے ہیں؟ ابوحازمؒ نے فرمایا اس لئے گھبراتے ہو کہ تم نے دنیا کو آباد اور آخرت کو برباد کیا ہے' لہٰذا آبادی سے ویرانہ میں جانا پسند نہیں کرتے۔ سلیمان نے کہا واقعی آپ نے سچ فرمایا۔ تو دوستو! بات یہی ہے انسان سے یہ کہا جائے کہ اس بہترین مکان اور بنگلہ کو چھوڑ کر جنگل میں جا کر رہو تو کیا وہ پسند کرے گا؟ لیکن اسی جنگل میں تفریح کا سامان جمع کیا ہو اور دل لگانے کی چیزیں وہاں موجود ہوں تو انسان جلدی جلدی چلا

جائے گا۔ اللہ پاک ہم سب کو توفیق عطا فرمائیں کہ ہم اپنی آخرت کو اور قبر کو برباد نہ کریں، ہم وہاں کی تیاری کرتے رہیں اور تیاری کس طرح کرنا ہے۔ پہلے الحمدللہ بتا دیا کہ اللہ پاک کے تمام احکامات کو پورے کرنا ہیں، حضور اکرم ﷺ کی سنتوں کو اختیار کرنا ہے، حقوق اللہ کا بھی خیال ہو اور حقوق العباد کا بھی اہتمام ہو، کسی کا حق ہم پر باقی نہ رہے، کسی کو ہم اپنی زبان اور ہاتھ سے تکلیف نہ پہنچائیں، ہر ایک سے محبت کریں، دوسرے کا تعاون کریں، غریبوں اور کمزوروں پر رحم کریں، اپنے رشتہ داروں کا خوب خیال رکھیں، صلہ رحمی اور حسن سلوک کرتے رہیں، والدین کی خدمت کو انتہائی ضروری سمجھیں، ان کی پوری پوری اطاعت کریں، ان کا دل نہ دکھائیں۔ وہ اللہ کی عظیم نعمت ہیں۔ اس طرح زندگی بسر کریں گے تو انشاء اللہ آخرت کی زندگی آباد ہوگی۔ اللہ پاک ہم سب کو توفیق عطا فرماویں۔

اہل جنت کی ایک حسرت

وقت کس قدر قیمتی ہے، اس کا اندازہ اس حدیث سے لگایئے: "عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس یتحسر اہل الجنۃ الا علیٰ ساعۃ مرت بھم لم یذکروا اللہ تعالیٰ فیھا" حضرت معاذ بن جبلؓ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ جنت میں جانے کے بعد اہل جنت کو کسی چیز کا بھی قلق اور افسوس اور حسرت نہ ہوگی بجز اس گھڑی کے جو دنیا میں اللہ کے ذکر کے بغیر گذر گئی۔ جنتی بڑی بڑی نعمتوں میں ہوں گے "لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون" کسی بھی چیز کا نہ خوف ہوگا، نہ غم وحسرت مگر اس دنیا میں اس کا جو وقت غفلت میں گزرا ہوگا اللہ کے ذکر سے غافل رہا ہوگا اس پر حسرت ہوگی۔ اندازہ لگایئے وقت کتنا قیمتی سرمایہ ہے۔ اللہ پاک ہمیں قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

خلاصہ کلام

الحمدللہ ایک بات پر کچھ تفصیل ہوگئی۔ اللہ پاک سمجھنے اور عمل کی توفیق بخشیں اور قبول فرمائیں۔ موقع ملا تو انشاء اللہ کسی موقع پر بقیہ چار باتوں کو بیان کروں گا۔ ذہن نشین کر لیجیے۔

حضور ﷺ نے فرمایا پانچ باتوں کو پانچ باتوں سے پہلے غنیمت سمجھو۔

(۱) جوانی کو بڑھاپے سے پہلے
(۲) صحت کو بیماری سے پہلے
(۳) مالداری کو فقیری سے پہلے
(۴) فرصت کو مشغولی سے پہلے
(۵) زندگی کو موت سے پہلے

علامہ حالی مرحوم نے اسکو اس طرح نظم کیا ہے

غنیمت ہے صحت علالت سے پہلے
فراغت مشاغل کی کثرت سے پہلے
جوانی بڑھاپے کی زحمت سے پہلے
اقامت مسافر کی رحلت سے پہلے
فقیری سے پہلے غنیمت ہے دولت
جو کرنا ہے کر لو کہ تھوڑی ہے مہلت

سبحان اللہ وبحمدہ سبحانک اللھم وبحمدک.

ونشھد ان لا الٰہ الا انت نستغفرک ونتوب الیک.

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

زندگی کی حقیقت اور فکرآخرت کی دعوت

الحمدللّٰہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہ و علیٰ الٰہ وصحبہ وسلم تسلیماً کثیراً کثیرا. اما بعد فاعوذباللّٰہ من الشیطٰن الرجیم. بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم. اعلموا أنما الحیوۃ الدنیا لعب ولھو وزینۃ وتفاخر بینکم وتکاثر فی الاموال والاولاد. وقال اللّٰہ تعالیٰ وما الحیوٰۃ الدنیا الا متاع الغرور.

زندگی کی حقیقت اور فکرآخرت کی دعوت

بزرگان محترم! اللہ تبارک تعالیٰ کا احسان وکرم ہے کہ آج تراویح میں ستائیسواں سپارہ پورا ہوا۔ اللہ پاک قبول فرمائیں۔ اس میں سے ایک آیت تلاوت کی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی ذاتی زندگی کے احوال کو بیان کیا ہے اور فکرآخرت کی دعوت دی ہے۔ گویا کہ آج کی آیات میں زندگی کی حقیقت اور آخرت کی فکر کا بیان دیکھئے۔ انسان کی زندگی میں ایک بچپن کا زمانہ ہوتا ہے' ایک جوانی کا ہوتا ہے' پھر ایک ادھیڑ عمر کا ہوتا ہے' پھر ایک بڑھاپے کا زمانہ چلا آتا ہے۔ یہ چار مرحلے اور چار حالتیں ہوتی ہیں۔ عموماً انسان ان چار مرحلوں سے گذرتا ہے۔ باقی بچپن میں کوئی اللہ کی رحمت میں پہنچ جائے وہ الگ ہے ورنہ عام طور پر چار قسم کے حالات ہوتے ہیں۔ قرآن مجید نے ان چاروں چیزوں کو بیان کیا ہے۔

لعب کی تعریف

فرمایا: ﴿انما الحیوٰۃ الدنیا لعب ولھو﴾ لعب کہتے ہیں ایسے کاموں اور ایسی حرکتوں کو جو بیکار ہوں جیسے بچے کرتے ہیں۔ بچوں کی عادت کیا ہوتی ہے؟ کچھ توڑ دیا' کچھ پھوڑ دیا' ادھر سے ادھر کر دیا۔ بچپن کے جو کھیل تماشے ہوتے ہیں اس کو لعب کہتے ہیں۔ اس میں کوئی فائدہ نہیں ہوتا اور بچہ بھی خود نہیں سمجھتا کہ یہ کام اچھا ہے یا برا ہے۔

لہو کی تعریف

پھر اس کے بعد اس سے بڑی عمر آتی ہے۔ بچے کھیل کود کے میدان میں نظر آتے ہیں' جوانی کا جوش ہوتا ہے' انکے کھیل میں بھی جوانی آجاتی ہے۔ اس کو "لھو" کہتے ہیں۔ اس میں چاہے کچھ دنیا کا فائدہ ہو جائے جیسے فٹبال میں ورزش ہو جاتی ہے لیکن ان کا مقصود ورزش نہیں ہوتا' ان کا مقصد تو بس کھیل ہوتا ہے اور اپنے دل کو اسی سے خوش کرنا ہوتا ہے۔

اسلامی کھیل

اسلام بھی کھیل کود کی اجازت دیتا ہے لیکن کونسا کھیل؟ وہ کھیل جس میں انسان جہاد کی تیاری کر سکے' اس کا وہ کھیل جہاد کا ذریعہ بنے جیسے گھوڑے کی سواری کرنا' تیر چلانا' بندوق اور رائفل چلانا اور سیکھنا' نشانہ لگانا۔ حضور اقدس ﷺ کے زمانہ میں گھوڑے کی سواری عام طور پر جہاد کے کام میں آتی تھی اس لئے حضور اقدس ﷺ نے اس کی ترغیب بھی دی ہے اور اس کے فضائل بھی بیان فرمائے۔

جوانی میں بچپن کے کھیل بے وقعت نظر آتے ہیں

تو جوانی میں انسان جن کھیلوں میں مشغول ہوتا ہے اسے "لھو" کہتے ہیں۔ جوانی کی عمر میں پہنچنے کے بعد جب اسے اپنا بچپن یاد آتا ہے اور اپنے بچپن میں جن کھیلوں میں مشغول رہتا تھا وہ کھیل یاد آتے ہیں جنکو یاد کر کے خود اپنے اوپر ہنستا ہے کہ وہ بھی کچھ کھیل تھے۔ بچپن کے کھیل بالکل بے وقعت نظر آتے ہیں۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنے بچپن کے کھیل کا قصہ لکھا ہے کہ بچے بچپن میں گوٹی سے کھیلتے ہیں۔ اپنے بچپن کی بات لکھی ہے کہ ایک مرتبہ کھیلتے کھیلتے اپنے دوست کے ساتھ سب گوٹیاں ہار گیا' اس دن مجھے بہت ہی غم اور افسوس ہوا کہ آج تو میرا سب کچھ ختم ہو گیا' اب جب وہ بات یاد آتی ہے تو اپنے اوپر ہنسی آتی ہے کہ بھلا وہ بھی کچھ افسوس اور رلانے کی بات تھی۔ تو جوانی میں جب بچپن کی بات یاد آتی ہے تو اپنے اوپر افسوس کرتا ہے۔

جوانی پر افسوس ہوگا

جب ادھیڑ عمر کو پہنچیں گے تو اس وقت جوانی کے ان کھیلوں پر افسوس ہوگا کہ جوانی کا قیمتی وقت کھیل کود میں ضائع کر دیا' کاش جوانی کی قدر کر کے کچھ کر لیتے اور ادھیڑ عمر میں جوانی کے یہ کھیل بھی ختم ہو جاتے ہیں اور انسان ان کھیلوں سے ریٹائرڈ ہو جاتا ہے۔

کھیل کود ایک ہنر بنا دیا گیا ہے

مگر اب تو حکومت اور دنیا والوں نے کھیل کو مستقل ایک ہنر کا درجہ دیکر لوگوں کو اس میں مشغول کر دیا ہے۔ حکومت کھیلوں کا سپورٹ کرتی ہے' لاکھوں روپے اس پر برباد کرتی ہے اور قوم کو اس میں لگا رکھا ہے' کسی کو کرکٹ میں، کسی کو فٹبال میں' کسی کو ہاکی میں۔ دنیا بھر کے کھیل ایجاد کر رکھے ہیں اور عالمی پیمانے پر وہ کھیلے جاتے ہیں۔ لوگ بھی پاگلوں کی طرح ان کھیلوں کے دیوانے بنے ہوئے ہیں۔ کرکٹ کے گراؤنڈ میں گیارہ' تیرہ افراد کھیلتے ہیں اور ان کے پیچھے تیرہ لاکھ انسان دیوانے بنے ہوئے ہوتے ہیں۔ نہ نماز کا اہتمام اور نہ دوسرے کاموں کی فکر۔

آجکل کے کھیل خدا فراموشی کے مشغلے ہیں

ہم نے ہندوستان میں دیکھا کہ جب ورلڈ کپ کھیل ہوتے ہیں اور اس کی کومینٹری ریڈیو اور اب تو ٹی وی پر بھی آتی ہے۔ وقت کا تفاوت ہوتا ہے' کبھی صبح صبح کومینٹری کا وقت ہوتا ہے' تو وہ نوجوان جو کھیل کے شوقین ہیں وہ صبح کی نماز کے لئے اٹھ کر مسجد میں تو کیا پہنچتے مگر کھیل کے دنوں میں صبح کی نماز سے پہلے اٹھ کر اس کے انتظار میں بیٹھ جاتے ہیں اور تیری میری میں اس نورانی وقت کو ضائع کرتے ہیں' انا للہ۔ یہ کس قدر غفلت ہے' دل میں معاذ اللہ نمازوں کی اہمیت اور عظمت نہیں اور کھیل کے ایسے دیوانے اور عاشق کہ رات کے بارہ بجے ہوں یا صبح کے چار اپنا آرام اور نیند قربان کرنے کے لئے تیار اور نماز کے لئے اٹھانے اور تاکید کرنے کے باوجود کچھ بھی نہیں۔ یہ بہت بری علامت ہے' ایمان کی سخت ناقدری اور بے وقعتی ہے۔ اللہ پاک ہمارے نوجوانوں کی آنکھ کھولدے اور ہم سب کو ایسے غفلت کے کاموں سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

اسلام کسی بھی صورت میں ایسے کھیلوں کو نہ پسند کرتا ہے اور نہ ایسے کھیل قابل تعریف کہے جا سکتے ہیں۔ یہ خدا فراموشی اور اللہ پاک کو ناراض کرنے کے مشغلے ہیں اور اپنے قیمتی وقت کو برباد کرنے کے لھو ولعب ہیں اور خدا فراموشی وخود فراموشی ہے' دیوانگی اور پاگل پن ہے' وقت کو برباد اور خود کو تباہ کرنا ہے۔

ادھیڑ عمر میں باہمی تفاخر

بہر حال ادھیڑ عمر کو پہنچتا ہے تو پچھتاتا ہے کہ میں نے اپنی جوانی کھیل کود میں گزار دی جیسا کہ پاکستان کے جناب سعید احمد صاحب جو ایک زمانہ میں کرکٹ کے کھلاڑی تھے اپنی جوانی میں خوب کھیلے۔ پھر اللہ کی توفیق سے انھوں نے توبہ کی اور اب دیکھو تو دل خوش ہو جاتا ہے ایک سچا پکا مسلمان' صوم وصلوٰۃ کا پابند' چہرے پر نور یعنی سنت کے مطابق داڑھی۔ اب وہ اپنی جوانی پر پچھتاتے ہیں۔ تو جوانی کے بعد جو عمر شروع ہوتی ہے وہ ادھیڑ عمر کہلاتی ہے۔ اس عمر میں انسان پر ﴿وتفاخر بینکم﴾ ایک دوسرے پر فخر کرنے کی کیفیت طاری ہوتی ہے۔ بس "ہمچو دیگرے نیست" کا خمار سر پر سوار رہتا ہے۔ یہ کیفیت اور حالت بڑھاپے تک رہتی ہے۔

بڑھاپے کا تحفہ

اب بڑھاپا شروع ہوا تو جن کی طبیعتوں میں پہلے سے دنیا کی محبت رچی بسی ہوئی ہے اس میں اور اضافہ ہوتا ہے اور اب ﴿وتکاثر فی الاموال والاولاد﴾ مال اور اولاد کی کثرت کا شوق اور خواہش۔ بوڑھے میاں بیٹھے ہیں تذکرہ ہے تو اس بات کا کہ میرے اتنے بیٹے ہیں' ہر ایک کے پاس ایک دوکان ہے' پہلے بیٹے کے اتنے بچے ہیں' دوسرے کے اتنے۔ بیٹے' پوتے' نواسے' نواسیوں کا تذکرہ...... حضور اقدس ﷺ فداہ ابی وامی' آپ نے کس قدر سچی بات ارشاد فرمائی۔ آپ خود بھی اس کا تجربہ کرلیں۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا بڑھاپے میں دو چیزیں بڑھ جاتی ہیں مال کی حرص اور عمر کی زیادتی کی حرص۔

"عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یھرم ابن آدم ویشب منہ اثنان الحرص علی المال و الحرص علی العمر' متفق علیہ.

(مشکوٰۃ شریف' ۴۴۹)

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا انسان جب بوڑھا ہوجاتا ہے تو اس میں دو چیزیں جوان ہوجاتی ہیں مال کی حرص اور عمر کی حرص۔ مال کی حرص کا یہ عالم ہوتا ہے کہ دل کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ میری دوکان جیسی کسی کی دوکان نہ ہو، میری کار جیسی کسی کی کار نہ ہو، میرے مکان جیسا کسی کا مکان نہ ہو۔ تو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت میں انسان کی زندگی کے ان چاروں مرحلوں کو نمبروار بیان فرمایا ﴿اعلموا انما الحیوۃ الدنیا لعب ولھو وتفاخر بینکم وتکاثر فی الاموال والاولاد﴾ تم خوب جان لو کہ دنیا کی زندگی تو بس یہی ایک جی کا بہلانا اور کھیل ہے اور ظاہری آرائش اور آپس میں ایک دوسرے پر فخر کرنا اور اموال واولاد میں ایک دوسرے سے اپنے کو زیادہ بتلانا ہے۔

کافر کے معنی

آگے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ﴿کمثل غیث اعجب الکفار نباتہ﴾ آیت میں کافر سے مراد یا تو حقیقی کافر ہے یا کسان۔ اصل میں کافر عربی لغت میں چھپانے والے کو کہتے ہیں۔ چونکہ کسان بھی دانہ کو زمین میں چھپاتا ہے اس لئے اس کو بھی کافر کہتے ہیں اور چونکہ کافر بھی اللہ کی نعمتوں کو چھپاتا ہے، ان کی ناشکری کرتا ہے اس لئے اس کو بھی کافر کہتے ہیں اور کافر کے معنی ''انکار کرنے والا'' بھی آتا ہے۔ کافر اللہ کا منکر ہوتا ہے۔ تو حقیقی معنی کے اعتبار سے آیت میں کفار سے کافر مراد لو یا کسان، دونوں ہو سکتے ہیں۔

زندگی کی مثال کھیتی کی طرح ہے

تو اللہ تعالیٰ نے تشبیہ کھیتی سے دی ہے کہ جیسے وہ لہلہاتی ہے، شباب پر آتی ہے، پھر ایک وقت آتا ہے کہ وہ زرد اور پیلی ہوجاتی ہے۔ اسی طرح انسان ہے کہ اس کا ایک دور بچپن کا ہوتا ہے جیسے کھیتی، اس کا ایک دور بالکل ابتداء کا ہوتا ہے۔ پھر لہلہاتی ہے شباب پر آتی ہے اس وقت کسان کی خوشی کی انتہا نہیں ہوتی، دیکھ دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ اسی طرح انسان پر بچپن کے بعد جوانی آتی ہے، کھیل کود، بڑے بڑے پروگرام اور پلان بنارہا ہے، یہاں جانا ہے، وہاں جانا ہے، خوش وخرم ہے، صحت ہے، تندرستی ہے، قوت ہے، جوانی ہے، اس لئے اپنے کنٹرول سے باہر ہے۔ نہ کسی کی سننے کے لئے تیار، نہ کسی کا مشورہ قبول کرنے پر آمادہ۔

پھر اسکے بعد کیا ہوتا ہے؟ ﴿ثم یھیج فتراہ مصفرا ثم یکون حطاما﴾ پھر وہ کھیتی خشک ہوجاتی ہے اور پھر جو اس کو دیکھتا ہے کہ زرد ہوگئی، پیلی ہوگئی ہے، پھر وہ چورا چورا ہوجاتی ہے، اس کا بھوسا بن جاتا ہے۔ جب فصل تیار ہوجاتی ہے تو اسے کاٹا جاتا ہے اور اس کا بھوسا بھوسا ہوجاتا ہے۔ اس کے بعد کھیت میں جاؤ تو دھول نظر آتی ہے جو کچھ باقی بھی ہوتا اسے جلا دیا جاتا ہے۔ بس انسان کا بھی یہی حال ہوتا ہے۔ جوانی کے بعد بڑھاپا آتا ہے، جو آہستہ آہستہ بدن کی تازگی اور حسن وجمال سب کو ختم کرکے رکھدیتا ہے۔ اب بے چارے بڑے میاں ہیں، اعضاء کمزور ہوچکے ہیں، توانائی اور طاقت کا خاتمہ ہوچکا ہے۔ گویا کھیتی پک گئی ہے۔ اس کے بعد زندگی کی شام ہوجاتی ہے اور اپنے تمام ارمانوں کو لیکر قبر کی آغوش میں پہنچ جاتا ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے:

دم نکلتے ہی ہوا بوجھ سبھی کو معلوم
جلد لے جاؤ اب اس ڈھیر میں رکھا کیا ہے

جتنے سامان تھے عشرت کے یہیں چھوڑ چلے
سر تلے ہاتھ بھی نہیں اپنا تکیہ کیا ہے
جن کو زعم تھا امارت پر اپنی
نام تک بھول گئے ہائے یہ دنیا کیا ہے
کل تو آغوش محبت کے مزے لیتے تھے
آج آغوش لحد میں یہ قصہ کیا ہے

ایک دلچسپ واقعہ ''متاع، رقیم، تبارک'' کے معنی

اب آگے جو نصیحت کرنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے ﴿وما الحیوۃ الدنیا الا متاع الغرور﴾ دنیا کی زندگی کچھ نہیں مگر دھوکہ ہے۔ قرآن نے دنیا کی زندگی کو متاع کہا ہے اور وہ بھی متاع الغرور۔ متاع کس کو کہتے ہیں؟ شاید میں نے کبھی آپ کو سنایا ہو۔ ایک بہت بڑے صاحب لغت تھے یعنی عربی زبان کے الفاظ کی تحقیق کرنے والا اور اس کے معنی اور اس کے موقع استعمال کو جاننے والا۔ ان کو تین لفظوں کی تحقیق مطلوب تھی۔ مقامی لوگوں سے اور علماء سے اس کی تحقیق نہ ہوسکی تو اس کے لئے مستقل سفر کیا، چونکہ دیہاتوں میں، جنگلوں میں

بسنے والے لوگ عربی بولتے ہیں اور فصیح عربی گاؤں والے برجستہ بولتے ہیں۔ اس لئے دیہاتوں کا سفر کیا تا کہ ان کی بول چال سنیں، شاید کہیں اس کی تحقیق ہوجائے۔ سفر کرتے کرتے ایک جنگل میں پہنچے تو دیکھا کہ ایک جھونپڑا ہے اور ایک بڑھیا اس میں رہتی ہے۔ یہ اس کے پاس گئے' بوڑھیا نے اس مسافر کو دیکھا تو بہت خوش ہوگئی کہ آج ہمارے گھر مہمان آئے۔ اس نے کہا آج ہمارے یہاں ٹھرو۔ انہوں نے قبول کرلیا۔ بڑھیا نے ہانڈی چڑھائی اور بچہ سے کہا میں اور لکڑیاں چن کرلاتی ہوں۔ بڑھیا چلی گئی، تھوڑی دیر کے بعد واپس آئی تو دیکھا کہ ''صافی'' جو کپڑے کا ایک ٹکڑا ہوتا ہے ہانڈی اٹھانے کے لئے کچن میں رہتا ہے' کبھی ہاتھ پوچھنا ہوتو اس سے پوچھ لیا۔ ہمارے یہاں اس کو صافی کہتے ہیں۔ بالکل میلا کچیلا رہتا ہے، اس میں تیل سالن وغیرہ بھی لگا رہتا ہے' ایک بالکل حقیر اور معمولی سا کپڑا ہوتا ہے۔ گجراتی زبان میں ہم اس کو چیتھڑا کہتے ہیں' کوئی حیثیت اس کی نہیں ہوتی۔ وہ بوڑھیا جب آئی تو پوچھنے لگی ای المتاع؟ مہمان کے کان کھڑے ہوگئے، ان کو اسی لفظ کی تحقیق مطلوب تھی۔ بچہ نے کہا جاء الرقیم و اخذ المتاع و تبارک الجبل۔ مہمان خوشی سے اچھل پڑے، جن لفظوں کی تحقیق کے لئے سفر کررہے تھے وہ تینوں ہی لفظ اس ایک جملہ میں موجود تھے۔ یعنی کتا آیا، وہ صافی جو ہاتھ وغیرہ پوچھنے کا حقیر کپڑا تھا وہ لیا اور لیکر پہاڑ پر چڑھ گیا۔ ان تینوں لفظوں کے معنی اور حقیقت اور ان کا موقع استعمال ان کے سامنے آگیا۔ ''تبارک'' یعنی بہت بلند و بالا۔ ہم کہتے ہیں ''اللہ تبارک وتعالیٰ'' تو متاع کہتے ہیں۔ ایسے ہی معمولی حقیر چیتھڑے کو اور ایسی معمولی چیز کو۔ اور بعض مفسرین کہتے ہیں کہ متاع ہانڈی کی چکناہٹ ہے' ہانڈی جب خالی ہوجاتی ہے تو اس میں کنارے کنارے ادھر ادھر کچھ چکناہٹ چربی وغیرہ لگی ہوتی ہے' عورتیں اس کو ہاتھ سے نکالکر پھینک دیتی ہیں۔ ہم نے اپنے یہاں سورت (گجرات) میں دیکھا کہ جب عورتیں اسے باہر پھینکتی ہیں تو کتا دوڑتا ہوا اس کے پاس آتا ہے' وہ غریب سمجھتا ہے کہ اس میں ہڈی ہوگی، گوشت ہوگا جو اسے بہت پسند ہے۔ اس پھینکی ہوئی چیز کو ''متاع'' کہتے ہیں۔ بہر حال پہلے معنی ہوں یا دوسرے معنی، دونوں سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ بالکل حقیر اور معمولی چیز کو متاع کہا جاتا ہے۔

کفار کا دنیا میں گھومنا تم کو دھوکہ میں نہ ڈالے

تو قرآن کہتا ہے (وما الحیٰوۃ الدنیا الا متاع الغرور) دنیا کی زندگی نہیں ہے مگر دھوکہ اور ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا (متاع قلیل) یہ تو متاع قلیل ہے۔ ایک جگہ ارشاد فرمایا (لا یغرنک تقلب الذین کفروا فی البلاد) ان کافروں کا ایک شہر سے دوسرے شہر گھومنا (کبھی جرمن' کبھی جاپان' کبھی پیرس) تم کو دھوکے میں نہ ڈالے۔ کیوں؟ (متاع قلیل ثم ماواھم جھنم وبئس المھاد) یہ تو متاع قلیل ہے' تھوڑے دنوں کی ہے پھر ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔

والآخرۃ خیر وابقٰی

اور آخرت کی زندگی کے متعلق ارشاد فرمایا (والآخرۃ خیر وابقٰی) آخرت خیر بھی ہے اور ہمیشہ ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ تو اصل زندگی جو ہے وہ موت کے وقت سے شروع ہوتی ہے اس لئے کہ دنیا کی زندگی تو فانی ہے اور اس کا کچھ بھروسہ نہیں ہے کہ کب ختم ہوجائے۔ ہوسکتا ہے کہ یہ ہمارا آخری بیان ہو لیکن موت کے بعد جو زندگی ہے وہ ہمیشہ کی ہے' جس میں کبھی فنا نہیں ہے۔ اس لئے اصل زندگی تو وہی آخرت کی زندگی ہے۔

حضرت حسن بصریؒ نے ۱۲۰ اصحابہؓ کی زیارت کی ہے

حضرت حسن بصریؒ بہت بڑے درجہ کے تابعین میں سے ہیں۔ بڑے اونچے درجہ کے اللہ والے ہیں۔ ان کی والدہ محترمہ حضرت عمرؓ کے یہاں باندی تھیں۔ یہ جب کسی کام سے جاتی تھیں تو حضرت عمرؓ کی بیوی ان کو اپنا دودھ پلا دیتی تھیں تو اس اعتبار سے یہ حضرت عمرؓ کے رضاعی بیٹے ہوگئے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ انہوں نے ایک سو بیس صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو دیکھا ہے۔ کتنے بڑے درجہ کے تابعی ہوں گے' کیا اندازہ لگایا جاسکتا ہے.....؟

آخرت کے لئے کتنا عمل کریں

کسی نے ان سے پوچھا کہ آخرت کے لئے کتنا عمل کریں؟ تو انہوں نے دو لفظوں میں انتہائی مختصر اور جامع جملہ ارشاد فرمایا کہ دنیا کی زندگی جتنی ہے اس کے بقدر تیاری کرو اور

آخرت کی زندگی جتنی ہے اس کے بقدر تیاری کرو۔ دنیا کے لئے اتنی تیاری کرو جتنی یہاں کی زندگی ہے اور آخرت کے لئے اتنی تیاری کرو جتنی بڑی وہاں کی زندگی ہے۔ ایک آدمی سفر میں جاتا ہے، قریب کا سفر ہے تو مختصر تیاری کرتا ہے اور لمبا سفر ہے تو لمبی تیاری کرتا ہے۔ تبلیغی جماعت تین دن کی ہے تو تین دن جیسی تیاری، چلے کی جماعت ہے تو چلے جتنی تیاری کرتے ہیں، چار مہینہ کے لئے جانا ہے تو اس کے مناسب تیاری کی جاتی ہے اور سال کا سفر ہے تو سال جتنی تیاری ہوتی ہے۔ غرض تین دن اور سال کی جماعت میں فرق ہے۔

آخرت کی زندگی کا کنارہ ہی نہیں

آخرت کی زندگی جس کا کنارہ ہی نہیں، لامحدود زندگی ہے، اس زندگی کی شام ہی نہیں، اس پر فنا کا نام نہیں تو اس کی تیاری بھی اسی طرح کرو۔ یہ مختصر بات ہے مگر کس قدر جامع ہے جو حضرت حسن بصریؒ نے فرمائی۔ اللہ تعالیٰ اہل اللہ کے قلوب پر ایسی مفید اور جامع باتیں القاء فرماتے ہیں اس لئے بزرگوں کے پاس کبھی کبھی موقع نکال کر جایا کرو، ان کے پاس بیٹھا کرو، بہت فائدہ ہوتا ہے۔

ابوحازم انصاریؒ اور سلیمان بن عبدالملک کی ملاقات

خلافت بنوامیہ میں ایک بادشاہ گذرا ہے سلیمان ابن عبدالملک، بڑا بادشاہ گذرا ہے۔ پہلے جو بادشاہ ہوتے تھے عموماً ان میں دینی رجحان بھی ہوتا تھا اور دین سے دلچسپی بھی ہوتی تھی اور آخرت کی فکر بھی ہوتی تھی، علما اور صلحاء کے پاس بھی وہ جایا کرتے تھے۔ تو ایک مرتبہ سلیمان عبدالملک مکہ مکرمہ حج کے لئے گیا، پوچھا یہاں کوئی اللہ والے زندہ دل شخص ہیں؟ اگر پرانے بزرگوں میں سے کوئی ہو تو میں ان سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ خدام نے تحقیق کر کے بتلایا کہ یہاں ایک پرانے بزرگ ہیں جو اللہ والے ہیں، تابعین میں سے ہیں جن کا نام نامی اسم گرامی ابوحازم انصاریؒ ہے۔ بادشاہ نے ان کے پاس پیغام بھیجا کہ بادشاہ ان سے ملنے کی خواہش رکھتا ہے خدام نے بادشاہ کا پیغام پہنچایا۔ ابوحازمؒ نے فرمایا بادشاہ مجھ سے ملنا چاہتا ہے، چلو میں خود ہی چلتا ہوں۔ چنانچہ ابوحازمؒ بادشاہ کے پاس

پہنچے۔ وہاں دربار لگا ہوا تھا، وزراء اور ارکان سلطنت بیٹھے ہوئے تھے۔ جب ابوحازمؒ پہنچے تو بادشاہ نے ان کا احترام کیا، بڑی عزت کے ساتھ ایک جگہ بٹھایا، خیریت پوچھی، حالات دریافت کئے پھر بادشاہ نے درخواست کی کہ کچھ نصیحت فرمائیں۔ تو ابوحازمؒ نے بہت سی نصیحتیں فرمائیں، ان میں سے کچھ باتیں موقع کی مناسبت سے سناتا ہوں، بڑے کام کی باتیں ہیں، غور سے سنیں اور ان سے عبرت حاصل کریں۔

آباد گھر سے ویران گھر جانا کون پسند کرتا ہے؟

بادشاہ نے پوچھا حضرت! یہ تو بتایئے ہم موت کو کیوں برا سمجھتے ہیں، موت سے کراہت کرتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ حالانکہ پہلے جو اللہ والے تھے وہ تو موت کو پسند کرتے تھے اور آج ہم نفرت کرتے ہیں اور موت کے نام سے ہی گھبراتے ہیں۔ تو ابوحازمؒ نے کتنا پیارا جواب دیا۔ آپ نے فرمایا کوئی آباد گھر سے ویران گھر میں جانا پسند کرتا ہے؟ بادشاہ نے کہا نہیں! ابوحازمؒ نے فرمایا بس اب سمجھو ہم نے دنیا کو آباد کیا ہے اور آخرت کو ویران کر رکھا ہے تو کون آباد گھر سے ویران گھر جانا پسند کریگا؟ اور جن لوگوں نے آخرت کو آباد کیا ہے وہ موت سے خوش ہوتے ہیں، گھبراتے نہیں۔ سلف صالحین کا یہی حال تھا، ان کو دنیا آباد کرنے کی فکر نہیں تھی، آخرت کو خوب آباد کر رکھا تھا تو وہ موت کو پسند فرماتے تھے۔ جیسا کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ صرف ۶۰ حضرات کو لے کر دشمن کے مدمقابل کھڑے ہو گئے۔ دشمن کے چیف کمانڈر نے کہا کیا سب کو موت کے گھاٹ اتارنا چاہتے ہو، تمہارے پاس نہ ہتھیار ہے، نہ سامان ہے اور ہمارے پاس لشکر جرار ہے، سامان ہے، ہتھیار ہے۔ جاؤ اپنا کام کرو کیوں لشکر کو ہلاک کرتے ہو، اگر اناج چاہیے، مال و دولت چاہئے تو میں دیتا ہوں......

میرا ہر ساتھی موت کو پسند کرتا ہے

حضرت خالد بن ولیدؓ نے فرمایا وعظ کرنا ہے یا جنگ کرنا ہے؟ الحمدللہ ہمارے ساتھیوں کے پاس وہ ہتھیار ہے جو تمہارے لشکر والوں کے پاس نہیں ہے۔ تم ہتھیاروں اور

مال و دولت پر خوش ہو، اللہ نے ہمیں جو طاقت دی ہے ہم اس پر الحمدللہ خوش ہیں۔ اس کے بعد حضرت خالد بن ولیدؓ نے فرمایا میرا ہر ساتھی موت کو ایسا پسند کرتا ہے جیسا تمہارا لشکر شراب کو پسند کرتا ہے۔ تو جنہوں نے آخرت کو آباد کیا ہے وہ موت سے ڈرتے نہیں تھے بلکہ اس کے آنے سے خوش ہوتے تھے۔ تو ابو حازمؒ نے کتنا عمدہ جواب عنایت فرمایا کہ آباد گھر سے ویران گھر کی طرف جانا کون پسند کرتا ہے، جس نے دنیا کو آباد کیا ہے وہ موت کو کیسے پسند کرے گا۔

قیامت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے پیشی کس طرح ہوگی......؟

بادشاہ سلیمان بن عبدالملک نے دوسرا سوال یہ کیا کہ حضرت! قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے سامنے سب کی پیشی ہونے والی ہے، کوئی اس سے چھوٹنے والا نہیں ہے، ہر ایک کو اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہو کر جواب دینا ہے تو وہ پیشی کس طرح ہوگی؟ کیسی گھبراہٹ ہوگی؟ دنیا کی کورٹ میں کوئی شخص جاتا ہے تو کس طرح گھبراتا ہے، وہاں معاملہ کس طرح ہوگا......؟

میں تھوڑی سوئی تو اتنی پٹائی ہوئی، آپ تو پوری رات سوتے ہو آپ کا کیا ہوگا؟

مجھے ایک واقعہ یاد آ گیا۔ ایک مرتبہ رات کو ابراہیم بن ادھم جب بادشاہ تھے، شکار کے لئے جنگل میں گئے، رات کو اپنے محل میں آنے میں دیر ہوگئی۔ ان کی ایک باندی تھی اس کے دل میں آیا کہ بادشاہ سلامت کا بیڈ روم دیکھوں کیسا ہے؟ ان کی خوابگاہ کیسی ہے، ذرا مشاہدہ کروں! وہ بادشاہ کی خوابگاہ میں گئی، اس کے گدے، اس کی قالین اور اس کی سجاوٹ اور تمام چیزوں کو دیکھ کر وہ دنگ رہ گئی اور بڑی خوشی ہوئی، دل میں آیا کہ ذرا اس پر تھوڑی دیر سو کر دیکھوں کیسا لگتا ہے چنانچہ وہ لیٹی تو نیند آ گئی بادشاہ آیا اس نے دیکھا کہ باندی سو رہی ہے اور خراٹے لے رہی ہے۔ بادشاہ کو غصہ آ گیا کہ باندی کو یہ جراءت کس طرح ہوئی، اس نے باندی کو اٹھایا اور اس کو خوب مارا۔ پھر آخر میں بڑے زور سے منہ پر ایک طمانچہ مارا اور کہا کہ میرے بیڈ پر سونے کا مزہ چکھ لیا؟ وہ ہنسی اور کہا کہ ہاں خوب مزہ چکھ لیا۔ بادشاہ کو اس کے

ہنسنے پر بڑا تعجب ہوا اور اس سے پوچھا کہ یہ وقت تو ہنسنے کا نہیں ہے پھر تو کیوں ہنسی؟ باندی نے کہا اگر مجھے جان کی امان دی جائے تو کہوں۔ بادشاہ نے کہا ٹھیک ہے تجھے امان ہے۔ تو باندی نے کہا بادشاہ سلامت! میں اس بیڈ پر گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ سوئی تو اتنی پٹائی ہوئی، آپ پوری رات سوتے ہو اور کتنی مدت سے سو رہے ہو تو آپ کا کیا ہوگا؟ بات دل سے نکلی تھی اثر کر گئی۔ دل بدلنے کے لئے لمبی تقریر کی ضرورت نہیں، گاہے ایک جملہ بھی کافی ہو جاتا ہے......

بات جو دل سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

بادشاہ کے دل پر اثر کر گیا، کہنے لگا بزبانِ حال

جزاک اللہ چشمم باز کردی
مرا باجان جاں ہمراز کردی

اللہ تجھے جزاء خیر دے تو نے میرے دل کی آنکھیں کھول دیں۔ ملک بلخ کے بادشاہ تھے، بادشاہت چھوڑ کر درویش اللہ والے بن گئے۔

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کی حکیمانہ نصیحت کا سبق آموز واقعہ

ایک شخص ان کے پاس آیا اور کہا کہ حضرت میں پریشان ہوں، میرا مسئلہ حل کر دیجئے وہ یہ کہ دنیا کی زندگی لہو ولعب میں گذر رہی ہے، کل چھٹکارے کی کیا صورت ہوگی؟ آج نافرمانی میں گذر رہی ہے، کوئی تعویذ عنایت کر دیجئے کہ مسئلہ حل ہو جائے، گناہ تو مجھ سے چھوٹتا نہیں ہے۔ حضرت ابراہیم بن ادھمؒ نے فرمایا عجیب بات ہے تو گناہ چھوڑ نہیں سکتا اور آخرت میں چھٹکارا بھی چاہتا ہے۔ یہ دونوں کیسے جمع ہو سکتے ہیں؟

اسکا رزق کھائیں اور اسی کی نافرمانی کریں، یہ کہاں کی انسانیت ہے؟

پھر آپ نے اس سے فرمایا میں تم سے چند باتیں کہنا چاہتا ہوں، تمہارے پاس ان کا معقول جواب ہو تو مجھے بتاؤ۔ اس شخص نے کہا اگر مجھ سے جواب بن پڑیگا تو جواب دوں گا۔ آپ نے اس سے فرمایا ہو سکے تو جس دن تم کوئی گناہ کرو اس دن خدا کا رزق نہ کھاؤ۔ اس شخص نے کہا یہ کیوں کر ہو سکتا ہے کہ میں خدا کا رزق نہ کھاؤں، رازق تو وہی ہے، وہی

اپنی مخلوق کو روزی دیتا ہے، دنیا میں وہی رزق پیدا کرتا ہے، کھیتیاں اگاتا ہے، پھل اور میوے پیدا کرتا ہے، سب اسی کا ہے پھر یہ کیونکر ممکن ہوسکتا ہے کہ میں اللہ کا رزق نہ کھاؤں؟ آپ نے فرمایا یہ کہاں کی انسانیت ہے جس کا رزق کھائیں اسی کی نافرمانی کریں، اس کا کھائیں اور اسی کی بات کو رد کریں۔ حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کی یہ حکیمانہ بات سن کر وہ شخص خاموش ہوگیا۔

ایسی جگہ جا کر گناہ کرو جہاں اللہ کا ملک نہ ہو

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ نے اس کے بعد دوسری بات کہی۔ فرمایا جب تمہارا ارادہ گناہ کرنے کا ہو تو اللہ کے ملک سے نکل کر کرو۔ اس شخص نے حیرانی سے کہا یہ کیونکر ممکن ہے؟ زمین وآسمان میں کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں اللہ کی حکومت نہ ہو اور جہاں ان کی بادشاہت نہ ہو۔ آپ نے فرمایا رعایا کے لئے بادشاہ کی حکم عدولی مناسب نہیں، یہ کہاں کی غیرت مندی ہے کہ جس کو تم اپنا بادشاہ تسلیم کرو اور اسی کے ملک میں اس کے حکم کے خلاف کرو اور نافرمانی کرو۔ ان کی دوسری بات کا بھی اس کے پاس جواب نہیں تھا، بالکل لاجواب ہوگیا۔

ایسی جگہ چلے جاؤ جہاں اللہ نہ ہو اور اس سے چھپ کر گناہ کرو

حضرت نے تیسری بات کہی۔ فرمایا جب تمہارا جب گناہ کا ارادہ ہو تو ایسی جگہ چلے جاؤ جہاں وہ تمہیں نہ دیکھتا ہو۔ وہ شخص یہ سن کر بہت زیادہ متعجب ہوا، اس نے کہا اللہ تعالیٰ تو ہر جگہ موجود ہے، ہر چیز ان کے سامنے ہے پھر ان سے کیوں کر چھپا جا سکتا ہے۔ حضرت ابراہیم بن ادھمؒ نے فرمایا عزیز من! جس مالک کا دیا ہوا رزق کھائیں، جس کی بنائی ہوئی زمین پر رہیں اور وہ جگہ حاضر وناظر ہو، ہمارے ایک ایک عمل کو دیکھتا ہو، کوئی چیز اس سے مخفی اور پوشیدہ نہ ہو اس کے حکموں پر نہ چلنا اور نافرمانی کرنا نمک حرامی نہیں تو اور کیا ہے؟ ان کی ان باتوں کا بھی اس شخص کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔

تم جہاں بھی ہو اللہ تمہیں دیکھتا ہے اور تمہارے ساتھ ہے،

ایک سبق آموز واقعہ

تو اللہ تعالیٰ ہر جگہ حاضر وناظر ہیں، اللہ تعالیٰ سب کچھ دیکھتے ہیں۔ اس پر ایک واقعہ یاد آیا۔ ایک بزرگ کی خدمت میں ایک شخص آیا، طالب صادق تھا، دل وجان سے کام میں لگ گیا۔ بزرگ نے تھوڑے ہی دنوں میں اس کی اندرونی کیفیات کا اندازہ لگالیا اور اس کو خلافت عطا فرمادی۔ دوسرے مریدین کو حسد ہوا کہ ہم مدتوں سے ہیں، ہمیں خلافت نہیں ملی اور یہ ابھی ابھی آیا اور اس کو خلافت مل گئی۔ بزرگ کو یہ بات معلوم ہوئی کہ مریدین میں چہ می گوئیاں ہورہی ہیں۔ حضرت نے اس کے بعد تمام مریدین سے عرض کیا کہ کل تم سب ایک ایک مرغ لے کر آنا۔ دوسرے دن جب مریدین حاضر ہوئے اور سب کے ہاتھ میں مرغ تھا تو حضرت نے سب کو ایک ایک چھری دی اور فرمایا یہ مرغ ایسی جگہ ذبح کرکے لے آؤ جہاں کوئی دیکھتا نہ ہو، کسی کی نظر نہ پڑے۔ تمام مریدین گئے اور ذبح کرکے لے آئے۔ وہ مرید جس کو خلافت دی گئی تھی وہ زندہ ہی لے کر آگیا تو حضرت نے اس سے پوچھا کہ تم نے کیوں ذبح نہیں کیا تو انہوں نے عرض کیا میں نے جدھر دیکھا ''اللہ اللہ'' ہی نظر آیا، کوئی جگہ مجھے ایسی نہیں ملی جہاں وہ مجھے نہ دیکھتا ہو......

جگ میں آکر ادھر ادھر دیکھا
تو ہی آیا نظر جدھر دیکھا

ابھی سورہ حدید میں آپ نے سنا (وهو معكم اين ما كنتم) اللہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی ہو، اور قرآن نے دوسری جگہ کہا (مايكون من نجوىٰ ثلثة الا هو رابعهم) اگر تم تین آدمی ملکر سرگوشی کرتے ہو تو چوتھا میں ہوتا ہوں (ولا خمسة الا هو سادسهم) اگر تم پانچ ہوتے ہو تو چھٹا میں ہوتا ہوں۔ کوئی کہے ہم تین نہیں، ہم دو ہیں یا پانچ سے زیادہ ہیں تو قرآن نے اس کو بھی بیان کردیا (ولا ادنىٰ من ذلك ولا اكثر الا هو معهم) اگر اس سے کم ہو یعنی اگر تم ایک ہو تو دوسرا میں ہوں، اگر تم دو ہو تو تیسرا میں ہوتا ہوں اور نہ اس سے زیادہ یعنی پانچ سے زیادہ۔ چاہے جتنے بھی ہوں اگر تم ننانوے (۹۹) ہو تو سوواں میں ہوتا

ہوں (این ما کانوا) غرض جہاں کہیں بھی تم ہو اللہ تعالیٰ وہاں ہوتے ہیں اور ہر چیز ان کے سامنے ہے (لایدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار) اللہ تعالیٰ سب کی نگاہوں کا احاطہ کئے ہوئے ہیں۔ ہماری آنکھیں اس کا احاطہ نہیں کرسکتیں۔ اللہ کی ذات عالی سے ہم ایک لمحہ کے لئے غائب نہیں ہوسکتے۔ تو اس شخص نے کہا کونسی جگہ زمین میں ایسی ہے کہ میں وہاں جا کر اللہ عزوجل سے چھپ کر گناہ کرلوں، وہ تو ہر لمحہ مجھے دیکھ رہا ہے۔

موت کے فرشتے سے توبہ کی مہلت طلب کرنا

پھر آپ نے چوتھی بات کہی۔ فرمایا کہ جب موت کا فرشتہ تمہارے پاس تمہاری روح قبض کرنے کے لئے آئے تو اس سے اپنے گناہوں پر توبہ کرنے کی مہلت طلب کرنا۔ اس شخص نے شرمندگی کے ساتھ جواب دیا موت کا فرشتہ بھلا کسی کو مہلت دیتا ہے؟ وہاں تو ایک لمحہ اور ایک سیکنڈ کی مہلت نہیں مل سکتی (اذا جاء اجلھم فلا یستاخرون ساعة ولا یستقدمون) حضرتؒ نے فرمایا: اے ناسمجھ! جب تیرا یقین ہے اور تو سمجھتا ہے کہ موت کا فرشتہ کسی کو ایک سیکنڈ کی مہلت نہیں دیتا اور اس وقت توبہ کرنے اور اعمال صالحہ کرنے کا کوئی موقعہ نہیں مل سکتا تو اللہ کے بندے موت سے پہلے کیوں توبہ نہیں کرلیتا۔ ابھی تیرے پاس زندگی ہے، قوت ہے، عقل اور سمجھ ہے، صحت وتندرستی ہے، اللہ کی نعمتیں تیرے پاس ہیں، ان تمام نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہوئے اپنے مالک اور خالق کی معرفت حاصل کر، اللہ کا خوف اپنے اندر پیدا کر اور ابھی وقت ہے اس کو غنیمت سمجھتے ہوئے توبہ کرنے میں اور اعمال صالحہ کرنے میں عجلت کر اور سبقت کرتے ہوئے اللہ کو راضی کرنے کی کوشش شروع کردے۔ اللہ پاک نے کتنے اچھے انداز میں بندوں کو دعوت دی ہے۔ (وسارعوا الی مغفرة من ربکم و جنة عرضھا السمٰوات والارض اعدت للمتقین) اللہ کی مغفرت کی طرف سبقت کرو اور ایسی جنت کی طرف جلدی جلدی بڑھو جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔ جو متقیوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ لہٰذا توبہ میں عجلت کرو اور تقویٰ اور اعمال صالحہ جلدی سے جلدی اختیار کر، یہی عقل مندی اور دانائی اور ہوشیاری ہے۔ جو آخرت کی تیاری میں لگ جائے وہ سب سے بڑا عقل مند ہے۔

منکر نکیر کے سوالوں کا جواب نہ دینا اور ان کو بھگا دینا

اس کے بعد آپ نے اس سے پانچویں بات کہی کہ جب قبر میں منکر نکیر آئیں اور تجھ سے سوال کریں تو ان کو ڈانٹ کر بھگا دینا اور ان کے سوال کا جواب نہ دینا۔ یہ سن کر اس شخص نے کہا کہ منکر نکیر کے سامنے کس کی چلے گی اور کس کو طاقت ہے کہ ان کو بھگا دے اور ان کے سوال کا جواب نہ دے اور وہ کیسے چھوڑتے ہیں کہ مجھے چھوڑ دیں گے، الا ماشاء اللہ۔ تو حضرت ابراہیم بن ادھمؒ نے فرمایا جب تو جانتا ہے کہ سوال وجواب کے بغیر منکر نکیر تجھے نہیں چھوڑیں گے تو ان کے سوالات کا جواب دینے کے لئے خود کو تیار کیوں نہیں کرتا اور خود کو ایمان کے تقاضوں پر کیوں نہیں چلاتا اور اپنے اندر ایمان کی حقیقت پیدا کرنے کی کوشش کیوں نہیں کرتا کہ قبر کا معاملہ آسان ہو اور قبر کی وحشتوں میں اللہ کی محبت اور ان کی ذات عالی کا تعلق کام آئے اور اعمال صالحہ چاروں طرف سے تجھ کو اپنی حفاظت میں لے لیں اور ان تمام چیزوں کی برکت سے تو عذاب قبر سے محفوظ رہے۔ وہ شخص ان باتوں کو سن کر خاموش رہا اور اس بات کا اس کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔

میدان محشر میں جہنم میں جانے سے انکار کردینا

اس کے بعد حضرت ابراہیم بن ادھمؒ نے اس سے چھٹی بات کہی کہ میدان محشر میں جب گنہگاروں کو دوزخ میں لیجانے کا حکم ملے تو دوزخ میں جانے سے انکار کردینا۔ اس شخص نے کہا عذاب کے فرشتے بھلا کیوں چھوڑنے لگے؟ ان کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا، اس کی خلاف ورزی کرتے ہی نہیں (لایعصون اللہ ما امرھم ویفعلون مایؤمرون) ان کو تو جو کہدیا گیا بس اسی کام میں لگے رہتے ہیں لہٰذا جب ان کو حکم ہوگا تو وہ زنجیروں میں باندھ کر لیجائیں گے اور بچنے کی کوئی صورت نہ ہوگی الا یہ کہ اللہ پاک ہی رحم فرمائیں اور معاف فرمادیں یا اللہ پاک کے حکم سے کوئی سفارش کردے۔ حضرت ابراہیم بن ادھمؒ نے فرمایا اے غافل! میں نے تیرے سامنے جتنی باتیں پیش کیں تو ان سب سے عاجز ہے اور ایک بات بھی تو اپنے اختیار سے نہیں کرسکتا ہے تو دیکھ اور سوچ ابھی تیرے پاس توبہ کا موقع ہے،

زندگی ہے، اعمال کرسکتا ہے، اپنے اللہ کو راضی کرسکتا ہے۔ لہٰذا اب توبہ کرنے اور اعمال صالحہ کرنے میں تاخیر مت کر، پتہ نہیں کب تیری موت کا وقت آجائے اور تیری زندگی کی شام ہوجائے اور پھر سوائے حسرت اور ندامت کے کچھ نہ ہو اور وہ حسرت وندامت کچھ کام بھی نہ آئے۔ ان باتوں سے وہ شخص بے حد متاثر ہوا اور سمجھ لیا کہ بس نجات کی راہ یہی ہے کہ توبہ کرکے اپنے اللہ کو راضی کرنے والے اعمال میں لگ جائے، وہ رحیم وکریم ذات اپنے فضل سے میرے گناہوں کو بخش دیگی اور مجھے اپنی رضا نصیب کردیگی۔ چنانچہ اس نے سچے دل سے اپنے تمام گناہوں سے توبہ کی اور یادالٰہی میں مشغول ہوگیا اور اسی حالت صالحہ میں دنیا سے رخصت ہوا۔ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ۔

صلحاء اور نیک بندوں کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیشی کی کیفیت

بزرگانِ محترم! میں آپ کو ابوحازمؒ اور سلیمان ابن عبدالملک کا واقعہ سنا رہا تھا۔ درمیان میں اللہ کے ایک بزرگ بندے حضرت ابراہیم بن ادھمؒ رحمہ اللہ کا ذکر خیر آگیا۔ تو سلیمان عبدالملک نے حضرت ابوحازم سے دریافت کیا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے پیشی کس طرح ہوگی؟ حضرت ابوحازمؒ نے جواب عنایت فرمایا قیامت کے میدان میں سب کی پیشی اللہ کے حضور ہوگی نیک لوگوں کی پیشی کی شان علیحدہ ہوگی اور فجار فساق اور کفار کی پیشی کی نوعیت الگ ہوگی، نیک لوگوں اور اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کی پیشی ایسی ہوگی جیسے کہ ایک شخص کہیں سفر پر گیا ہو اور اس نے اپنے اس سفر میں ہمیشہ اپنے مقصد سفر کو سامنے رکھا ہو اور سفر کے دوران ہمیشہ اپنے گھر والوں کا اور رشتہ داروں کا خیال رکھا ہو اور سفر سے واپسی کے وقت ہر ایک کے لئے تحفے خریدے ہوں، ان کی ضرورت کی چیزیں اور ان کی فرمائش کی اشیاء خرید لی ہوں۔ بتاؤ اس شخص کو اپنے گھر جانے کی کس قدر خوشی ہوگی اور گھر والوں کو بھی اس کی آمد پر کس قدر مسرت ہوگی۔ جیسے جیسے وہ اپنے گھر کے قریب ہوتا جائے گا اس کی خوشی اور مسرت میں اضافہ ہوتا جائے گا اور گھر والوں کو بھی اس کی آمد کا شدت سے انتظار ہوگا اور استقبال کے لئے آنکھیں بچھائے ہوئے ہوں گے اور ایک ایک لمحہ شمار کررہے ہوں گے و۔ بس اسی طرح اللہ والوں کی پیشی ہوگی یہ بھی اللہ تعالیٰ کی لقاء کو

پسند کرتے ہوں گے اور اللہ پاک بھی ان سے ملنے کو پسند فرماتے ہیں بڑے اعزاز اور احترام کا معاملہ ہوگا، عرش کے سایہ میں جگہ ملے گی، نور کے ممبروں پر ہوں گے ور پھر بڑے اعزاز سے جنت میں داخل ہوں گے۔

مجرمین کی پیشی

کفار، فجار، فساق اللہ کے نافرمان بندوں کی پیشی ایسی ہوگی جیسے کہ کوئی غلام ہو، اپنے مالک کی چوری کرکے بھاگا ہو اور مالک سے چھپ چھپا کر ادھر ادھر پھر رہا ہو، وہ پکڑلیا گیا اور ہاتھ پیر باندھ کر اس کو مالک کے پاس لیجایا جارہا ہو۔ بتلائیے اس شخص کی کیا حالت ہوگی؟ اپنے مالک کے پاس جانے میں اسے کوئی خوشی اور مسرت ہوگی؟ اور اس کا مالک اس کے آنے پر خوش ہوگا؟ سچ یہ ہے کہ اس غلام کو واپس جانے میں موت نظر آئے گی اور لوٹ کر جانا بالکل پسند نہ کریگا۔ بس یہی حالت نافرمانوں اور مجرموں کی اللہ رب العالمین کے پاس جاتے وقت ہوگی، ان کو پکڑ کر لایا جائے گا، زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہوں گے، میدان محشر میں بے انتہا ذلیل وخوار ہوں گے، ذلت اور پژمردگی ان کے چہروں پر چھائی ہوئی ہوگی اور اسی وقت ذلت وخواری کے ساتھ جہنم میں ڈال دئے جائیں گے اور وہاں ان کی حالت یہ ہوگی لا یموت فیھا و لا یحی نہ موت ہی آئے گی نہ زندگی۔ ایسی زندگی کہ جس میں سکون نہ ہو، وہ زندگی کہلانے کے قابل بھی نہیں ہوتی۔ دوسری جگہ ان کے متعلق اللہ پاک نے ارشاد فرمایا خذوہ فغلوہ ثم الجحیم صلوہ پکڑو، جکڑو ان کو اور جہنم میں ان کو ڈالدو۔ مفسرین کرام نے فرمایا ہے کہ وہاں کی ایک زنجیر ایسی ہوگی کہ اس کو اٹھانے کے لئے ستر ہزار فرشتے ہوں گے، اتنی بڑی زنجیر ہوگی۔ اللہ پاک اپنی حفاظت میں رکھیں اور ہم سب کو میدان محشر کی رسوائیوں اور جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھیں آمین۔

مجرمین چہروں سے پہچان لئے جائیں گے

اور سورہ رحمٰن میں ارشاد فرمایا کہ مجرمین اپنے چہروں سے پہچان لئے جائیں گے یعرف المجرمون بسیمٰھم فیؤخذ بالنواصی والاقدام جیسا کہ مومنین کاملین نمازیوں

کے متعلق ارشاد فرمایا کہ ان کے اعضاء وضو روشن اور چمکدار ہوں گے، اعضاء وضو کی چمک اور چہروں کی نورانیت سے ہی پہچان لیا جائے گا کہ یہ لوگ اللہ پاک کے اطاعت گذار بندے ہیں اور مجرمین بھی اپنے چہروں سے پہچان لئے جائیں گے یوم تبیض وجوہ و تسود وجوہ بہر حال ارشاد فرمایا فیؤ خذ بالنو اصی والا قدام پیشانی کے بال اور پیر پکڑ کر ان کو جہنم کی طرف لایا جائے گا۔

اللہ پاک استحضار نصیب فرمائیں

بزرگان محترم! عالم برزخ محشر اور آخرت کی بڑی دشوار گذار گھاٹیاں ہیں، ان کے لئے متفکر ہونے اور وہاں کی تیاری کرنے کی بہت ہی سخت ضرورت ہے۔ اللہ پاک ہمیں استحضار نصیب فرمائیں۔ الحمد للہ ہم لوگ دین کی باتیں سنتے رہتے ہیں، استحضار اور عمل کی ضرورت ہے۔ جن کو فکر آخرت حاصل ہوگئی وہ انشاء اللہ کامیاب ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری غفلتوں اور خدا فراموشی کو معاف فرمائیں اور اپنی یادوالی اور اپنی رضامندی والی زندگی اور موت عطا فرمائیں۔ آمین۔

سبحان اللہ وبحمدہ سبحا نک اللھم وبحمدک و نشھد ان لاالہ الاانت ونستغفرک ونتوب الیک.

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین.